اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلام

بفضل مفضل نعام و انعام منعم علام و رہین ایام سعادت فرجام و زمان فرخ فام از تالیفات و تصنیفات ہادی انام ناشر احکام و حامی ایمان و اسلام جناب السید آقا حسن صاحب مجتہد العصر و الزمان ادام اللہ وجودہ الشریف بدوام الازمان و الایام یعنی

ترجمہ عماد الاسلام

حصہ اول

کتاب التوحید

من مصنفات مشید عماد الاسلام راغم انوف الخصام بذی الفقار و الصوارم الخسام مروج طریقہ اجدادہ الکرام حجۃ الاسلام مولانا السید دلدار علی صاحب غفران مآب طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ بسعی فضائل انتساب فواضل اکتساب جناب مولوی سید علی صاحب شاہ جہان پوری مہتمم دفتر عماد الاسلام

در مطبع عماد الاسلام لکھنؤ طبع شد
لکھنؤ چوک جوہری محلہ

پاک و پاکیزہ مالا کلام کرے اور اپنی نعمت تمپر تمام کرے - تم کو چاہئے کہ تم اُسکے شکر گذار ہو - تابعدار و فرمان بردار ہو
پاک و منزہ ہے وہ عجب اُسکی شان ہے بقا تنہا اُسی ہی کیلئے بعد فنا کون و مکان ہے جیسا قبل ابتداء دنیا تھا - ویسا
ہی بعد فنا دنیا رہیگا - فنا ہو جاینگے اسوقت یہ سب زمانے اور وقت و مدت - زائل ہو جاینگے یہ ماہ و سال و آن
و ساعت - نہ رہیگا کوئی سوائے ذات خدائے واحد قہار - جسکی طرف راجع ہین جمیع امور دنیا و روزگار - ایسا خدا جو نہ
کسی سے تبدل و تغیر پائے - کیسی ہی راتین گذرین اور زمانہ چکر کھائے - اور شہادت و گواہی دیتے ہین ہم کہ محمد
مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ اُسی خدا کے بندے اور رسول ہین - جو سب رسولون سے افضل اور زیادہ مقبول ہین -
ایسے زمانہ مین انکو مبعوث کیا اور بھیجا جب زمانہ امتون کے اختلاف سے تہ و بالا - اور لوگون مین فتنہ و فساد برپا تھا - ریسمان
دین شکستہ ہو گئی تھی - قلعہ یقین کی دیوار جنبش کر چکی تھی - ہدایت کے بازار سرد و گمراہی شامل تھی - شیطان کو نصرت - اور
ایمان کو ذلت حاصل تھی - ستون ایمان گر رہے تھے - علمہاے دین جھک چکے تھے - راہین اسکی بیحد ہو گئین -
تھین نشانیان اسکی مٹ رہی تھین - انبار باطل سے شعلہ نکل رہا تھا - کفر کا شرارہ وار چل رہا تھا - پس جب آنحضرت
نے ظہور فرمایا - تو اس شعلہ کفر کو بجھایا - اور بنیاد کفر مین زلزلہ ڈالا - اور اسکے ارکان و ستون کو تلوار سے اپنے علیؑ کی
توڑا - اور انکی ذو الفقار سے اُسکے بہادرون و حمایتون کو پچھوڑا - خدا اپنی رحمت نازل کرے آنحضرت پر اور انکی آل پر
جو انکے پیرو اور قدم با قدم ہین - جنہون نے کلمہ حق بلند کیا - اور جو انکی حیات مین اور بعد اُنکے مددگار حق تھے اور انکی ہمدم ہین -
حق تعالی اپنی رحمت نازل کرتا رہے آنحضرت پر اور انکی آل پر جبتک کہ دن کی روشنی ہے اور درختون کی ٹہنیون مین سبزی
اور پتی ہے - اور ہم یہ بھی گواہی دیتے ہین کہ آنحضرت کے اہلبیت اخیار ائمہ اطہار زمین پر امین پروردگار ہین
اور مخلوقات پر حجت کردگار ہین - باعث حفاظت دنیا و آخرت ہین انکی محبت ہے بالکل لازم و واجب انکی مودت ہے - دلیل
اسکی یہ آیت ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ جسکا خلاصہ مفاد یہ ہوا - کہو اُن سے اے محمد مصطفے
نہین چاہتا تمسے اجر رسالت و کوئی جزا - سوائے محبت و مودت اہلبیت و ذوالقربیٰ - جسنے انکی اطاعت کی اُسنے
خدا کی اطاعت کی اور مراقبہ - اور جسنے انکے خلاف اور انکی نافرمانی کی اسنے خدا سے عناد کیا اور محاربہ - انھین کے
سبب سے قبول ہوتے ہین اعمال - انھین کے سبب سے درست ہوتے ہین افعال و اقوال و اولئک علیہم
صلوات من ربہم و اولئک ہم المفلحون یعنی ہین وہ لوگ جنپر انکے خدا کی رحمتین ہین وہ لوگ مفلحین جنکے لئے فلاح ہے
پھر بعد حمد و نعت کے کہتا ہے بندہ گنہگار محتاج مغفرت پروردگار علی بن سید محمد معین معروف بہ سید دلدار علی
درگذر کرے خدا انکے گناہون سے اور محشور کرے ساتھ ائمہ طیبین و طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے کہ اے گروہ مومنین
مخفی نرہے تمپر کہ دنیا دار غرور و انقطاع ہے لوگون کو فریب دیتی ہے وہ یہ سمجھتے ہین کہ باقی رہیگی - حالانکہ فانی ہے اسکے
لئے بقاؤ وفا نہین ہے - پس کتنے ایسے ہین کہ مر گئے ہین انکی میت پر گریہ و زاری ہو رہی ہے - کسیکی تعزیت و تسلی اور
دلداری ہو رہی ہے - کوئی درد و بیماری مین مبتلا ہو تڑپ رہا ہے - کوئی کسی کی عیادت کر رہا ہے - کوئی سسک رہا ہے
دم توڑ رہا ہے - خدا جزای خیر دے جسنے یہ کہا ہے ع هی الدنیا تقول بملء فیها حذار حذار من بطشی
و فتکی * فلا یغررکم حسن ابتسامی * فقولی مضحک والفعل مبکی * یہ دنیا اُسنے جو اسمین ہے کہتی ہے کہ
بھاگ اور حذر کر میری آفت ناگہانی اور پہندے و فریب سے دھوکا نکھا میری تر و تازگی و زینت و
زیب سے - کہ بات کی بات مین ہنساتی ہون - اور جھٹکی بجائے تین رولاتی ہون - اور اسی طرح

ایک دوسرے شخص نے کہا ہے ؎ اصبحت واللہ فی مضیق ٭ ہل من دلیل الی الطریق؟ اف لدنیا تلاعبنی
تلاعب الموج بالغریق ٭ قسم بخدا کہ عجب طرح کی تنگی و سختی ہے۔ کوئی جان بری کی راہ نکل سکتی ہے۔ تف ہے اس دنیا
پر کہ کسطرح کی شعبدے مجکو دکہاتی ہے۔ جسطرح ڈوبتے ہوئے کو موج کہیل کہلاتی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ایکدن میرا گذر ایک
خرابہ مکان کی جانب سے ہوا میں نے اپنا سر اسکے اندر جہانکا اور یہ شعر پڑہا ؎ نادرب المال فی المال الذی ٭ اجمع
الدنیا بحرص ما فعل ٭ پکار کے کہو مالک مال سے جسنے حرص دنیا میں جمع کیا کہ وہ مال کیا ہوا اور اوسنے کیا کیا۔ جواب میں
ایک ندا ہاتف غیبی کی آئی ؎ کان فی دار سواھا دارہ ٭ علتہ بالمنیۃ حتی انتقل ٭ اس دنیا کے سوا ایک جگہ اور بہی
مکان تہا کہ جب اسکو مال و امانی سے بہر دیا اوسکو کشاکش موت اسکو کہینچ لیگئی اور دوسری جگہ چلا گیا۔ اور ایک شخص نے
کہا ہے ؎ یا خاطب الدنیا الی نفسہ ٭ تنح عن خطبتہا تسلم ٭ ان التی تخطب غدارۃ ٭ قریبۃ العرس من المأتم
اے دنیا سے اپنی شادی کی خواہش کرنیوالے۔ اگر اپنی سلامتی چاہتا ہے تو اس سے کنارہ کشی کرلے۔ جس سے شادی کی خواہش
کرتا ہے وہ بڑی مکارہ ہے جسکا غدر بہم ہے۔ جسمین خوشی و غم شادی و ماتم توام ہے۔ اور اسی کا مصداق ہے کہ میرے ایک
دوست صادق و صدیق واثق ہر مدح کے لائق تہے۔ اور عمدہ عمدہ محاسن عقائد و مکارم اخلاق و اعمال حسنہ و محامد پر فائق
تہے۔ جمال عارفین۔ پیشوائے صالحین۔ جنکے اعتقادات حقہ مثل پہاڑ کے مضبوط و مستحکم۔ جنکی رائے صحیح و مستقیم مثل بڑے
بڑے درختوں کے محکم۔ جنکی ہر نظر میں اعتبار و عبرت حاصل۔ جنکا سکوت عمدہ عمدہ فکر دین پر شامل۔ رحمت خدا تہے مومنین
کیلیے۔ اور غضب تہے کافر و بیدین کے لیے۔ حقتعالی انکو انکے ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کیساتہ محشور کرے۔
پس ایک زمانہ یہہ تہا کہ ہم سب آپسمین ہمنفس و ہمدم۔ صحبت احباب سے نہایت خورسند و خورم۔ فارغ البال کوی غم نہ کوی ملال
اکثر اوقات عبادات و اقامت جمعہ و جماعت مین مشغول۔ اکثر امور خیرات و مبرات حسنات قربات کا معمول تہا۔ ناگہانی آفت
آسمانی سے عیش و نشاط بدلا۔ اور زمانہ پلٹا۔ گویا کہ چشم اہل ایمان تہا۔ اسکو نظر لگی۔ کہ انہی صدیق کامل کیلئے مرض شدید
کی بلا نازل ہوئی۔ انکے کوچ کی تیاری ہوئی۔ نقارہ رحیل بجا۔ ہمسے انکا ساتہ چہوٹا۔ کہ وہ مصیبت انکے فراق مین ہم پر ٹوٹنا
وہ تو تن تنہا راہی ہوئے۔ اور الم صدمہ مفارقت ہمارے لیے چہوڑ گئے۔ سوائے خدا کے اس زمانہ کی کس سے
شکایت کرین کہ جب برائی پر کمر باندہتا ہے۔ تو پیہم برائی کرتا جاتا ہے۔ اور جب کبھی بہولے سے کوئی نیکی کرتا ہے۔ تو فورا
ہی نادم ہوتا ہے ؎ یا دھر اف لک من خلیل ٭ کم لک فی الاشراق والاصیل ٭ من طالب و صاحب قتیل ٭
والدھر لا یقنع بالبدیل ٭ اے زمانہ ناہنجار تف ہے تجہ پر کہ کتنے اپنے دوست و طالب و مصاحب صبح و شام
قتل کرتا ہے۔ اور تو معاوضہ و خونبہا و دیت پر راضی نہین ہوتا بغیر قتل کئے نہین چہوڑتا ہے۔ بعد اس سانحہ جانگزا و
واقعہ مصیبت افزا کے بسبب شدت رنج و ملال و شکستگی قلب و اختلال احوال کے آنکہون کی نیند اوڑ گئی اکثر ایسا ہوا کہ تمام تمام
رات گذر گئی اور میری آنکہہ نہین جہپکی۔ ایکمدت تک یہی حال رنج و ملال رہا۔ ایک روز میرے خیال مین یہہ بات اور دل مین
یہ خیال آیا۔ جبکہ عادت الہی اور مشیت ایزدی یون مین جاری ہوئی ہے۔ کہ ہر ذیحیات کو راہ موت درپیش آئی ہے۔ جیسا کہ اس
حبیب لبیب نے مزا موت کا پایا ہے۔ اسیطرح سب کو اسکا مزا چکہنا ہے۔ اور کسی کیساتہ سوائے اسکے اعمال و افعال کے
کوئی نہین جاتا۔ تو اب یہ غفلت کیسی ہے اور یہ بیہوشی و خواب کیسا۔ اور اپنے نفس سے خطاب کرکے مینے کہا کہ کیا تونے
یہ قائل کا قول نہین سنا ؎ ویبکی علی الموتی ویترک نفسہ ٭ ویزعم ان قد قل عنہم عزاؤہ ٭ ولو کان ذا عقل و رای
و فطنۃ ٭ لکان علیہ لا علیہم بکاؤہ ٭ مردون پر روتا ہے۔ اور اپنے نفس کو چہوڑتا ہے۔ اور کیا یہ گمان کرتا ہے کہ

اسکی نخوت و رعونت پیشانی اُن مردون کا بوجھ سبک و ہلکا کریگا اگر صاحب عقل سلیم و فہم مستقیم ہوتا تو اپنے حال پر گریہ و زاری و نالہ و بیقراری کرتا نہ اونپر روتا - اور یہ بھی مینے اپنے نفس سے کہا کہ دیکھو مین تیری کیونکر عمر کٹی حاصل نہین آئی - کیا تجکو یہ نہ سوجھا کہ یہ دن بھی اپنے نہین اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ تو بچے باوجودیکہ یہ قول حق تعالی نے کل نفس ذائقۃ الموت و کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام جو دیکھیا ہے ضرور مریگا - موت کا مزا چکھیگا جو کچھ دنیا و ما فیہا مین داخل ہی فانی ہے - البتہ ذات پروردگار عالم باقی و جاودانی ہے - پس کیون نہین موت پر مہیا و آمادہ ہوتی - کیا نہین سمجھتے کہ جو چیز آنی والی ہی بہت جلد آجاتی اور انا فانا تیری گھٹتی جاتی ہی - اپنے دوست و احباب کی موت اور انکا قبر مین سونا کیون نہین یاد کرتی ہے کہ کیسی کیسی اچھی اچھی صورتون کو خاک قبر نے مٹی مین ملا دیا - کیسے اُنکے اعضا و اجزاء بدن کو پارہ پارہ اور متفرق کر دیا - کیسی انکی عورتین بیوہ اور اولادین یتیم و بیوارث و والی ہو گئین - کیسا مال انکا سب ضائع ہوا - اور مسجدین اور محفلین انسے خالی ہو گئین - ایسے مفقود الخبر ہو گئے کسی کا کچھ پتا نہین لگتا - کوئی حال معلوم نہین ہوتا - خدا جزاے خیر دی جسنے یہ شعر کہے ہین ؎ بعد اللہ دنیا غادرت ساداتہا ؛ و رمتہم نعیا بر جم شتاتہا ؛ حتی سقوا کاس المنیۃ عاجلا ؛ مر کبیہا و تجرعوا کرباتہا ؛ فقدت لہم بنی المساجد حسرۃ ؛ و منابر تبکی لفقد عظاتہا ؛ و مدارس درست بہا احکامہا ؛ درست و ایتام لفقد صلوتہا دور ہو یہ دنیا کیسے کیسے سردار و شرفا و سادات کو اسنے تباہ و برباد کیا - ایسا اُنکو نشانہ مصیبت بنایا کہ آپس سے جدا ہو گئے - کیسا دہوکے اور فریب مین اُسکے آ گئے - کیا جلد کاسہ شربت موت اُنھون نے پئے - اور اسکی کرب و مصیبت مین کیسے گُٹ گُٹ کے رہی - او مصیبت مین سخت کیطرح خون کے گھونٹ پئے - منبر و محراب مسجد مین سناٹا - کیسی حسرت انکی مرثیہ برس رہی ہے - ہر در و دیوار مسجد اُنپر رو رہی ہے - نگاہ محراب اُنکے دیکھنے کو ترس رہی ہے - مدرسہ جہان احکام دین کا درس ہوتا تہا خالی پڑے ہین ڈھنڈھار کھنڈر ہو کر گر رہے ہین - اور یہہ بھی مینے اپنے نفس سے کہا - کیون نہین ایک ایک کو انمین یاد کرتی اور تفصیل وار حال انکا کیون نہین دیکھتی - کیسے عیش و نشاط مین پڑے تھے - کیسے طول امل مین پھنسے تھے - جینے پر مرتے تہے - موت کو بہولے بیٹھے تھے - ہر وقت اپنی خواہشون کے سامان مہیا کرنے مین کیسے وہ تند و مستعد تہے اپنی قوت و جوانی پر کیسے انہین گھمنڈ تھے - کیسی لہو و لعب اور ہنسی دل لگی مین اُنھین مدہوشی تہی - کیسی صحبت احباب مین گرم جوشی تھی - کیا چلتے پھرتے تہے - کیا اودہم جوتے تھے - اب یہہ حال ہی کہ کیسے لنجے اپاہج بے پیر ٹوٹے پڑے ہین - جوڑ جوڑ بند بند جدا ہوئے ہین - کیسے خوش گفتار و شیرین کلام تھے - اب انکی زبان کو کیڑون نے کہا لیا - کیسے خوش مزاج ہنس مکھ تہے اب اُنکے دانتون کو مٹی نے خاک مین ملا دیا - جب تفصیل وار حال انکا سنا تو میری نفس چونکی - اور خواب غفلت سے بیدار ہوئی اور چارون طرف علم و عمل پر نظر دوڑانی لگی کہ کونسی ایسی بات ہی - جو وسیلہ نجات ہے - جسکے سبب تقرب درگاہ باری مین حاصل ہو جسکے ذریعہ سے بہشت عنبر سرشت مین داخل ہو - بعد غور و تامل کے معلوم ہوا کہ انسان کا کمال و فلاح و فوز و صلاح منحصر ہے کہ ان دونو علمی و عملی قوتون کی تکمیل کرے - اور اُس عمدہ طریقہ سے جو خوشنما اور پسندیدہ ہو تحصیل کرے - اور اسی پر متفق تمام اہل مذہب و ملت کے اصحاب روحانی ہین - اور اسی کے شاہد عقل و کتابہاے آسمانی و رسولان ربانی ہین - لیکن یہ بات چھپی نہین ہے - کہ ہر علم و عقیدہ نجات کی راہ نہین کہاتا اور ہر عمل و فعل باعث قربت خدا نہین گنا جاتا - اسلئے کہ بہت علم ایسی ہین جو باعث ضلالت و جہالت ہوتے ہین - اور ایسے عالم کو دریاے ہلاکت مین ڈبوتے ہین - اور اکثر عمل نتیجہ ایسلے ہو جاتے ہین - کہ اپنے عمل کرنیوالیکو جہنم کی تحت الثری مین پہونچاتے ہین - اور یہہ کیونکر نہو اسلئے کہ عقل شاہد ہی - وجود خالق کی گواہی دے رہی ہی - اور اُسکی وحدانیت و

وکیاہی کو بزور شور پکار پکار کے کہہ رہی ہے۔ اور جناب رسالتماب ہ نے ارشاد فرمایا ہے ستفترق امتی علی ثلثة وسبعین فرقة کلھا فی النار الا واحدة یعنی میری امت کے تہتر فرقے ہونگے سب کے سب ناری فقط ایک انمین سے ناجی ہوگا اُسی مذہب کو فرقہ ناجیہ امامیہ اثناعشریہ نے اختیار کیا ہے۔ اور اس دعوی کی صحت و تصدیق کا معلوم ہونا بخوبی اس کتاب سے ظاہر ہے کہ بہت اچھی طرح اسمین ثابت کیا گیا ہے اور حق تعالی کیجانب سے ہدایت و توفیق ہر باب مین ہوتی ہے۔ اور کیونکر یہ مذہب امامیہ اثناعشریہ صحیح و حق و صادق نہو اسلئے کہ اور دیگر مذاہب مین سب سے افضل او خطا و لغزشون سے دور مذہب اہل فلسفہ اور اہل علم معقول ہے کہ جو فروع و اصول مین تجاوز عقلی قواعد سے نہین کرتے اور اپنے نزدیک موافق عقل کے عمل کرتے ہین۔ مگر وہ بہی ایسا ہی کہ جب کوئی عاقل کامل اُس مین فکر صحیح کرے اور اُنکے کلام مین تامل صادق کرے تو اضلال و خرابی سے اُسکو بھرا ہوا پائیگا۔ اور طرح طرح کی گمراہیون اور ضلالت سے مملو دیکھے گا۔ بہت سے دعوی اُنکے ننے سر و پا۔ بہت سے خیال اُنکے نادر ہوا۔ دلیلین اونکی مکری کے جالے سی خفیف شبہے اُنکے غول بیابانی کے ثبوت کی دلیلون سے زیادہ ضعیف ہین۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ فقط اسی سبب سے ہے کہ اُنھون نے کتب اسمانی و کلام ربانی کو چھوڑ دیا ہے۔ اور پس پشت ڈال لیا ہے۔ اور جن چیزون کی خبر رازدار الہی نے دی اور بیان کیا اُنکا خیال و اثر ان لوگون کے دلمین مطلق نہین ہے۔ پس جب یہ حال ایسے لوگون کا ہی تو پہر ان لوگون پر کیسا گمان ہوسکتا ہی جو تقلید کے قیدی ہین۔ اعتقادات و اعمال مین بلا توفیق و تحقیق غیرون کے قول پر عمل کرتے ہین۔ ریسمان تقلید مین اسطرح اُنکی گردنین بندہی ہین کہ گلزار تحقیق کی سیر نہین کرتے۔ کل سرمایہ و بضاعت اُنکی تعصب عناد ہی تمام حرفت و صنعت اُنکی انحراف طریقہ ہدایت و ارشاد ہے۔ پہلو تہی کرتے ہین۔ ہمراہی سے اُن دونو امر ذکی جنکے سبب سے فوز و فلاح و جنکی ہمراہی سے صلاح و نجاح حاصل ہو روگردانی کرتے ہین۔ اور نہین لپٹے رہتے دامان المستجار سے۔ نہین سوار ہوتے اور کنارہ کشی کرتے ہین کشتی ال عبا سے۔ حالانکہ اُنکے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی یعنی مین تم مین دو نہایت بزرگ چیزین چھوڑے جاتا ہون ایک کتاب خدا دوسری میری عترت و اہلبیت جبتک ان دونو کا ساتھ دیتے رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہوگے۔ اور پھر یہی ارشاد فرمایا ہے مثل اھل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا ھوی یعنی مثال میرے اہلبیت کی مثل کشتی نوح کی ہی کہ جو اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات پائی اور جسنے اُسے چھوڑا وہ ہلاک ہوا۔ پس ایسی حالت مین ہر عاقل و سمجھہ دار اور ہر مکلف دیندار پر واجب ہی کہ اپنے خواہشون کو موافق آل نبی کے رکھے۔ جب اختلاف خواہشون مین پیدا ہو۔ اور اپنی رای کو مطابق اہل بیت کے راے کے رکھے جب اضطراب رایون مین موجود ہو۔ اور انھین کی راہ ہدایت و طریقہ شریعت پر چلے۔ اور انہین کے مذہب کو اپنے مطالب کی معراج حاصل کرنے مین زینہ قرار دے۔ اسلئے کہ وہی معین و مددگار مومنین و مومنات مین وہی روز قیامت مین ذخیرہ باقیات صالحات ہین۔ پھر اسکے بعد فکر مین رہا کہ اکثر اوقات عبادات بدنیہ و ریاضات جسمانیہ مین صرف کرون۔ یا باوجود کمی بضاعت و قلت علم کے افادہ علوم دینیہ و معارف یقینیہ مین مشغول ہون۔ خواہ اسطرح پر کہ کوئی کتاب تصنیف و تالیف کرون۔ یا درس و تدریس کرتا رہون۔ پس اسی فکر مین تہا کہ آفتاب حق سے طلوع کیا اور چمکا اور مجھسے کہا کہ چراغ تفکر کو خاموش کر اور سمجھا کہ آفتاب کے سامنے چراغ کچھ حقیقت نہین رکھتا تفاوت و فراق دونون مین ایسا ہے جیسا مشرق و مغرب مین۔ اور پھر اسلئے کہ ایک تو بزرگی و شرافت علم کو

بذاتہ بھی حاصل ہے۔ دوسرے درس و تدریس سے زیادتی اجر و ثواب بدرجہ کامل ہی۔ اور دلیل و شاہد اسکی عقل و نقل کے
دو گواہ عادل ہین۔ عقلی دلیل یہہ ہے۔ تمام معقولات یعنی جو چیزین عقل مین آتی ہین دو طرح پر ہین۔ موجود یا معدوم۔
اور ظاہر ہے کہ شئے موجود معدوم سے اشرف ہے۔ پھر موجود کی دو قسمین ہین۔ جامد جسکے لئے بالیدگی نہین ہی۔ دوسری
نامی جسکے لئے نشو و نما ہی۔ اور اسمین شک نہین کہ نامی بہتر ہے۔ پھر نامی یا حساس ہی کہ حس و حرکت رکھتا ہے۔ یا غیر حساس
اور شک نہین ہے کہ حساس افضل ہی۔ پھر حساس عاقل ہی یا غیر عاقل۔ اور کوئی شبہہ نہین ہی کہ عاقل بہتر ہے۔ پھر عاقل عالم
ہے یا جاہل اور یہہ بدیہی ہے کہ عالم افضل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عالم تمام معقولات کے اصناف و اقسام سے افضل و اشرف
ہے۔ پس وہ علم جسکے سبب سے شرافت تمام چیزون پر حاصل ہوئی لامحالہ و ضروری عبادات بدنیہ سے افضل ہوگا
اور ایک یہ بھی ہے کہ عبادات بدنیہ جبھی تک ہین جب تک یہ جسم باقی ہے۔ اُسکے بعد فنا و معدوم ہو جائیگی۔ اور اعتقادات
حقہ یہ باقی رہینگے۔ جبتک روح باقی ہے۔ اور یہہ بھی امر ہے کہ جو چیزین علما و حکما دین و ملت سے ظاہر ہوئی ہین جو طرف
پروردگار عالم کی طرف ہدایت و رہنمائی کرتی ہین یا وہ باتین جو مثل مواعظ و حکم کے ہین یہہ سب ایسی چیزین ہین جو باقی
اور دائمی ہین۔ اور اسمین شک نہین ہے کہ جو چیزین باقیات صالحات سے ہین وہ افضل قربات ہین اور اشرف حسنات ہین
اور دلیل نقلی یہ ہے کہ پروردگار عالم جسکا قول حق و صحیح و صدق ہی فرماتا ہے۔ اور بنابر مشہور پہلی یہی آیت جناب رسالتمآب پر
نازل ہوئی اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربك الاکرم الذی علم بالقلم
علم الانسان مالم یعلم جسکا خلاصہ مفاد ظاہری یہ ہے کہ پڑھو ای محمد اپنے خدا کے نام سے جسنے پیدا کیا ہے
اور انسان کو علقہ سے ہویدا کیا اور پڑھو اور کہو کہ میرا پروردگار وہ بزرگ تر ہے جسنے قلم سے لکھنا بتایا۔ اور انسان جن چیزون
کو نجانتا تھا اونکو سکھایا۔ اسلئے کہ حق تعالے نے اپنے کلام مجید کو پہلے نعمت خلقت و ایجاد سے شروع کیا۔ پھر اُسکے بعد نعمت
علم کو یاد دلایا اور ایک آیہ مین یہ ارشاد فرمایا الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن لتعلموا
جسکا مفاد ظاہری یہ ہے۔ وہ خدا جسنے سات آسمان اور انکی مثل زمینین پیدا کی ہین اور نازل ہوتا رہتا ہی امر و حکم اُنکے
درمیان مین اسلئے کہ جانو خدا کو اور علم حاصل کرو۔ اس آیت مین خدا نے علم کو علت ایجاد عالم علوی اور سفلی
قرار دیا۔ پس علم کی جلالت شان اور فخر و مباہات کے لئے یہی کافی تھا۔ اور حقتعالی نے ارشاد فرمایا ھل یستوی
الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب جسکا حاصل مفاد ظاہری یہ ہی۔ کیا عالم و
جاہل برابر ہین یہ وہی لوگ یاد رکھتے ہین جو صاحب عقل و فہم ہین اور یہہ بھی ارشاد فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ
العلماء جسکا ظاہری مفاد یہہ ہے کہ خدا کا خوف وہی لوگ اُسکے بندون مین رکھتے ہین جو عالم ہین۔ اور ایک آیت
مین اپنے نبی کو زیادتی علم کی طلب کے لئے حکم فرمایا باوجودیکہ جو آنحضرت نے علم و حکمت مین رتبہ پایا کسی نے نہین
پایا۔ پس ارشاد فرمایا۔ قل رب زدنی علما جسکا ظاہری مفاد یہ ہے بار آلہا میرا علم زیادہ فرما۔ اور قرآن مجید
مین اکثر مقامات مین اسیطرح تعریف و مدح علم کی فرمائی ہے اور احادیث و روایات اسکی فضیلت مین اسقدر ہین
کہ جنکا ایکجا جمع کرنا سہل و آسان نہین ہی۔ چند روایتین بیان ذکر ہوتی ہین۔ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
نے کہ دریافت کیا مینے جبرئیل ع سے کہ علما کا مرتبہ خدا کے نزدیک زیادہ ہے یا شہدا کا اُسکے جواب مین حضرت جبرئیل
نے کہا کہ ایک عالم خدا کے نزدیک زیادہ بزرگ ہے ہزار شہیدون سے۔ اسلئے کہ علما پیروی کرتے ہین انبیا کی اور
شہدا پیرو علما کے ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ عالم جاہلون مین ایسا ہے جیسا مردون مین شخص زندہ

اور طالب علم کے لئے ہر شی دعا و طلب مغفرت خدا سے کرتی ہے۔ پس علم حاصل کرو کہ یہی سبب وسیلہ ہے تمہارے تقرب خدا کے درمیان مین۔ اور طلب علم واجب ہے ہر مرد مسلم پر۔

اور فرمایا آنحضرت نے کہ جب روز قیامت ہوگا تو سیاہی اور روشنائی علما کی شہیدون کے خون کے ساتھ تولی جائیگی۔ پس ترجیح علما کی روشنائی کو شہیدون کے خون پر ہوگی۔

اور فرمایا حضرت نے کہ جسنے حقیر سمجھا عالم کو اُسنے مجھے حقیر سمجھا اور جسنے مجھے حقیر سمجھا وہ کافر ہے۔

اور فرمایا کہ مینے حضرت جبرئیل سے دریافت کیا حال علما کا اُسکے جواب مین انھون نے کہا کہ عالم بہت خوب انیس و حاکم ہے دنیا کا اور آخرت کا۔ خوشا حال اسکا جو انکی معرفت و محبت رکھے اور عذاب ہے اُس شخص کیلئے جو اُنکی معرفت سے کراہت اور اُنسے عداوت رکھے اور جو اُنسے بغض و عداوت رکھتا ہے تو ہم ملائکہ گواہ ہین اس بات کے کہ وہ شخص ناری ہے اور جو اُنسے محبت رکھے تو ہم گواہی دیتے ہین کہ وہ شخص جنتی و ناجی ہے۔

اور فرمایا آنحضرت نے کہ ایک ساعت عالم کے پاس بیٹھنا زیادہ محبوب و مرغوب ہے خدا کی نزدیک ایک سال کی عبادت سے جس مین ایک چشم زدن بھی معصیت و گناہ کیا ہو۔ اور نظر کرنا عالم کیطرف بہتر ہے سال بھر کے اعتکاف سے جو بیت الحرام مین بجا لائے۔ اور ملاقات عالم کو جانا بہتر ہے ستر حج اور عمرون سے اور افضل ہے ستر طوافون سے خانہ کعبہ کے اور اس شخص کے ستر درجے حق تعالی بلند کرتا ہے۔ اور جو عالم سے باتین کرے تو عوض ہر حرف کے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ اور خدا اپنی رحمت اُسپر نازل کرتا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہین کہ اس شخص کیلئے بہشت واجب ہو گیا

اور پھر بھی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب روز قیامت ہوگا تو حقتعالی سب علما کو جمع فرمائیگا اور ارشاد فرمائیگا کہ اے میرے بندون مین تمھارے ساتھ بہت بڑی نیکی کرنا چاہتا ہون کہ تمنے بڑی بڑی محنت و شدت اٹھائی۔ اور لوگون نے تمھاری تعلیم سے میری عبادت کی۔ اب میری جانب سے تمھین خوشخبری و بشارت ہو کہ تم میرے دوست ہو۔ اور بعد انبیا کے تم میری مخلوقات سے افضل ہو۔ اور مین تمسے راضی ہون جو لغزشین تمسے ہوگئی ہین اُنسے معاف کیا۔ ہتک حرمت تمہاری نکرونگا عیب پوشی کرونگا اور اس مجمع عام مین ان بعضی باتون کے سبب سے تمکو فضیحت نکرونگا۔

اور پھر بھی آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم سے خالی نہو۔ یا عالم ہو یا متعلم و طالب علم ہو یا مستمع کہ اُنکے احکام و وعظ و نصیحت کو سنتا ہو۔ یا انکا محب و دوست ہو۔ پانچوین قسم نہونا کہ ہلاک ہو۔ اسلیے کہ اہل علم سردار ہین۔ اور مصاحبت انکی باعث زیادتی ثواب ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ جو اعانت کرے طالب العلم کی وہ انبیا کا دوست ہے اور اُنکے ساتھ ہوگا اور جسنے بغض کیا طالب علم سے اُسنے انبیا سے بغض رکھا پس جزا اُسکی جہنم ہے۔ طالب علم شفاعت کریگا جسطرح انبیا شفاعت کرینگے اور طالب العلم کے لئے ہزار قصر سونے کے جنت فردوس مین ہونگے اور جنت خلد مین ایک لاکھ شہر نور کے اور جنت الماوی مین اسّی در بچے یاقوت سرخ کے عطا ہونگے۔ اور عوض ہر حرف و درہم کے جو طلب علم مین اُسنے صرف کیا گھر زمین عطا ہونگی مثل ستارون کے اور ملائکہ کی تعداد کے اور جو شخص مصافحہ کرے طالب علم سے حق تعالی اُسکے جسم پر آتش جہنم کو حرام کرتا ہے اور جو شخص اعانت کرے طالب علم کی تو اُسکے مرنے کے بعد اسکی مغفرت کرتا ہے اور اُسکی بھی مغفرت کرتا ہے جو اُسکے جنازہ مین شریک ہو۔

اور یہ بھی آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ طالب علم افضل ہے خدا کے نزدیک غازی و مجاہد و حاجی سے اور اس سے جو عمرہ اور اعتکاف کرے اور مجاور خانہ کعبہ ہو۔ اور استغفار کرتے ہین اُسکے واسطے درخت و ہوا اور ابر و ستارے اور جو چیز زمین

سے آگہی کی ہے اور ہر وہ شئے جسپر آفتاب کی روشنی پہونچتی ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے بسلسلہ اپنے آبا و
طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ طلب علم واجب ہے ہر مسلم پر پس
طلب کرو علم کو اُسکے مقامات سے اور حاصل کرو اُسے اوسکے اہل و لائق سے اسلئے کہ جو قربۃً الی اللہ علم حاصل
کرے وہ حسنہ اور نیکی ہے۔ اور طلب علم عبادت ہے۔ اور ذکر و اذکار علم کا اور علم کا چرچہ کرنا ثواب تسبیح رکھتا ہے۔
عمل اُسپر جہاد ہے تعلیم اسکی جاہل کو صدقہ ہے صرف کرنا علم اُسکے لیئے جو اسکا لائق ہو باعث نزدیکی خدا تعالے ہے اسلئے
کہ علم پہچان حلال و حرام کی ہے اور شناخت راہ جنت کی ہے۔ اور علم مونس تنہائی ہے اور غربت و مسافرت مین مصاحب
ہے۔ اور خلوت مین افسانہ گو ہے۔ اور سختی و مصیبت مین راہبر ہے۔ اور اعدا کے لئے تلوار و ہتھیار ہے۔ باعث زیب
و زینت ہے۔ دوستون کے سامنے اسی علم سے قوم کو حق تعالی ترقی دیتا ہے۔ پس حق تعالی خیر و نیکی مین انکو سردار قرار دیتا ہے
کہ اور لوگ انکی پیروی و تاسی کرین۔ اور انکے افعال و حالات سے ہدایت پائین۔ اور انھین کی رائے پر چلین۔ اور ملائکہ انکے
احوال کی رغبت کرتے ہین۔ اور اپنے پرون کو مہربانی و شفقت سے اُنپر مس کرتے ہین۔ نماز مین اونپر برکت نازل کرتے ہین
اُن کے لیے استغفار کرتے ہین تمام مخلوقات خشک و تر بحر و بر اور مچھلیان اور کل حیوانات دریا اور تمام درند و چرند و پرند
صحرا و ہوا کے۔ علم دلون کی حیات ہے۔ آنکھونکا نور ہے تاریکی مین قوت بدن ہے ضعف مین اسی علم کے سبب
بندہ مراتب اخیار اور محاسن ابرار تک پہونچتا ہے۔ اور یہی علم درجہ بلند تک دنیا و آخرت مین پہونچاتا ہے۔ فکر علم مین برابر ہے
روزونکی و درس و تدریس برابر ہے شب بیداری و عبادت کی۔ اسی کے سبب سے خدا کی اطاعت و عبادت ہوتی ہے۔ صلہ رحم اسی
سبب سے مفہوم ہوتا ہے۔ حلال و حرام علم ہی کے سبب سے معلوم ہوتا ہے علم پیشوا عمل ہے۔ اور عمل تابع علم کا ہے نیکون کو علم منجانب خدا الہام ہوتا ہے۔ شقی اس سے
محروم رہتا ہے۔ خوشحال اسکا جو اُس سے محروم نہو۔ اور حق تعالی اسکو علم عطا فرمائے۔ اور جناب امیر المومنین
نے ارشاد فرمایا کہ جب طالب علم عالم کے سامنے بیٹھتا ہے تو حق تعالی ستر دروازے رحمت کے کھولدیتا ہے۔ اور اُسکے
پاس سے اٹھتے وقت تمام گناہ اسکے معاف ہوجاتے ہین۔ اسطرح بیگناہ ہوجاتا ہے جیسے اسی روز پیدا ہوا ہے۔ اور ہر حدیث
اور ہر بات کی عوض ایک سال کی عبادت کا ثواب دیتا ہے اور ہر ورق کی عوض ایک شہر دس گنا دنیا سے اسکے لئے
بناتا ہے۔ اور پھر بھی حضرت رسالتمآب نے ارشاد فرمایا کہ خوشحال عالم و طالب علم کا اور اُسکا جو علم پر عمل کرے۔ ایک شخص نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم عالم کے لئے تو یہ مرتبہ ہے طالب علم کے لئے کیا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ عالم و طالب علم اجر و
ثواب مین برابر ہین۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا جناب رسولخدا نے کہ اُس یتیم سے جسکے مان باپ دونو نہون یتیمی اور بیکسی
اُسکی زیادہ ہے جو اپنے امام سے جدا ہو اور اُن تک نہ پہونچ سکتا ہو۔ اور جس چیز کی ضرورت درپیش ہو اُسکے باب مین اپنے
امام کا حکم نہ معلوم ہو کہ کیا ہے اور طریقہ و شریعت سے اپنے دین کے واقف نہو پس جو شخص ہمارے شیعون مین
عالم ہمارے علوم دین کا ہو وہ اس بیچارے جاہل یتیم کی پرستاری کرے اور اُسے ہماری شریعت تعلیم کرے۔ اور احکام
شرعی بتائے۔ وہ عالم ہمارے ساتھ ہمارے درجہ رفیع و اعلی مین ہوگا۔ اور جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد
فرمایا کہ جو شخص ہمارے شیعون مین ہماری شریعت کا عالم ہو اور ہمارے بیچارے نادان شیعون کو ظلمت و تاریکی جہالت سے اُس
نور علم مین لائے جسے ہمنے تعلیم کیا ہے تو وہ عالم جب قیامت کے دن آیگا تو اسکے سر پر ایک تاج نورانی ہوگا جس سے
تمام اہل محشر منور ہونگے اور ایک خلعت و حلہ پہنے ہوگا جسکے ایک چھوٹے سے تار کی قیمت یہ دنیا و مافیہا نہین ہوسکتی اسوقت
ایک منادی ندا کریگا کہ ای بندگان خدا یہ ایک عالم ہے شاگردون سے علماء آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے پس جسکو حیرت

جہالت سے دنیا مین اس عالم نے نکالا ہو وہ اس نور کی روشنی مین چلا آئے تاکہ اس ظلمت محشر سے نجات پائے اور اسکے ساتھ
اسکی روشنی مین جنت مین جائے - یہ سنتے ہی دنیا مین جس جسکو اس عالم نے کسی نیک بات کو سکھایا ہوگا - یا اسکے دل سے
جہالت کے قفل کو علم کی کنجی سے کہولا ہوگا یا اسکے شبہ کو اس سے برطرف کیا ہوگا وہ اس مجمع سے نکلکر اسکے پاس چلا آئیگا - اور
حضرت امام ابو محمد حسن عسکری علیہما السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص
ایسے یتیم آل محمد کے کفالت کرے کہ جو اپنے آقاؤن اور امامون سے جدا کر دیا گیا ہے - اور جہالت کی کہو مین پڑا ہوا ہے - اسکو جہالت سے
نکالے اور اسکے شبہون کو برطرف کرے - ایسے شخص کی فضیلت بہت زیادہ ہے اُس شخص سے جو کسی یتیم کی جسکے ماں باپ نہون
پرورش اور کفالت کرے - اور کھلائے اور پہنائے - بلکہ پہلی کو دوسری پر وہ فضیلت ہے - جو آفتاب کو سہا پر ہے جو ایک تارہ بہت
چھوٹا ہے بنات النعش صغری مین یعنی چھوٹی کہٹولی مین جو تارون کا ہے - اور یہہ بھی حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہما السلام کا ارشاد ہے
کہ فرمایا حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام نے کہ جسنے ہمارے پاس وخیال سے اُس یتیم بیچارے کی کفالت کی جو اپنے امام سے
غیبت امام کے سبب سے چھوٹ گیا ہو اور اُسکے ساتھ سلوک کیا اُس علم سے جو ہمارے علمون سے اُسے پہونچا ہے اور راہ راست اُسکی
دکھاوے اور ہدایت کر دے تو حقتعالی اُس ہادی اور رہنما کو ندای غیب دیتا ہے کہ ای میرے برگزیدہ اور سلوک کرنیوالے کریم بندے
مین تجھسے زیادہ کریم ہون پھر فرشتون کو حکم فرماتا ہے کہ اسکے واسطے بہشت مین ہر حرف کے عوض جو علم دین مین اسکو بتائے ہین
دس لاکھ قصر بناؤ اور اُن قصرون اور مکانون مین اُنکی زیب و زینت کیلیے جو چیزین درکار ہون اور اُنکے لایق ہو نعمتون سے اور
اضافہ کرو - حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عالم مثل اس شخص کے ہی جسکے ہاتہ مین شمع ہو اور آدمی اسکی روشنی
مین ہون تو جو شخص اسکی روشنی سے فائدہ اٹہاتا ہے - اُسکے لئے دعا کرتا ہے - اسیطرح عالم ہے کہ اُسکے ہاتھ مین علم کا چراغ
ہے جس سے جہالت و حیرت کی تاریکی دور ہوتی ہے پس جو جو شخص اسکی روشنی مین آیا اور جسکو اُسنے حیرت جہل سے نکالا اور
نجات کے رستہ پر پہونچایا وہ اسکا گویا غلام آزاد کردہ ہے جسکو جہنم کی آگ سے بچایا - اور درگاہ خدا سے یہ ثواب ملتا ہی
کہ جتنے بال اس نجات پانیوالے کے ہون عوض ہر بال کے وہ ثواب ہے جو افضل ہے ایک لاکھ سونے سے بھری ہوئی
تھیلیون جو راہ خدا مین تصدق کرنیسے بلکہ یہہ بھی کچھ نہین ہے حقتعالی عوض مین ہر بال کے وہ ثواب عطا کرتا ہے جو افضل ہے
ایک لاکھ رکعت نماز سے جو سامنے خانہ کعبہ کے پڑہی ہو یعنی مسجد الحرام مین - اور حضرت موسی بن جعفر علیہما السلام سے منقول ہے
کہ فرمایا حضرت نے جو عالم ہدایت و تعلیم احکام کرے اس بیچارہ یتیم کو جو ہمسے جدا ہو گیا ہے اور ہماری زیارت سے مشرف نہین ہو سکتا
وہ عالم نہایت گران اور دشوار ہے ابلیس پر ہزار عابدون سے اسلئے کہ عابد کا ارادہ تو ہوتا ہے کہ اپنی جان بچائے اور آتش جہنم
سے نجات پائے - اور عالم اپنے ساتھ اور ونکو بھی بچاتا ہے - بندگان خدا کو فریب اور پھندے شیطانون کے چھڑاتا ہے
اسی سبب سے عالم ہزار عابدون سے بلکہ دس لاکھ سے افضل ہے اور برتر گنا جاتا ہے - جب تیرے فضیلت عالم ظاہر ہوگئی - اور عقل
اسکی خوبی سے ماہر ہوگئی - تو خدا تمپر رحم فرمائے یہہ بھی خوب جان لو - اور اپنے دل مین ٹہان لو - کہ وہ علم کہ جسکی قدر سب
علمون سے افضل و برتر ہے - جسکی بزرگی و شرف سب سے بہتر ہے - جو دنیا و آخرت کے مطلبون مین سب سے زیادہ نفع
رکھتا ہے - جسکے صفت و کمال کی بلندی تک کوئی کمال نہین پہونچ سکتا ہے - جسکا جاہ و جلال اکمل ہے - جسکے حسن و جمال کی
رغبت افضل ہی - وہ علم معارف دینیہ و معالم یقینیہ ہے - جسمین اصول دین کے باتون کی پہچان ہے - جسمین یقینی باتون
کی چہان بنان ہے - اسلئے کہ سعادت عظمی پر فائز ہونیکا اسی پر دارومدار ہے - دنیا و آخرت کی کرامتین ملنے کا یہی قول و قرار ہے
جس علم مین ان باتون کا پورا بیان ہوتا ہی - اسکا نام علم کلام ہے - وہ اور علمون مین ایسا جیسے اور ستارون مین آفتاب کا نام ہے

جسکی قدر سب علمون سے بڑہی چڑہی ہے۔ جسکے منزلت سب سے زیادہ چڑہی بڑہی ہے۔ جسکی شان اعلی جسکی دلیل بہی اقوی۔ جسکی حجتین سب سے زیادہ مضبوط ومتقن۔ جسکا بیان سب سے زیادہ صاف وروشن۔ اسلیئے کہ اسی علم کلام سے تو وہ دین نکلتی ہین اور یہی انکی آنکہین ہیں۔ اور اسی کو وہ لیئے جاتے ہین۔ اور اسی کیساتہ تو انکی گرفت اور پکڑ ہے۔ اسی کے سہارے پر چلنے والا نہ حیران ہوتا ہے نہ بھٹکتا ہے۔ اسکے آسرا کرنیوالے سے گردنہ کبہی جہالت بہرتی ہے۔ نہ اسکے پاس شبہہ کبہی پہٹکتا ہے۔ اس سے دلون کے قفل کہلجاتے ہین۔ اس سے تقلید کی بیڑی کٹتی ہے۔ گردنون سے تقلید کے زنجیر وطوق نکل اٹہتے ہین۔ حق پر جبکر کرنیوالون کے کلام اسی سے قوت پکڑتے ہین۔ ہر مطلب پر بخوبی پہونچ جاتے ہین۔ اسی کی مدد سے دین حق ظاہر کرنیوالی دلیلون مین ہر کج بحث اور ہٹ دہرم کو بند کرتے ہین۔ دشمنون کا مقابلہ کرتے ہین۔ جب جہگڑا ہو توان کے درنجے بڑہتے ہین۔ دین مبین سے حملون کو رد کرتے ہین۔ جب انکے رتبے بلند ہوگئے ہین۔ اور ان کے امامون نے بہی یہی ارشاد فرمایا ہے۔ انکے رتبون کی بلندی کو بتایا ہے۔ احتجاج طبرسی مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمارے شیعون کے عالم گویا درہ کوہ اور کہو کے موہنہ پر کہڑے ہین جس مین شیطان بہرے ہین۔ اسلیئے کہ ان شیطانون کو اس سے نکلنے سے روکین۔ تاکہ کمزور شیعون پر حملہ نکرین۔ اور انپر وہ شیطان اور اسکے تابعدار غالب نہ آئین۔ یہہ خوب سمجہ لو کہ جو شخص ہمارے شیعون مین سے اس کام پر کمر باندہ لے وہ افضل ہے اس شخص سے کہ جو شام وترک ودیلم کے کفار سے دس لاکہہ مرتبہ جہاد کرے۔ اسلیئے کہ شخص اول ہمارے دوستون کے دین کے اور ہمارے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس سے حملون کو روکتا ہے۔ اور شخص ثانی فقط اہل دین کے بدنون کی حفاظت کرتا ہے۔ اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمانہ غیبت امام قائم علیہ السلام مین یہ علما نہوتے جو لوگون کو بتاتے رہتے ہین۔ اور ان امام غائب کیطرف دعوت وہدایت کرتے ہین۔ اور دین خدا سے دشمنون کے وار دفع کرتے ہین اور کمزور وجاہل شیعون کو اور بندگان خدا کو ابلیس کے جال اور پہندے سے بچاتے ہین۔ اور ناصبیون کے بہکانے سے روکتے ہین۔ تو کوئی شخص بغیر مرتد ہوئے۔ اور دین خدا سے پہرے ہوئے نرہتا۔ لیکن یہی لوگ ہین جو کم علم شیعون کے دلون کی باگ روکے ہوئے ہین۔ جسطرح ملاح کشتی کا سکان اور چپو اس لیئے رہتا ہے۔ اور اسکو تباہی سے بچاتا ہے پس یہی ہین وہ علما جو افضل ہین خدا تعالی کے نزدیک۔ اور یہہ بہی روایت انہین حضرت سے ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ہمارے شیعون کے وہ عالم جو ضعیف الاعتقاد اور ہمارے کم علم وکمزور دوستون اور موالیون کے دین کو قائم رکہتے ہین جب وہ روز قیامت مین آئینگے توانکے سرون کے تاج نہایت روشن ومنور ہونگے۔ ہر ایک عالم کے سر پر ایک تاج بیش بہا اور نورانی وپر ضیا ہوگا جسکے نور کی شعاعین اور کرنین تمام میدان حشر مین بچہتی ہونگی۔ جسکا دور تین لاکہہ برس کی راہ کا ہے پس انکے تاجون کے شعاع کی کرنیان تمام میدان حشر مین پہیلی اور بچہی ہونگی پس کوئی بیچارہ یتیم جو اپنے امامون سے چھوٹ گیا ہے جسکی کفالت اس عالم نے کی ہوگی۔ یا اسکو ظلمت جہالت سے علم کی روشنی مین لایا ہوگا یا صحرای حیرت کی گمراہی سے اسے نکالا ہوگا ایسا نہوگا جو ان شعاعون کی کرنون سے نہ متعلق ہو۔ پس جن جنکی انسے کچہ بہی لو لگی ہوگی وہ انہین شعاعون کی نور کی کشش سے میدان حشر سے اتنا بلند ہونگے کہ بہشت کے اوپر ٹہیک مقابل اسکے ہو بچہینگے اور انہین شعاعون کی کرنون کے ذریعہ سے اپنے اپنے مکانون اور منزلون مین جو انکیواسطے ہمسایہ مین انکے ہادی استادون اور معلمون کے اور سامنے انکے امامون کی بارگاہون کے جنکے وہ نام لیوا تہے بنائے گئے ہین اوتر ینگے اور جو جو ناصبی ودشمن اہلبیت اور انکے مخالف مین انکے واسطے یہی شعاعین انکی آنکہون مین گہسکر انکو اندہا کر ینگے۔ اور کانون کو بہرا۔ اور زبان کو گونگا۔ اور آتش جہنم کے شعلون اور لوکون سے زیادہ انکو گہیر کر جلائین اور جہلسا ئینگے۔ اور ان سب ناصبیون کو سمیٹکر جہنم کی دہکتی

اور بہڑکتی ہوئی آگ مین جہونک دینگے کہ یہ سب اُن بیچارے کمزور جاہل شیعون کو بہکاتے تہے۔ اور جہنم کی راہ پر بلاتے تہے
اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ دوستداران محمد صلی اللہ علیہ وآلہ لاچار بیکس مسکین ہین انکے ساتہ
سلوک کرنا بہتر اور افضل ہے سلوک کرنیسے اُن فقیرون اور مسکینون کے جو محتاج مال ہون۔ اسلیئے کہ وہ بیچارے کچہ ہاتہ
پیر نہین ہلا سکتے۔ اعداء دین اور دشمنان خدا سے مقابلہ کی قوت و طاقت نہین رکہتے۔ جو انکے دین کی باتون مین انہین
پہنسلاتے ہین۔ اور اُنکے اعتقادون اور رائیون کو سفیہانہ بتلاتے ہین۔ پس خوب سمجہ لو کہ جو شخص اُن بیچارون مسکینون
کو خوب دین حق کی باتین سمجہائے۔ اور علم و فقہ سے انکو قوت دار بنائے۔ اور پڑہا لکہا کر انکی ناچاری کو اُسنے مٹائے
کہ اپنے ظاہری دشمن ناصبیون اور مخالفون پر غالب آئین اور باطنی دشمن شیطان اور اسکے لشکر کو دین خدا کے مقابلہ سے
بہگائین۔ اور دوستداران آل رسول کو اُن سرکشون سے بچائین۔ تو حقتعالی بہی یہ کرتا ہے کہ اُن ناصبیون کے شیطانون کو بہی کمزور
ولاچار کردیتا ہے۔ کہ پہر وہ بہکانے اور بہٹکانیسے عاجز و مجبور ہوجاتے ہین۔ اور اُس شخص کی جزا یہ ہے کہ گویا اُسنے پورا
حق خدا کا جو زبانی رسول کی معلوم ہوا ادا کیا۔ اور پہر بہی حضرت امام حسن عسکری ع نے ارشاد فرمایا کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب
علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس مسکین کو جو دین کی باتون مین معذور ہو اور معرفت مین کمزور و مجبور ہو اسکو خوب امور دین حق
سکہائے اور سمجہائے اور مقابلہ کیلیئے ناصبی و مخالف کے طاقت و قوت دار بنائے کہ بحث مین وہ شخص اس مخالف پر
غالب آئے۔ تو حق تعالی اس ہادی و عالم کی اس وقت تلقین کریگا جب وہ قبر مین رکہا جائیگا کہ جواب مین نکیرین کے کہے گا
اللہ ربی و محمد نبیی و علی ولیی والکعبة قبلتی والقرآن بہجتی وعدتی والمومنون اخوانی اللہ میرا
پروردگار اور محمد میرے نبی و پیغامبر کردگار۔ اور علی میرے ولی اور مالک و مختار ہین۔ کعبہ میرا قبلہ۔ قرآن میری خوشی کا نقشہ
اور آخرت کا توشہ۔ اور مومنون سے ایمانی بہائی برادری کا رشتہ ہے اُسوقت حقتعالی کا ارشاد ہوگا کہ تو اپنی حجت تمام کرچکا اور
بہشت کے عمدہ اور عالی عالی درجے تیرے لیئے واجب ہوگئے۔ اور تو انکا مستوجب ہوا۔ اسیوقت سے قبر اسکی بنا شما
دکہائیگی۔ باغہائے بہشت کا سب سے زیادہ سبز و شاداب دلکش گلزار بنجائیگی۔ اور فرمایا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ع
نے کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا ع نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز دو عورتین آپسمین لڑتی جہگڑتی ہوئی آئین کچہ امر دین مین نزاع تہی ایک مومنہ
معاندہ و مخالفہ دوسری مومنہ تہی جناب سیدہ نے مومنہ سے حجۃ و دلیل بتائی وہ مومنہ اُس معاندہ پر اُس دلیل کے سبب سے بحث مین غالب آئی
اور نہایت درجہ خوش ہوئی حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ فرشتے تیرے غالب آنیسے اس پر تیری خوشی سے بہت زیادہ خوش ہین
اور شیطان اور اسکا گروہ بہ نسبت اس معاندہ کے رنج کے زیادہ رنجیدہ ہے اور حق تعالی نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ
کیلیئے جو کچہ ہمنے بہشت مین مہیا کیا اُس سے دس لاکہ حصہ اور زیادہ کرو اسکے عوض مین کہ انہون نے ایک بیچاری قیدی جہالت
کے بندی کو کہولا۔ اور یہی طریقہ جاری رکہو ہر ایک کیلیئے جو کسی جہالت کے قیدی بیچارہ کی بندی اور بیڑی علم سے کہولے اور وہ کسی
مخالف پر بحث مین غالب آئے کہ جو اسکے واسطے بہشت مین مقرر ہے اوس سے دس لاکہ گنا اور زیادہ کرو۔ فرمایا
ابو محمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کہ ایک شخص کچہ ہدیہ و تحفہ خدمت بابرکت امام حسن ع مین لیکر حاضر ہوا حضرت
نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تجہکو کیا پسند ہے اس تحفہ کی عوض اسکا بیس گنا بیس ہزار درہم تجہکو دون یا ایک دروازہ علم کا
تجہپر کہولون جسکے سبب سے تو فلان ناصبی پر جو تیرے قصبہ مین رہتا ہے غالب آئے اور اپنے کم علم جاہل محلہ والون کو اُس
ناصبی کے فریب اور پہندے سے چہڑائے۔ اور اُسکے بہکانیسے بچائے اگر تو نے اچہی بات کو انمین سے اختیار کیا تو مین بہی
دونون چیزین تجہکو دیدونگا اور اگر تو نے بُری بات کو پسند کیا تو مینے تجہکو اختیار دیا کہ جو چاہتا ان دونون مین سے لیتا

اس شخص نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ ع کیا میرا اُس ناصبی پر غالب آنا اور کمزور جاہل مومنون کو اسکے ہاتھ سے چھڑانا ہزار درہم کی برابر ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ بہت کمتر ہے بلکہ اسکا ثواب دنیا سے دو کرور درجے زیادہ اور بہتر ہے اُسنے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ پھر بھلا افضل کو چھوڑ کر بدتر کیونکر اختیار کرون بہتر ہے کہ وہ ایک کلمہ علم کا حاصل کرون جس سے اُس ناصبی پر غالب آؤن اور بندگان خدا کو اسکے فریب سے بچاؤن اسوقت جناب امام حسن ع نے ارشاد فرمایا کہ تونے اچھی چیز کو اختیار کیا پس اسکو وہ علم تعلیم فرمایا اور بیس ہزار درہم بھی عطا فرما کر اسکو مالامال کر دیا - وہ شخص اپنے وطن گیا اور اُس ناصبی پر غالب آیا - اور بحث مین اسکو بند کیا پھر یہہ خبر حضرت کو پہنچی اور جب وہ شخص حاضر خدمت بابرکت ہوا تو حضرت نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ ای بندہ خدا جو تونے نفع اٹھایا وہ کسی نے نہین پایا - جو تونے تجارت کی - اور پھر کسی نے تیری دوستون مین نہ جسارت کی - ایک تو تونے محبت خدا حاصل کی - دوسرے محبت محمد مصطفے صلی - تیسرے محبت علی ابن ابیطالب پائی چوتھے دوستی اہل بیت طیبین وطاہرین کی لذت اٹھائی - پانچوین ملائکہ مقربین سے دوستی ہوئی - چھٹے تیرے برادران ایمانی کی محبت سے تیری ساکھہ بندہی - ساتوین جتنے دنیا مین مومن و کافر ہین اونکی تعداد سے ہزار گنا اس چیز سے جو دنیا سے افضل ہے اپنی گود بھری - بس مبارک ہو تجکو مبارک ہو - اور یہہ بھی حضرت ابو محمد امام حسن عسکری سے روایت ہی کہ فرمایا حضرت امام جعفر صادق ع نے کہ جس شخص کی ہمت و قصد یہہ ہے کہ ناصبیون کی سرکشی کو ہم اہلبیت کے دوستون سے توڑے اور انکی گردنین مروڑے - اور جو تہمت و عیب وہ لگائین اُسکو دفع کرے - اور ہمارے اور مومنون کی خود انکی برائیان اور عیب انکو دکہائے - اور محمد اور آل محمد کے امر کی عظمت کو بڑہائے - تو اس شخص کیواسطے بہشت مین بعوض ہر حرف کے جو اپنی حجت و دلیل مین اعداء دین پر لائے - اتنے فرشتے قصر و مکان بناتے ہین - جو تعداد مین اہل دنیا سے زیادہ ہوتے ہین - اور ہر ایک کی طاقت و قوت آسمانون اور زمینون کے اٹھانیکی طاقت و قوت سے زیادہ ہے - پس اتنے مکان اور اتنی نعمتین اور اتنے قصر ہوسکتے ہین کہ جنکی مقدار کو سوای پروردگار کوئی نہین جانتا ہے - اور یہہ بھی حضرت ابو محمد نے ارشاد فرمایا کہ جناب امام علی بن موسی رضا ع نے ارشاد فرمایا ہی کہ ہماری محبون اور دوستون مین سے عالم جن چیزون کو بروز فقر و فاقہ و ذلت و مسکنت یعنی روز قیامت اپنے سامنے رکھیگا - اور اپنا پیشوا سمجھکر چہاتی پکڑیگا انمین افضل وہ چیز ہوگی کہ دار دنیا مین کسی ہمارے مسکین دوست و محب کی دادرسی کی ہوگی اور اُسکو کسی ناصبی دشمن خدا و رسول کے ہاتھ سے چھڑایا ہوگا - پس جب وہ عالم اپنی قبر سے اُٹھیگا تو فرشتے اُسکی قبر کے کنارہ سے اُس جگہہ تک جو بہشت مین اُسکے لئے ہے صفین باندہے ہونگے - اور اپنے پرون پر اُسکو اُٹھالینگے - اور ہاتون ہاتھہ بہشت مین پہونچا دینگے - اور خوشی خوشی سب کہتے جائینگے - کہ خوشا حال تیرا کیا اچھا ہے مآل تیرا ای مددگار نیکو کار ابرار و ناصبی کتون کو لٹنے ہکانیوالے - اُنکے حملون سے انہین بچانیوالے - ای دین و دیندارون کے حامی اور دین حق مین مضبوط قدم جمانیوالے - اور حضرت ابو محمد سے یہہ بھی روایت ہے کہ حضرت نے اپنے بعض شاگردون سے ارشاد فرمایا ایکروز کچہ لوگ محبین و موالیان اہلبیت سے اُنحضرت کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ ع ہمارے ہمسایہ مین ایک ناصبی ہے وہ ہمکو اذیت دیا کرتا ہے اور اول و ثانی و ثالث کی فضیلت مین جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب ع پر ہمسے حجت و تکرار کیا کرتا ہے اور حجتین و دلیلین بتاتا ہے ہماری سمجہ مین نہین آتا ہے کہ اسے کیونکر جواب دین اور اس سے کیونکر چھٹکارا کرین حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ لوگ جمع ہون اور آپس مین بیٹھکر باتین کرین تو تو وہان جانا - اور چپکا بیٹھکر انکی باتین سننا - خود سے چھیڑ نکرنا - جب وہ تجسے خود ہی ہوک کر بات کی خواہش کرین تو اُونسے گفتگو کرنا - اور اپنی گفتگو سے انکو بند کرنا اور اُسکی عزت و شان کے ٹکڑے اڑا دینا - اور انکی تیزی کو کرکرا کر دینا - اور پھر کوی رگ و ریشہ باقی نرکہنا - یہ سنکر وہ شخص گیا

اور جہاں وہ لوگ جمع ہوتے تھے آیا - جب وہ لوگ جمع ہوئی اور گفتگو کا موقع پایا تو انکو ایسا کنوان جہنکایا - اور اوندہے موبنہ گرایا - کہ پھر انہون نے یہ پتا نہ پایا کہ آسمان نے انہیں اٹھایا - یا زمین نے انہیں دبایا - پھر مومنین کہتے ہین کہ اس امر سے ایسی خوشی و مسرت ہمکو حاصل ہوئی جسے خدا ہی جانتا ہے - اور اُن ناصبیونکو مثل ہماری فرحت و سرور کے ایسا رنج و غم ہوا جسکو انکا دل خوب پہچانتا ہے - پہر ہم جب اپنے امام کیخدمت میں حاضر ہوئے ہمسے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جتنا طرب و خوشی و مسرت ہمکو حاصل ہوئی - اس سے زیادہ آسمان والون پر شامل تہے - اور جتنا رنج و ملال اُن لوگون کو ملا - اُس سے بڑہکر ابلیس اور اُسکے ہمراہی شیطانون کو ہوا - اور یہ خوب صحیح سمجہو کہ اُس بندہ خدا پر جسنے اس سرکش کی سرکشی توڑ دی - ملائک آسمان اور سب حجابون اور کرسی نے صلوات بہیجی - اور حق تعالے نے اُنکی صلوٰۃ کو قبول کیا - اور اُس شخص کو اِسواسطے درجہ و مقام بزرگ عطا فرمایا - اور ثواب عظیم عطا ہوا - اور انہین فرشتون نے اُس دشمن خدا پر جسکی سرکشی توڑی گئی اور گردن عناد مروڑی گئی لعنت بہیجی - اور پروردگار عالم نے قبول فرمائی - اور اُسکے عذاب کو طول دیا - اور حساب اسکا شدید کیا - اور مثل اسی کے بہت خبرین اور روایتین ہین - ایسی اکثر حدیثین اور حکایتین ہین - اب جسوقت یہ فضل و شرف اسکے معلوم ہوئے تو یہ بہی جاننا ضرور ہے کہ باوجود اس علم کے ایسی شان و جلالت کے اور ایسی عزت و عظمت کے مصنفین نے جیسا چاہئے تہا ویسا نہین لکہا - اور جو اسکا حق تہا اُسے ادا نہین کیا - کیونکہ مینے ان کتابون کو جو میرے پاس اس فن کی تہین خود دیکہا ہے مینے کسی کو بہی نہین دیکہا اسطرح پر بیان کیا ہو جس سے دل کی تسلی ہو ہماری مٹے - اور پیاسے کو تسکین ہو - اور [illegible] تعجب - اسلئے کہ مختصرات انکے مقصود تک نہین پہونچاتے ہین - اور مطولات انکے علاوہ تہکانے کے متحیر بناتے ہین - بعضون نے مطلبون کے چہرے سے نقاب اٹہالی ہے - مگر دلیلون کی ایسی صورت دکہائی - جو اُنکے دل کو بہائی ہے - بعضون نے حق و باطل مین ملی جلی دلیلون سے اپنی رای کو رواج دیا ہے - لیکن یہ نہ سمجہا کہ کہوٹا کہرا پرکہنے والا پیچہے پڑا ہے - بعضون نے فقط بڑے بڑے عمدہ چوٹی کے مسئلون کو بیان کیا ہے جو اگلے لوگون کی فکرون سے حاصل ہوئے اور یہ خیال نکیا کہ زندون کی تقلید اصول دین مین جائز نہین تو مُردون کے قول کب اس قابل ہوئے ہین - بعضون نے اپنا یہ شیوہ اختیار کیا کہ کلام مخالف کے باطل کرنے مین فقط منع اور دعوی قبول نکرنے پر اختصار کیا - لیکن عقلمندون کی نظر مین کب سماتا ہے اور کہان ٹہرتا ہے - اس روگ کے اگے بال برابر ہوتا ہے - اور کب ہوکے کا پیٹ بہرتا ہے - بعضون نے اپنے عقیدہ کے ثابت کرنے مین فقط انہین پر جو اپنے نزدیک دلیل و برہان سمجہے اکتفا کی - اور مخالف کی نہ حجت بیان کی - نہ اسکی دلیل توڑی نہ مخالف کی دلیلین اور شبہے جو انہون نے بیان کئے تہے لیکن جسطرح اُسنے بیان کئے تہے اسطرح صاف صاف نہ لکہے - بعضون نے عالمون کے کلام کو رد کیا - لیکن انکی عبارت کو نہین دیکہا - جس سے مخالف نے تہمت کا دہبہ لگایا - اور بیہودہ کلام سمجہکر اس سے موبنہ پہرایا - بس ایسی ہی ایسی باتون نے مجہے آمادہ کیا - اسی سے مینے ارادہ کیا کہ ایک کتاب ایسی لکہون کہ جسکو خالص عقل کی جواہرات کا خزانہ بناؤن - اور جسمین کہوٹے کو چہلکے سے تمیز دلاؤن اور مطالب کی تحریر اور مذہب کی تقریر مین کوشش کرون - اور سستی کو کام مین نہ لاؤن اور ایسی دلیلین جو بالکل پیش پا افتادہ تہین - اور بہت ظاہر تہین انکو ترک کیا - اور اسیطرح وہ شبہے جو بالکل بیہودہ تہے انکو چہوڑ دیا - اور دلیلون اور مطلبون کی جانچ پڑتال - دیکہ بہال - مین ایسے ایسے نکتے بیان کئے جو تحقیق کے دریا بہاتے ہین - اور وہ فقرے لکہے ہین جو نہایت باریکیون تک پہونچاتے ہین - اور مینے اسکو وہ زینہ بنایا ہے - جس سے بڑے بڑے بزرگی کے درجے پر چڑہ جائے - اور اسکے وسیلے سے نیکیون اور نیک بختیون کا دُر آبدار اور گوہر شب چراغ ہاتہ آئے - جملہ اسطرح اسکی موتیون کی لڑی ہین - مضامین عالیہ نہین بازیب و زینت

عمارتین اور بڑی بڑی بارگاہین کہڑی ہین - وہ حق حق عقیدہ اسمین ہین کہ ہر شخص انکے آسرے اور سہارے لیکے کشتی نجات پر سوار ہوکر ہلاکت سے بچ سکتا ہے - وہ سچے سچے مطلب اسکے ہین جن سے خوشنودی مالک زمین و آسمان کے قریب پہنچ سکتا ہے - اسکی حجتون کے وہ مضبوطی و رسائی ہے - کہ گویا قصر امید و منزل مقصود کی شاہراہ اور سیدہی سڑکین ہین - تفسیر اسکی جیسی روشن چراغ فانوس ہے - بیان صاف صاف اسکا جس سے ہر امید کی آس اور جس سے دل مانوس ہے - خلاصہ یہ ہی کہ یہ کتاب چراغ روشن اور مشعل پر ضیا ہے - جس سے آدمی صورت و حیوان خصلت جہنڈ کے جہنڈ ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ ظلمت و تاریکی سے راہ پر آتے ہین - اور وہ لوگ جو سوائے خدا کے اپنے بتون کو رات دن پوجتے ہین - اور خدا مانتے نہین - وہ ہدایت پاتے ہین - اس مین کافرون اور منکرون کی ناک گھسنے کیواسطے ایسے ایسے قاعدے ہین کہ جس سے ہدایت قبول کرنیوالے اپنے مطلوبون کی راہ مین ہدایت پاتے ہین - اور منکر اسی سے تلوارون کے زخم اور نیزون کے گہاو کا مزا اٹہاتے ہین اور مجہے اپنی زندگی کی قسم یہ کتاب ایسی ہے کہ گویا بزبان حال داعی الی اللہ ہے - اسکے بلاد مین اسکے غبار کہ دین حق کیطرف لوگون کو کھینچتی ہے - اور حاکم و والی ہے ہر کتاب پر جو تصنیف ہوئی اور اسکے شرف و ہدایت و ارشاد کو نہین پہنچی ہے - یہ ایک شاہراہ روشن ہے اسکے لئے جو اسکی نورانی ہدایتون پر چلے - اور یہ پوری پوری رسائی رکہنے والی حجت ہے - جو اسکے آثار کی پیروی سے غفلت کرے - حاصل یہ ہے کہ یہ وہ کتاب جامع ہے جسکی جامعیت مین کوئی شک و شبہہ نہین ہوسکتا - اون حقائق و دقائق اور اسی تحقیقون اور باریکیون پر شامل ہے جنکا پتہ مخالف و موافق کی کتابون مین نہین چلتا - اور جنکا کوئی اثر کتابون مین نہین ملتا - والحمد للہ رب العالمین ٥ حمد و ثنا کا وہی سزاوار ہے جو تمام عالمون کا پروردگار ہے - پھر آپ یہی جان لے خدا الخبیر رحم کرے امام الاشاعرہ فخر الدین محمد بن عمر الرازی نے اپنی کتاب نہایۃ العقول کے دیباچہ مین اس کتاب کے تعریف و امتیاز مین اور کتابون پر جو اس فن مین تصنیف ہوئی ہین تین وجہین بیان کی ہین پہلی وجہ یہ ہے کہ تمام سوال و جواب اسمین بہرے ہین - اور تمام مشکلات کے دریا وہنی غوطہ زنی کرکے اسطرح بہرے ہین کہ ہر شخص اپنی مدت کے عالمون کی کتابسے زیادہ نفع اس کتاب سے حاصل ہو - اسلیے کہ مینے ہر کلام کو نہایت پاک و پاکیزہ اور ہر بحث کو بنہایت صاف صاف بیان کیا ہی یہانتک کہ اگر کسی مذہب کی دلیل اون مذہب والون مین نہ پائی یا تہی مگر قابل اعتبار نہ تہی تو مینے خود جہانتک ممکن ہوا کوشش کرکے اونکی طرف سے دلیل بنائی اگرچہ آخر مین اسکو رد کیا اور اہل سنت و جماعت کا مذہب اختیار کیا اور دلیلون کیساتھ بیان کرونگا کہ یہ وہی مذہب ہے جسکا گوش ہوش تابع فرمان ہونا چاہئے دوسری وجہ استنباط کرنا اور پیدا کرنا حقیقی دلیلون کا اور نقلی برہانون کا جس سے حقیقی علم اور پورا یقین حاصل ہو - نہ تنہا الزام لگانا جنکے بیان سے منتہائے مقصود عاجز کرنا اور ساکت کرنا ہوتا ہی تیسری وجہ وہ عجیب و غریب اسکی ترتیب ہے وہ عمدہ و پسندیدہ اسکی ترکیب ہے جسکے التزام سے تمام شکوک و شبہات کا وارد کرنا اسکے ملتزم پر لازم ہے اور واجب ہوتا ہے بچنا اوسے اس کلام و تقریر سے جو زائد و لا حاصل ہے اور اس کتاب کو نہین سمجھ سکتا مگر وہ شخص جو پہلے علم الکلام علما کی تحصیل کر چکا ہو - اور اکثر مباحثون پر علمای محققین و مبطلین و موافقین و مخالفین کے گذر چکا ہو - تا کہ اس کتاب مین جو دلیلین قطعی اور تسکین مشکل و قوی ہین انکے سمجھنے کی طاقت و قوت حاصل ہو - اسلیے کہ بہت کم مینے مقدمات اور ابتدائی باتون مین کلام کیا ہے بلکہ زیادہ توجہ کو خالص انتہائے امرون مین صرف کیا ہے - ختم ہوا کلام امام رازی اب مین کہتا ہون کہ سچ کہا اپنے اس قول مین وجہ اول سے آخری وجہ تک جو کچھ کہا اور میری بہی یہ کتاب اسطرح کی ہے کہ وہ تینون وجہین بہی ہین اور اونکے علاوہ اسکی فوقیت کی اور بہی کئی وجہین ہین - انہین سے یہ ہے کہ مینے

اس کتاب مین کلام فخر رازی کو معہ عبارت کے ذکر کیا ہے جہان وہ خلاف اہلبیت رسول محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے چلا ہے - اور غوایت مین پڑا ہے - اور کشتی نجات اہلبیت پر سوار نہین ہوا - پس غرق و ہلاک ہوا ہے - پھر مینے اُس کلام پر اعتراض کے چہبر رکہکر اسکی کمر کو توڑا - اور جوڑ جوڑ بند بند اسکا چکنا چور کیا - اور کسی ہڈی پسلی کو نچہوڑا - اور جو کچہ اسمین ہذیان اور ناریبا تہا اُسکو رد کیا - اور ظاہر کر دیا کہ یہ کلام محض تعصب و عناد سے بھرا ہے - اور انکا اسکا تعسف و لجاج سے ہوا ہے - اور محبت جاہ و ریاست نے اسکو کہینچا ہے - اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ جسنے نصرت و مدد دین اشاعرہ کے لیے کہا ہے وہ کلام خرافت و ہذیان سے بھرا ہے - اور شاہد و گواہ ہمارے کلام کا ہر دانشکار کہونے کہری کا پرکہنے والا ہے - اور خدا ہدایت کرنیوالا اور اُسی کیطرف ہر شخص جانیوالا ہے - اور میری اس کتاب کو یہ بھی شرف کتاب فخر رازی پر بڑا بھاری ہے کہ اسمین ادلہ عقلیہ کو براہین نقلیہ سے تقویت زیادہ ہوگئی ہے - اور اسکی خوبی بعض مسائل توحید کے بیان مین ذکر ہوی ہے - اور وہ کتاب اکثر مقامات مین اس سے خالی و عاری ہے - اور یہہ فضل و مزیت میری کتاب کو ہے کہ وہ کتاب خالی ہے بعض مسائل مبحث عدالت سے یا بعض مباحث امامت سے یا اور دیگر بحثون سے اور انکی وجہون سے جو اُن مذہب والون نے اپنے مذہب کی نصرت مین ذکر کی ہین اُنکو مینے دیگر کتب مخالفین سے زیادہ کیا پھر وہ وجوہ شافیہ کافیہ سے رد و باطل ہوئی ہین جیسا کہ اُس شخص پر جسکو مشق و مہارت علم کلام مین ہے اُسپر آشکار ہے اور خدا کا اسرار اور اُسی کا سہارا ہے - اور یہ بھی ضرور و واجب ہے کہ آگاہ کرون اور عذر کرون کہ جہان ضرورت کسی عبارت کے نقل کی ہوئی تو اکثر کتابین مؤلفین و مخالفین کی تہین جنمین غلطیان زیادہ تہین اور انہین سے ضرورت مین نقل لکہدی اور پھر اب تک صحیح نسخے ایسے نہ ملے جن سے مقابلہ کیا جاتا - پس اگر حقتعالی نے توفیق دی اور یہہ نصیب کیا تو بہتر کیا کہنا نہین تو تمام برادران ایمانی اور دوستان روحانی سے امید ہے کہ میرے عذر کو قبول کرین اور مجہے معاف فرماوین - اسلیے کہ آپ ہی حضرات سے عفو کی امید نہو تو کس سے ہو - اور اس بات مین بہی بعض علماء سابقین کی پیروی مجہے حاصل ہو لے - ایک امین سے جناب شیخ علی بن عیسی اربلی رحمہ اللہ ہین کہ انہون نے کشف الغمہ کے خاتمہ مین تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب کشف الغمہ کو کئی کتابون سے نقل کیا ہے - اور پھر دوبارہ مقابلہ کرنا اور انکا دیکہنا نہو سکا - تو اب مین اس کتاب کشف الغمہ کے ملاحظہ کرنیوالے سے امید عفو و عطا اور التماس دعا کرتا ہون اور جہان پر میری نظر چوک گئی ہو اور فکر و تامل نہ پہونچی ہو - اُسکو اصلاح دین - اور درست کرین - اور کتاب طبرسی علیہ الرحمہ کا نسخہ جس سے مینے نقل لکہی وہ نہایت درجہ غلط اور کٹا کٹا تہا - پس مینے اپنی سمجہ کیموافق اسکو بنایا اور اس مقام پر نشان دیا - اور بعض مقامات کو سادہ چہوڑا - انشاءاللہ اس نسخہ کے سوا دوسرے نسخہ سے پھر اسکو صحیح کرونگا - اگر مجہی کو یہ نصیب ہوا تو خیر اور نہ جسکو خدا توفیق دے اُسپر یہ درست کرنا موقوف رہا تمام ہوا کلام صاحب کشف الغمہ اعلی اللہ مقامہ - پھر یہ بہی جاننا چاہیے کہ جب یہ کتاب اسطرح درست و تیار ہوئی تو مینے نام اسکا **مرآت العقول فی علم الاصول** رکہا اسلیے کہ یہ کتاب مختلف مذہبون کے اقوال پر شامل ہے - جس سے طرح طرح کی رائین اور قسم قسم کے خیالون کی صورتین ظاہر اور حاصل ہین - جسطرح سے آئینہ طرح طرح کی جدا جدا صورتین دکہاتا ہے اسیطرح اس کتاب مین ہر ایک مذہب کا نیا نیا جلوہ سامنے آتا ہے اور اسلیے کہ اس کتاب مین ہر ایک مذہب کے دلیلون کی بُرای بہلای دکہای ہے جس سے اسنے یہ لیاقت پای ہے کہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کی نیکی اور بدی کو دیکہے اور اسکے وسیلہ اور ذریعہ سے عقل سے سمجہکر اچہا ہووے اور براٸیون مین تمیز کرے - جسطرح آئینہ اچہائیون اور برائیون

مقدرت مصنف کتاب مصنف

وجہ تسمیہ کتاب مستطاب

کو دکہاتا ہے خوبی و زشتی صورتون کی بتاتا ہے - اور اسلیے کہ جب صاحب عقل و ہنر اس کتاب مین نظر کریگا - اور جو
اُسکے مذہب مین اسکو عیب نظر آئیگا تو مذہب حق کو اختیار کرکے اُس عیب کو باسانی مٹا سکیگا - جسطرح آئینہ کو
دیکہکر جو میل کچیل کے دہبے چہرے پر ہون انکو چھڑاتے ہین - اور زیب و زینت و تر و تازگی چہرے کی بڑہاتے ہین
اور لقب اسکا **عماد الاسلام فی علم الکلام** رکہا اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ اسکو ستون دین اسلام ہونیسے ہر شخص
باخبر و ماہر ہے - پروردگار عالم مجکو اور تمام مومنین کو اس کتاب سے نفع دے - اور مجکو اور ان کو راہ راست و صراط مستقیم
کی ہدایت کرے - اور اس کتاب کو افضل قربات اور باقیات الصالحات سے بنائے خداوندا مین تجہسے مخلصون
کی طرح دعا کرتا ہون کہ مہتدیون کے راہ کی مجکو ہدایت کر - مجتہدون کا اجتہاد مجکو عنایت کر جو تیری رحمت سے غافل اور
دور ہین انسے نہ قربت کر - اور روز قیامت مین میری مغفرت کر - اور اب پہر مین دوبارا یہ کہتا ہون کہ حمد و ثنا
کا وہی سزاوار ہے - جو تمام عالمون کا پروردگار ہے - اور صلوۃ و سلام خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفے و
آلہ اجمعین سید الوصیین امیر المومنین علی مرتضیٰ اور انکی اولاد طیبین طاہرین الائمہ نجبا پر نازل فرما - پہر بعد حمد و صلوۃ
کے معلوم ہو کہ اس کتاب مین پانچ مقصد اور ایک خاتمہ ہے - پہلا مقصد بیان مین توحید کے اور اسمین کئی
مقدمے اور کئی فصلین ہین پہلا مقدمہ بیان مین ایک حدیث کے اور اسکے لفظون کے متعلق جو بیان ہی اور بعض
مطلب جو اس سے حاصل ہوتے ہین اونکا تفصیل سے بیان - اور اس حدیث کو اس مقام مین مینے ذکر کیا - اور اسیطرح
ہر مقصد کے شروع مین اسکے مناسب حدیث سے ابتدا کی ہی اسکا باعث محض تیمن و تبرک ہی کلام معصومین علیہم السلام
سے اور ایک یہ بہی بات ہے کہ پہلی ہی کلام سے آگاہی ہوجائے کہ ہمارا مذہب و طریقہ وہی ہے جو اہل بیت معصومین و عترت
طاہرین کا مذہب و طریقہ تہا جنکے دامن سے لپٹے رہنے کا حکم خدا نے دیا ہے - جنکی کشتی پر سوار ہونیسے نجات کا بہروسہ ہے
درود و سلام خدا ہمیشہ انپر نازل رہے - اب مین کہتا ہون کہ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب التوحید مین روایت کی ہے
علی بن احمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ اور علی بن عبد اللہ وراق سے اور یہ دونو کہتے ہین کہ ہمسے محمد بن ہارون صوفی نے کہا
کہ ہمسے ابو تراب عبید اللہ بن موسی رویانی نے زبانی عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی کے بیان کیا عبد العظیم کہتے ہین کہ
ایکدن مینے اپنے سید و سردار علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب صلوات اللہ
علیہم یعنی امام علی نقی علیہ السلام کیخدمت مین حاضر ہوا جیسے ہی نظر حضرت کی مجہپر پڑی نہایت خوشی سے ارشاد فرمایا مرحبا
خوشا حال تمہارا ای ابو القاسم کہ تم ہمارے سچے دوست ہو مینے عرض کیا یابن رسول اللہ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے اعتقاد
اور اصول دین آپ کی خدمت مین عرض کرون اگر صحیح و درست اور آپ کی مرضی کیموافق ہون تو مرتے دم تک انہین پر
باقی رہون حضرت نے محبت سے ارشاد فرمایا کہ ای ابو القاسم بیان کرو مینے عرض کیا کہ میرا قول ہی کہ اللہ تعالی واحد و یکتا ہی اسکی شل و
مانند کوئی شے نہین ہی - دونون حدون ابطال و تشبیہ سے خارج ہے ابطال یہی ہے کہ کچہ بہی نہ ہو اور بالکل باطل ہو - اور نہ
یہ ہے کہ کسی شے سے مشابہ و مشاکل ہو اور یہ بہی اعتقاد رکہتا ہون کہ نہ وہ جسم ہے نہ وہ صورت ہے نہ وہ عرض ہے کہ کسی
مین ہو کر اسے پائے جانیکی ضرورت ہے نہ وہ اسطرحکا جوہر ہے جو خود بخود قائم ہو اگر فلسفی کے دماغ مین سر بسر ہے - بلکہ اسنے
ہر جسم کو بنایا ہے صورتون کی شکل کو دکہایا ہے - عرض و جوہر کا خالق ہے - ہر شی کا پروردگار و رازق ہے - ہر شی کا جاعل
و مالک ہے - ہر شی اسی سے حادث و مالک ہے - اور یہ بہی میرا اعتقاد و قول ہے کہ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ
اُسکے بندے اور رسول ہین جن پر نبوت کا خاتمہ ہوا بعد اوسکے قیامت تک اب کوئی نبی نہو گا - اور یہی مین دل سے کہتا ہون

کہ امام اور خلیفہ اور حاکم برحق بلا فصل بعد اُنکے جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام ہین پہر دوسرے امام حسن ع پہر تیسرے امام حسین ع
چوتھی امام علی بن الحسین زین العابدین ع پانچوین محمد بن علی حضرت امام محمد باقر ع چھٹے جعفر بن محمد حضرت امام جعفر صادق ع ساتوین
موسی بن جعفر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام آٹھوین علی بن موسی حضرت امام علی رضا ع نوین محمد بن علی حضرت امام محمد تقی ع
ہین پہر آنحضرت کے بعد ای مولا و آقا آپ ہین حضرت نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ پہر میرے بعد میرا فرزند حسن یعنی حضرت امام
حسن عسکری ع اسکے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ پہر اونکے بعد اونکے فرزند کے بارہ مین لوگون کا کیا حال اور کیسا خیال ہوگا یعنی
حضرت صاحب الزمان ع کے بارہ مین مین نے عرض کیا کہ اے مولا کیا ارشاد ہوا او سوقت کیا ہوگا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ
یہ وہ زمانہ ہوگا کہ وہ حضرت نظرون سے غائب ہونگے - کوئی انکو نہ دیکھیگا اُنکا نام لیکے انکا ذکر کرنا مباح نہ ہوگا - تاوقتیکہ
وہ ظہور کرین پہر زمین عدل و انصاف سے اسی طرح بھریگی جسطرح ظلم و جور سے بہری تہی - عبد العظیم کہتے ہین کہ مینے عرض کیا
کہ مین اسکا بہی اقرار کرتا ہون اور دل سے کہتا ہون کہ ان سب کا جو دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے انکا دشمن خدا کا
دشمن ہے - انکی اطاعت و فرمانبرداری خدا کی اطاعت انکی نافرمانی و معصیت خدا کی معصیت اور یہ بہی اعتقاد رکہتا ہون اور زبان سے
بھی کہتا ہون کہ معراج حق ہے - بہشت حق ہے - جہنم حق ہے - صراط حق ہے - میزان حق ہے اور دل سے کہتا ہون کہ روز
قیامت ضرور ہوگا کسیطرح اسمین شک نہین ہے - اور کوئی شبہ نہین ہے کہ پروردگار عالم سب مردون کو قبر سے اُٹھائیگا
اور حشر کے میدان مین لائیگا - اور اسکا بہی اقرار کرتا ہون کہ جو فریضے خدا نے واجب کئے ہین اُن سب سے مقدم ولایت و محبت اہل بیت
ہے اور بعد ولایت کے نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج اور جہاد اور امر المعروف و نہی عن المنکر ہے یعنی واجب و مستحب اچھی باتین لوگون
کو بتانا - اور حرام و مکروہ اور بری باتون سے بچانا یہ بہی واجبات سے ہے یہ سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ای ابو القاسم خدا کی قسم
یہی وہ دین خدا ہے جسکو اپنے بندون کے لئے خدا نے پسند فرمایا ہے اور اسی مین اُسکی خوشنودی ہے - انہین اعتقادات پر
ثابت رہنا حقتعالی تمکو اس قول صحیح و ثابت پر برقرار رکہے دنیا و آخرت مین تمام ہوئی عبارت حدیث کی اب جاننا چاہئے کہ
ای گروہ مومنین پروردگار عالم ہمکو اور آپ کو توفیق خیر عطا کرے اور قول صحیح و ثابت پر دنیا و آخرت مین ثابت قدم رکہے کہ
یہ حدیث شریف اکثر عقاید شیعہ امامیہ اور بڑے بڑے قواعد و اصول گروہ اثنا عشریہ پر شامل ہے اور اسی سبب سے امام معصوم
علیہ السلام نے انکی تحسین کی اور ثنا و آفرین کی اور اسی سبب سے انکی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہی دین خدا ہے جسے اُسنے پسند کیا ہے
اور اب کوئی مضائقہ نہین جو شرح مین اس کلام کے طول ہو تاکہ اس مقام مین تحقیقی باتون کا حصول ہو پس ہم کہتے ہین اور خدا سے توفیق
رکہتے ہین قول راوی مین ہے (فلما بصر بی) بصر کے معنی اور رائی کے یکسان ہین (یعنی جب مجکو دیکھا - فیروز آبادی
نے قاموس مین لکہا ہے بَصُرَ بِہٖ باب کرُم اور سمِعَ سے ہے بصر اور بصارت او تبصرہ مصدر ہین معنی بصر یہ اور نظر کے ایک
ہین یعنی دیکھا - اور مجمع البحرین مین لکہا ہے بیان مین قول حقتعالی کے بصرت بما لم یبصروا - ای رایت ما لم یروہ یعنی مینے
اُن چیزونکو دیکھا جنکو اُنہون نے نہین دیکھا اور قول مین امام معصوم ع کے ہے مرحبا بک پس یہ لفظ مرحب یا مصدر میمی ہے
جسکا فعل ماضی رَحُبَ ہے باب کرُم و سمِعَ سے رُحبا بضمہ و رحابت بہی مصدر ہے معنی رحب کے اتسع کے ہین یعنی وسیع
و کشادہ ہوا اور یا مرحبا اسم ہے معنی مین رُحب کے جو بضمہ ہے جسکی معنی وسعت و کشادگی کے ہین اور نصب مرحبا کا بنا بر اول کے
جب اسکو مصدر میمی قرار دین قواعد نحوی کے بنا بر مفعول مطلق ہونیسے ہے جسکی اصل رحبت بلادکم مرحبا یعنی وسیع و کشادہ

[illegible]

اور آباد ہون تمہارے شہر خوب کشادگی اور آبادیسے - اور مبرد (ایک بڑا نحوی ہے) اُس سے بھی یہ قول بعض نے نقل کیا ہے اور
بنابر ثانی کے جب اُسکو مصدر نہ قرار دین بلکہ اسم ٹھہرائین تو بنابر نحوی قاعدہ کے نصب مرحبا کو اس سبب سے ہوگا کہ یہہ مفعول بہ ہوگا
جسکا فعل ہمیشہ محذوف رہا کرتا ہے اور یونہین بلا ذکر فعل کے عربون سے سنا جاتا ہے جسطرح لفظ اهلاً وسهلاً بلا ذکر فعل
کہا جاتا ہے اُسیطرح مرحبا بھی بولا جاتا ہے اور یہی قول اسمین زیادہ مشہور ہے - مجمع البحرین مین بعض سے نقل کیا ہے کہ انہون
نے کہا کہ مرحبا یہ کلمہ عربون مین اُستیناس اور محبت و مدارات کا ہے - جب کوئی شخص انکے پاس خط یا پیام یا حاجت یا کوئی اچھا کام
لاتا ہے تو اس سے مرحبا یہ کلمہ کہا جاتا ہے اور (ب) بک مین قول مبرد پر مصاحبت کے لیئے ہے جسکے معنی ساتھ کے ہین اور
یا سببیت کے لیئے جو عات اور سبب کے معنون مین ہے یعنی تمہارے شہر تمہارے وجود کے سبب سے وسیع ہوئے یا انکی وسعت
تمہارے ساتھ ہے اور بنابر مشہور کے پس ظاہر ہے کہ الصاق کے لئے ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جدائی گویا ہے ہی نہین تو اب بنابر
اسکے مرادی معنی یہ ہونگے کہ تنے تم اور ملاقات کی تمنے اپنی وسعت و فراخی اور اپنے اہل سے پس گھبراؤ نہین یعنی یہ آپ ہی کا مکان
ہے تشریف لائی جسطرح عرب کہتے ہین (به داء) اور (به انس) یعنی فلان شخص مین بیماری اور فلان مین انس و محبت کا پاس و
خیال ہے اسیطرح مرحبا بك یعنی بك سعته کا مآل ہے اور حق تعالی پر روشن حق و باطل کا حال ہے - اور قول امام علیہ السلام
(انت ولینا حقا) لفظ ولی کے کئی معنی ہین لیکن اس مقام کے مناسب محب و صدیق و نصیر و دوست کے معنی مین اور حق کے معنی
صدق و ثبوت کے ہین در بعضون نے حق اور صدق مین اسطرح فرق ٹھہرایا ہے کہ صدق یہہ ہے کہ خبر و قضیہ یا حکم مطابق واقع کے ہو اور حق یہ ہے
کہ واقعی بات مطابق خبر کے ہو پس یہ فرق ٹھہرانا صدق و حق مین فقط اعتباری ہے درحقیقت کوئی فرق نہین ہے - اور لفظ حقا کو
نصب اس بنا پر ہے کہ یہ موافق قواعد نحوی کے مفعول مطلق ہے فعل حقیقت کا - اور یہہ جملہ جس کے بعد پڑا ہے اُسکے مضمون کی تاکید
کرتا ہے تاکہ اُسکے غیر کا احتمال و خیال برطرف ہوجائے اسی سبب سے علم نحو مین ایسے مفعول مطلق کا نام تاکید اللغیر ہے -
اب سمجھنا چاہیئے کہ اسطرح کی تعریف و مدح کرنا امام معصوم کا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالیجناب سیدنا و مولانا عبد العظیم رحمہ اللہ نہایت
مرد جلیل القدر عظیم الشان تھے بلکہ ایک روایت جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے لکھی ہے کہ اُس سے بھی آپکی قدر و منزلت و عظمت و جلالت بخوبی
معلوم ہوتی ہے بسلسلہ روایت فرماتے ہین کہ ایک شخص جو ملک رے کا رہنے والا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ مین خدمت حضرت امام علی علیہ السلام
مین حاضر ہوا حضرت نے مجھسے ارشاد فرمایا کہ تم کہان تھے مین نے عرض کیا کہ جناب امام حسین کی زیارت کو گیا تھا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے قریب جو عبد العظیم کی قبر ہے اگر انکی زیارت کرو تو مثل
اُس شخص کے ہوگے جسنے زیارت کی حسین بن علی کی - اور اسیطرح کی بہت باتین ہین جنکا تفصیل بیان کتابون مین علم رجال کے ہے جنمین لوگون کے حالات
تفصیل سے کیئے جاتے ہین - اُنسے جناب ممدوح کا مرتبہ بخوبی معلوم ہوتا ہے - اس روایت مین جناب ممدوح نے حضرت کیخدمت مین
عرض کیا تھا (انی اردت ان اعرض علیك دینی) میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے اعتقادات حضرت کے سامنے عرض کرون لغت مین معنی
عرض کے ظاہر ہونیکے ہین اگر اسکے متعلق کو لام کیساتہ استعمال کرین اور اگر علی کیساتہ استعمال کیجیئے جیسا کہ اسجگہہ ہے تو معنی اظہار و ظاہر کرنیکے
ہوتے ہین - اور یہہ باب ضرب یضرب سے ہے پس مراد بیان اظہار کرنا ہے - اور مراد دین سے وہ ہے جو خداوند عالم نے اپنے بندون کے
لیے معین کیا ہے اصول دین اور فروع دونو کو شامل ہے اور دین و شریعت و شرع و شریعت سب کے معنی ایک ہین مجمع البحرین مین
لکھا ہے کہ شریعت سے وہ طریقہ مراد ہے جو پروردگار عالم نے اپنے بندون کے لئے مقرر کیا ہے اور اُنپر اسی واجب کیا ہے - اور دین سے طریقہ

[illegible]

مخالف ہین ہر گروہ نے اپنی رای کیموافق دین قرار دیا ہے ۔ دین حق کا ان باطل دینون سے جدا کرنا آسان نتہا اسی سبب سے جناب سید عبد العظیم علیہ الرحمہ کو ضرورت ہوئی کہ اپنے امام معصوم سے عرض کرکے صحیح کرلین اور یہ قول جناب سید ممدوح رہ کا (انی اقول ان اللہ تبارک وتعالی واحد) یعنی مین دل سے اقرار کرتا ہون کہ خدا تعالی ایک ہے مراد قول سے یا زبان سے کلام ہے تو ضرور ہے کہ تہ دل سے کہنے وغیرہ کی قید لگائین کہ اسکو قرینہ کے موجود ہونیسے ذکر نہین کیا ۔ یا قول اذعان و اعتقاد مراد لین مجازا اس لیئے کہ جو دل مین بات ہوتی ہے وہ زبان پر آہی جاتی ہے پس اس مناسبت سے اوسی اعتقاد کو لفظ قول سے بیان کیا ۔ اسلیئے کہ وہی دل کا اعتقاد سبب ہوا ۔ اس زبان پر آنیکا اور اسی کو عربی مین مجاز اطلاق المسبب علی السبب کہتے ہین یا مراد قول سے حکم ہے اسلیئے کہ قول حکم کو بھی مجازا کہتے ہین بلکہ اکثر چیزون کو قول کہتے ہین ۔ ابن انباری کا قول بعض نے نقل کیا ہے کہ عرب تکلم اور اقبل اور مال اور ضرب اور غلب کی جگہہ قال کہتے ہین ۔ اب لفظ اللہ کی شرح سنئے عالمون نے اس لفظ کی تحقیق مین بہت اختلاف کیا ہے کہ اس لفظ کی اصل کیا ہے اور کس لفظ سے مشتق ہے اور کیونکر بنی ہے اور یہ لفظ صفت ہے یا اسم ہے یا نام ہے یا نہین یہانتک کہ بعضون نے خوب بات کہی کہ جسطرح عقل و وہم کو اسکی ذات و صفات کی تحقیق مین حیرانی و سرگردانی ہے اسیطرح اس لفظ مین بھی جو اسپر دلالت کرتا ہے اختلاف و پریشانی ہے تو اب ہم کہتے ہین کہ سیبویہ کے اس بارہ مین دو قول ہین ایک یہ ہے کہ اصل لفظ اللہ کی آلہ فعال کے وزن پر ہے ہمزہ جو فا کی جگہہ ہے اوسے خلاف قیاس و قاعدہ نحوی گرا دیا اور اسکی عوض الف و لام ملا دیا ۔ اللہ ہوا اور اسی سبب سے یا اللہ ہمزہ کے ساتھہ کہا جاتا ہے اور اگر عوض اور بدلے کے نہوتی تو باقی نرہتی اور وصلی ہمزہ جسطرح اپنے ماقبل کے ملنے سے گرتی ہے یہ بھی گر جاتی ۔ اور فی الجملہ اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو کافی مین اپنے سند کے ساتھ ہشام بن الحکم سے منقول ہے کہ ہشام بن الحکم نے دریافت کیا حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے حال خدا کے نامونکا اور انکی اشتقاق کا کہ وہ کس سے ہے ہین اسی مین دریافت کیا لفظ اللہ کو کہ کس لفظ سے بنی ہے حضرت نے ارشاد کیا کہ ای ہشام لفظ اللہ مشتق ہے الہ سے اور الہ چاہتا ہے مالوہ و معبود کو الی آخرہ اور دوسرا قول سیبویہ کا یہ ہے کہ اصل اسکی لاہ فعل کے وزن پر ہے الف و لام اوس سے ملا دیا اللہ ہوا اور قول اعشی اسی پر دلالت کرتا ہے ۔ کحلفۃ من ابی ریاح ٭ یسمعہا لاھہ الکبار ٭ یعنی مانند ابو ریاح کی قسم کے جسکو اسکا بڑا لاہ اور خدا سنتا مقصود شعر سے لفظ لاہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ اصل اسکی الالہ ہے الف و لام تعریف کیساتھ ہمزہ کی حرکت نقل کرکے لام کو دی اور ہمزہ کو حذف کیا اور لام لام مین ادغام ہوگیا اللہ ہوا ۔ لیکن اس حالتمین عوض و بدل اسکو قرار دینا مشکل ہوگا پس یا اللہ کہنے مین جو ہمزہ نہین گرتی اسکا اعتراض وارد ہوگا اب اس بات مین اختلاف ہوا کہ یہ لفظ کسی دوسرے لفظ سے مشتق ہے اور بنی ہے یا خود بالذات لفظ ہے بلا اشتقاق کے اس بارہ مین خلیل کا قول ہے کہ یہ لفظ اسم موضوع ہے کسی سے مشتق نہین ہے ۔ اور اسکا ذکر آگے چلکر آئیگا اور بعضون کا قول ہے کہ اسم مشتق ہے پھر اسکے بعد اشتقاق مین اختلاف کیا کہ کس سے مشتق ہے پس سیبویہ کے پہلے قول کے بنا پر جب اصل اسکی آلہ ہو تو کئی صورتین ہو سکتی ہین بعضون نے کہا کہ آلہ مصدر ہے معنون مین مالوہ و معبود کے جو مفعول ہے جیسے کتاب بمعنی مکتوب و مجموع کے باب سمع سے ہے الہ الاھۃ بمعنی عبد عبادۃ یعنی عبادت و پرستش کی اسطرح جو حق عبادت ہے اور نہین معنون مین تالہ اور استالہ کے بھی ہے تو اب ایسی حالت مین کہ جب الہ جو اصل ہے اسکے معنی بھی معبود کے ہین اور اللہ جو فرع اور مشتق اس سے ہے اسکے معنی بھی معبود کے ہین تو فرق یہ ہے کہ الہ تو موافق اصل اور وضع اور لغوی معنون کے ہر معبود کو خواہ حق ہو یا ناحق

له قرینہ اسکا لفظ ان ہے کہ تحقیق حق کی پر دلالت کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ محض زبانی اقرار نہین ہے بلکہ دل سے کہتا ہون اور اعتقاد رکھتا ہون ۱۲ منہ

سب کو شامل ہے اسلیئے کہ یہ معلوم ہوچکا کہ الہ جس باب سے یہ آلہ ہے محض خالی عبادت ہی کے معنون مین ہے لیکن عرف عام
اور لوگون کی بول چال مین البتہ معبود برحق کو آلہ کہتے ہین یعنی اس مفہوم کلی اوران عام معنون کے لیئے بولا جاتا ہے بخلاف
لفظ اللہ کے کہ مراد اس سے وہ ذات ہے جسپر وہ پہلے معنی حقیقت اور واقع مین صحیح و صادق آتے ہین اور وہ ایسی ذات ہے
جس مین تمام کمال کی اچھی اچھی صفتون کا ظہور ہے اور بعض کا قول ہے کہ آلہ مشتق ہے الہ سے جو معنون مین تحیر کے ہے اسلیئے
کہ عقلون کو اسکی معرفت مین نہایت تحیر و حیرانی ہے تو اب الٰہ کے معنی مالوہ فیہ کے ہوئے یعنی اسکی ذات کی معرفت مین لوگون
کو حیرانی ہے۔) اور بعضون نے کہا ہے کہ مشتق ہے الہ سے جو معنون مین سکون و اطمینان کے ہے عرب بولتے ہین الہت الی
فلان ای سکنت الیہ یعنی مجھے اسکی طرف سکون و اطمینان ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ذکر خدا سے دلکو اطمینان ہوتا ہے اور روح
اسکی معرفت سے تسکین پاتی ہے پس آلہ بمعنی مالوہ الیہ کے ہوا یعنی اسکی طرف سکون و اطمینان ہوتا ہے اور بعضون کا قول ہے
کہ مشتق ہے اُس آلہ سے جو معنون مین پناہ مانگنے کے ہے کسی امر شدید مین اسلیئے کہ بلا کا مبتلا اس سے پناہ چاہتا ہے پس آلہ
بمعنی مالوہ الیہ کے ہے جسکی طرف پناہ لیجائے جیسے امام موتم بہ کو کہتے ہین جسکی اقتدا کیجائے اور بعض کا قول ہے کہ مشتق ہے
اُس الہ سے جسکے معنی ولع کے ہے عرب کہتے ہین الہ الفصیل اُسوقت مین جب بچہ شتر اپنی مان سے زیادہ لپٹا رہتا ہے
اور حرص کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بندے وقت تضرع و زاری و شدت و بیقراری مین کسطرح اسکا دم بھرتے ہین اور اسی
کی گرویدگی اور جبینی کرتے ہین۔ اور بعضون کا قول ہے کہ آلہ جو لفظ اللہ کی اصل ہے ولاہ سے مشتق ہے جسکا ماضی ولہ ہے
معنون مین تحیر کے جب عقل کو کسی بات مین خبط و تحیر ہوتا ہے اُسوقت ولہ کہتے ہین اور ظاہر ہے کہ عقل کو خبط و تحیر معرفت
ذات باری مین ہے ولاہ کے واؤ کو ہمزہ سے بدل کیا اسلیئے کہ کسرہ واو پر ابتدائے کلمہ مین زبان عرب پر ثقیل و دشوار ہے
جسطرح ضمہ دشوار ہے پس وجوہ کو اجوہ پڑھ سکتے ہین اور آلہ مثل اشاہ اور اعاء کے ہے جسکی اول مین واو تھا اور ہمزہ
بدل گیا۔ لیکن اسپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اسکی جمع مکسر آلہة ہے اولہة ۔ یہ اختلاف سیبویہ کے پہلے قول کیموافق ہے تا کہ
جب اللہ کے اصل آلہ لین اور اگر اسکے دوسرے قول کے موافق اصل اسکی لاہ لین تو یہ مصدر ہوگا لاہ یلیہ جسکا مصدر لیہا
ولاہا ہے اور معنی اسکے مخفی اور پوشیدہ ہونے کے ہین اور بلند و برتر ہونا ہر شے سے اور ہر جنس سے جو لائق نہوئیں اور وقت مین
مصدر بمعنی فاعل ہے یعنی مخفی و بلند و برتر ہونیوالا۔ اور اس قول کی بنا پر جو کہتے ہین کہ اصل لفظ اللہ کے الاٰہ الف لام تعریف
کے ساتھ ہے پس ظاہر ہے کہ جتنے احتمالات سیبویہ کے پہلے قول مین ہین وہ سب کے سب اس قول مین بھی ہوسکتے ہین۔
اب اس اشتقاق کے اختلاف سے آپ ماہر ہوچکے تو یہ اختلاف سنئے کہ لفظ اللہ وصف ہے کہ اسمین صفتی معنون کا بھی لحاظ ہے
یا محض اسم ہے بلا لحاظ صفتی معنون کے لیکن اس مقام مین پہلے یہ چاہیئے کہ اسمیت اور وصفیت کا دارومدار بیان کیا جا
اسکے بعد دونون قولون کے قائلون کی دلیلین اور وجہین بیان کی جائین پس اب ہم کہتے ہین کہ سید شریف اور فاضل تفتازانی کے قول
کا حاصل و خلاصہ حامی ملت و دین جناب سید نوراللہ شوستری رحمہ اللہ نے تفسیر قاضی کے اپنے حاشیہ مین اسطرح لکھا ہے
کہ زبان عرب مین اسمون کی چار قسمین ہین اسلیئے کہ یا وہ اسم قرار دیا گیا ہے ایکذات غیر معین کیلیئے باعتبار و لحاظ اُن معنون کے
جو اسمین پائے جاتے ہین پس مدلول اُسکا اس ذات مبہم غیر معین سے اور اُن معنون سے مرکب ہوتا ہے اور یہ صفت بحث

[illegible]

بحث وصف محض ہے جیسے معبود مثلا یا یہ کہ وہ لفظ مقرر ہے کسی ذات معین کے لئے بلا لحاظ کسی معنی کے اور یہ اسم خالص
ہے جو صفت سے مشتبہ نہین ہے مثل رجل اور مرد کے یا وہ لفظ مقرر ہے ایک ذات معین کیلئے اور اسمین کسی معنی کا بھی لحاظ و
خیال ہے اور اسکی دو قسمین ہین ایک یہہ ہے کہ وہ معنی خارج ہون موضوع لہ سے جسکے لئے یہ لفظ معین ہوئی اور وہی
معنی باعث ہوئے کہ یہ لفظ اسم اسکے مقابل مین مقرر ہوئے جیسے لفظ احمر اگر نام رکھدین اُس شخص کا جسمین حمرت اور سرخی
پائی جائے دوسرے یہ کہ وہ معنی داخل ہون موضوع لہ مین اسطرح کہ موضوع جسکے واسطے یہ لفظ مقرر ہے مرکب ہو ذات
معین اور معنی مخصوص سے جیسے اسماء زمان و مکان اور اسم آلہ یا مانند لفظ امام کے واسطے موتم بہ کے یعنی جسکی اقتدا کرین اور
اسیطرح کتاب واسطے شے مکتوب کے اور یہ دونو قسمین بھی اسم ہی ہین سے ہین لیکن صفت سے بہت مشابہ ہین خصوصا آخری
قسم وہ بالکل صفت کے ملی ہی جاتی ہے اور صفت ہی معلوم ہوتی ہے اور اسکی پہچان کہ اس اسم مین مراد ابہام ذات یا تعین ذات
ہے یہہ ہے کہ پہلے مین جسمین تعین نہین ہوتی اور ابہام ذات ہوتا ہے اسکی توصیف و صفت نہین کیجاتی بلکہ وہ خود اور چیزو
کی صفت ہوتی ہے بخلاف اسم کے جسمین تعیین ذات مراد ہوتی ہے اسکی صفت اور چیزین ہوتی ہین وہ خود کسی کی صفت نہین
ہوتا۔ تمام ہوا خلاصہ بیان انکا۔ اب یہ دار و مدار وصفیت و اسمیت جب معلوم ہوچکا تو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض وہ لوگ
جو اسمیت لفظ اللہ کے قائل ہین وہ کہتے ہین کہ لفظ اللہ علم اور نام ہے خدا کا اور غیر مشتق ہے اسلیئے کہ یہ تو واجب و لازم ہے
نہین کہ ہر اسم ضرور مشتق ہو اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو یون ہی ہمیشہ سلسلہ لا انتہا اور تسلسل جو محال ہے لازم آتا اور یہ
وہی خلیل و زجاج کا قول ہے اور اسی کو فخر رازی نے اختیار کیا ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ اسکی توصیف کیجاتی ہے اور
دوسری چیزون کی اس لفظ سے صفت نہین کیجاتی۔ لیکن اسمین یہ اعتراض ہے کہ اس بیان سے علم اور نام کا ہونا
ثابت نہین ہوتا بلکہ خود اسمیت اور وصفیت غالبہ کا ہونا کافی ہے اور دوسری دلیل انکی یہ ہے کہ اگر لفظ اللہ کا وصف
ہوتا تو لا الہ الا اللہ کلمہ توحید نہوتا جیسے لا الہ الا الرحمن کلمہ توحید نہین ہے اس دلیل پر اعتراض یہہ ہے کہ صفت
کے نہونیسے یہ کب لازم ہے کہ علم اور نام ہی ہو۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اسم ہو اور دعوی تمہارا علم ہونیکا تھا وہ ثابت نہین
ہوسکتا۔ اور یہ بھی اعتراض ہوسکتا ہے کہ کلمہ توحید ہونے مین یہی کافی ہو کہ اس لفظ اللہ کا کہنا سوا واجب الوجود کے جو
خالق عالم ہے کسی کے لیے جایز نہین ہے نہ مسلمانون کے نزدیک نہ کافرون کے نہ حضرت کے مبعوث ہونیکے پہلے اسلیئے
بخلاف لفظ رحمن کے کہ ایک شخص رحمن یمامہ انکے یہان تھا اور یہی دلیل اُن لوگون کی ہے کہ واجب تعالے کیواسطے
ایک ایسے اسم کا ہونا ضرور ہے جسپر تمام صفتین اسکی جاری ہون اور وہ اسم اسکی صلاحیت نرکھے کہ اُسکے غیر پر بھی بولا
جائے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ اسکے لیے اسم کا ہونا جسمین وصفیت غالبہ ہو اسطرح پر کہ غیر مین استعمال نکیا جائے کافی ہے
مثل نجم و ثریا کے علمیت جسکا دعوی ہی ثابت نہین ہوتی اور بعض کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ علم ہے اگرچہ مشتق ہے
اور کچھ بعید نہین ہے کہ زمخشری کا قول و مذہب یہی ہو۔ کہ لفظ اللہ اسم ہے جسکا استعمال ذات واجب مین غالب آگیا ہے۔
جیسے تحقیق لفظ آلہ مین کہا ہے۔ اور بعض کہتے ہین کہ ہے تو وصف مگر اس کثرت سے ذات خدا پر اسکا استعمال ہوا کہ اب نام
کی مثل ہوگیا اسلیے کہ اگر محض ذات مخصوص پر دلالت کرتا تو اس قول حقتعالی کے ہو اللہ فی السموات اوہی اللہ ہے اسمانون مین
ظاہری صحیح معنی کچھ فایدے کے حاصل نہونے جیسے ہو زید فی الدار وہ زید ہے گھر مین صحیح نہین ہے اور اسمین یہ اعتراض ہے
کہ یہ کوئی بات پوشیدہ نہین ہے کہ جس طرح معنون کا اعتبار ذات کے ساتھ وصف مین ہے اسیطرح خواہ بطور سبب کے ہو خواہ بطور
شرط کے دونون اخیر کی قسمون مین اسم کے بھی اعتبار معنون کا ہے جیسا سید شریف و فاضل تفتازانی کے کلام سے معلوم

معلوم ہوا اور جسطرح یہ معنی جب اسم علم ہوجاتا ہے مضمحل ہوجاتے ہیں اوسیطرح وصف غالب میں بھی مضمحل ہوجاتے ہیں پس اگر تعلق فی السموات جار مجرور کا لفظ اللہ سے باعتبار وصف غالب کے جائز ہو گا قول حقتعالی کا هو الله في السموات میں تو اگر لفظ کو اللہ کے اسم لیں اور اعتبار معنی الوہیت کا اسمیں کریں جب بھی یہ تعلق جائز ہو گا بلا فرق کے کہ کوئی اندیشہ تو اسمیں اس تعلق میں فرق نہیں ہے پس ہمارے اس بیان سے بخوبی یہ حاصل ہوا کہ معنی الوہیت کے لفظ اللہ سے مستفاد و حاصل ہوتی ہیں یا اس سبب سے کہ وصف غالب ہے یا اس جہت سے کہ اسیطرح کا اسم ہے مگر یہ ترجیح بحسب ظن و تخمین ہے نہ موافق جزم و یقین واللہ الموفق والمعین

اب رہی لفظ وحدت پس اسکی تعریف اگر ہو گی تو لفظی ہی ہو گی اسلیئے کہ وحدت ایک بدیہی چیز ہے اور اسکی تصریح سب محققین نے کی ہے اور اسکی لفظی تعریفوں میں سے ایک یہ ہے کہ وحدت مبدو کثرت ہے اسی سے کثرت شروع ہوتی ہے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ بعض احادیث سے اور کلام علما سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وحدت کی دو قسمیں ہیں ایک وحدت عددیہ جو گنتی اور اعداد میں ہوتی ہے اور دوسری غیر عددیہ اور حقتعالی کی وحدت وحدت عددیہ سے وصف نہیں کیجاتی ہے اور ان روایتوں میں سے ایک وہ روایت ہے جو جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے توحید میں اسکی سند کے ساتھ مقدام بن شریح بن ہانی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بروز جنگ جمل ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین علیہ السلام آپ فرماتے ہیں کہ اللہ واحد ہے راوی کہتا ہے کہ جب اہل لشکر اور اصحاب حضرت نے اس اعرابی کا یہ کلام و سوال سنا تو اُسپر ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ای اعرابی یہ کون محل و موقع اس ایسا مسئلہ پوچھنے کا ہے دیکھتا نہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کس کام میں مصروف ہیں۔ کہ ہم سب کا دل بٹا ہے جی لگا ہے یہ سنتا تھا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں اسے رہنے دو یہ اعرابی وہ چیز چاہتا ہے جسکی ہم خود سب لوگوں نے خواہش رکھتے ہیں پھر حضرت اس اعرابی کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ای اعرابی یہہ قول کہ ان الله تعالى واحد (خدا ایک ہے) چار قسم پر ہے دو قسمیں اسمیں کی خدا کی بارہ میں جائز نہیں ہیں اور دو صورتیں جایز اور اسکے لئے ثابت ہیں پس وہ دو صورتیں جو جناب باری کے لائق نہیں ہیں اور اسکے لیئے ناجائز ہیں ایک یہ ہے کہ کہے واحد اور مراد لے گنتی کا شروع پس یہ کہنا خدا کی حق میں جایز نہیں اسلیئے کہ جسکا ثانی اور دوسرا نہو وہ گنتی کے شروع میں کیونکر داخل ہو سکتا ہے کیا نہیں دیکھا تو نے کہ جسنے خدا کو ثالث ثلثہ تین میں سے ایک یا تیسرا قرار دیا وہ کافر قرار پایا اور دوسری صورت یہہ ہے کہ جیسے کسی کو کہتے ہیں هو واحد من الناس۔ وہ بھی ایک انہیں ادمیوں سے ہے تو مراد یہ ہوئی کہ اسی جنس سے نوع یا نوع سے شخص ہے مثلاً ایسی بھی خدا کے لئے کہنا جایز نہیں ہے اسلیئے کہ یہ تشبیہ ہے اور حقتعالی ایسی مشابہت سے بزرگ و برتر ہے اب رہیں وہ دو صورتیں جو ذات باری کے لیئے زیبا اور جایز ہیں وہ یہ ہیں کہ کہیں انه هو عز وجل واحد وہ حقسبحانہ و تعالی واحد و یکتا ہے کوئی شے اوسکی شبیہ و مثل و مانند نہیں ہے اسطرح کا کہنا جایز ہے اور ہمارا خدا اسی طرح ہے اور دوسرے کے قول قائل انه ربنا عز وجل احد بمعنے ہمارا پروردگار ہر طرح واحد و یکتا ہے۔ یعنی اسکی تقسیم اور جز او ٹکڑے نہ وجود میں ہو سکتے ہیں نہ عقل میں نہ وہم میں یہ بھی معنی جائز ہیں اور اسیطرح ہمارا خدا ہے لیکن ظاہر نظر میں یہ قول قول سے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے صحیفہ سجادیہ میں مخالف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے ولك يا الهى وحدانية العدد خداوندا تیرے لیئے وحدانیت عدد ہے تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قول ہمارا الله واحد کئی معنی رکھتا ہے بعض انمیں صحیح ہیں اور انکا اذعان و اعتقاد رکھنا لازم و واجب ہے اور بعض انمیں ایسے ہیں کہ انکا منسوب کرنا درگاہ باری کیطرف جائز نہیں ہے اور حرام ہے وہ معنی جو صحیح ہیں ایک انمیں سے یہ ہے کہ واحد سے یہ مراد لیں کہ مفہوم وصف

وصف عنوانی یعنی جو چیز اُسپر بولی جاتی ہے۔ اور جو چیز اسمین پای جاتی ہے وہ مکرر اور دُھری نہین ہے اور ان معنون سے
ہر شی کو واحد کھہ سکتے ہین۔ بلکہ وہ معنی اور مفہوم جو خود اپنی ذات کو بہی عارض ہوتے ہین اور اپنے اوپر بہی صادق آتے ہین جیسے
علم حکمت و منطق مین کلی منکر رو مکرر کہتے ہین وہ بھی اس معنی سے واحد ہین جیسے کلی اور شی اور جنس و انسان وغیرہ اسلیئے کہ
کہہ سکتے ہین کہ کلی ایک ہی کلی اور شی ایک ہی شی اور جنس ایک ہی جنس ہے اسلیئے کہ کلی جسکو آپنے کہا وہ اس جگہہ مکرر نہین ہے
یعنی جو کلی ہے وہ اکہری ہے دوہری نہین ہے پس کلی واحد ہے یہ صحیح ہوا اسیطرح خود شی کو بہی کہہ سکتے ہین کہ یہہ بہی ایک
شی ہے دوہری نہین یعنی اسیطرح ہر چیز کو ایک کہہ سکتے ہین کیونکہ وہ اکہری ہے دوھری نہین ہے اب رہی یہ بات کہ علم
حکمت و منطق مین کیون ایسے کلی کو منکر رو مکرر کہتے ہین اسکی وجہ یہہ ہے کہ وہ ایسی عام شے ہے کہ غیر چیزون پر بہی کہی جاتی
ہے اور خود اپنے اوپر بہی صادق آتی ہے پس ایک کلی تو خود محل حقیقت و ذات ہے اور دوسرے کلی وہ عارض ہے او لاحق تو قائم
اور اُس مین پائی جاتی ہے اور یہ معنی واحد کے حسب عام اور ہر شی کیواسطے ہو سکتی ہتی۔ تو گچہ توحید اور غیر توحید مین مفید بھی
اسی سببسے جناب امیر المومنین نے اس معنی وحدت کیطرف توجہ اور التفات نہین فرمایا۔ دوسرے معنی صحیح وحدت کے یہ ہین
کہ ایک فرد مراد لین عام معہومون کی جو سب پر صادق آتی ہین جیسے شئے اور موجود کہ عام ہے سب پر صادق آسکتی ہین پس یہہ
کہین کہ ان سب چیزون مین ایک خدا ہی ہے اور موجودات مین ایک خدا ہی ہے تو یہ معنی اگرچہ صحیح ہین مگر مثل پہلی معنون کے
یہ بھی مفید ہین نہ مضر اسی سببسے یہ بہی جناب امیر المومنین علیہ السلام نے نہین بیان فرمائی۔ تیسرے معنی یہ ہین کہ کہین
اللہ ایک ہے اس راہ سے کہ جو معنی الوہیت کے لفظ اللہ سے سمجھے جاتے ہین اُنمین دوئی اور کثرت و تکرار حقیقت و واقع
مین نہین ہے سوائے پروردگار کسی مین یہ معنی الوہیت کے پائے ہی نہین جاتے اور سوای اس ایک اللہ کے دوسری
فرد اسکی ہی نہین اور ان معنون سے توحید کا اعتقاد و اقرار لازم و واجب ہے اور اسی توحید سے یہی توحید الحق ہے کہ جسطرح
الوہیت ایک ہی مین پای جاتی ہے اوسیطرح اُسکے سوا کوی اس عالم کا پیدا کرنیوالا بہی نہین ہے وہی تنہا اسکا پیدا کرنیوالا
اور صانع عالم ہے اور وہی تنہا واجب الوجود اور قدیم ازلی ابدی ہے کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ سوای اُسکے کوئی
دوسرا قدیم اور واجب الوجود نہین ہے۔ اور یہ جو ہمنے کہا کہ اس معنی توحید الوہیت سے یہ معنی توحید بہی لاحق ہین یہ اس سبب سے
کہا کہ یہ معنی لفظ اللہ واحد سے سمجھ مین نہین آتے بلکہ اس مقام کی مناسبت اور قرینہ سے حاصل ہوتے ہین اسلیئے کہ حاصل ان معنون کا
یہ ہوا کہ اللہ واحد و یکتا ہے اس عالم کے پیدا کرنے مین بہی اور واجب ہونے مین بہی۔ بلکہ متصوفہ جو صوفی مذہب ہین انہون نے
تو اس توحید کے ساتھ ایسی توحید وجود شامل کی ہے کہ سوائے خدا کے کوئی موجود ہی نہین سمجھتے جو کچہ موجود ہے وہ خدا ہے
خدا ہی گھر مین سوائے خدا کے کوئی غیر گھر والا نہین ہے اور یہ کفر و شرک ہے درگاہ خدا مین اور اسی طریقہ اور مذہب کو
ہمنے اپنی کتاب شہاب ثاقب مین جو نہایت عمدہ عمدہ تحقیقون پر شامل اور نہایت باریک باتون اور تدقیقات مین کامل ہے
باطل کیا ہے جو چاہے اُسکے طرف رجوع کرے اور اسکو دیکھے اور ظاہر یہ ہے کہ معنی توحید کے وہی تیسرے معنی توحید کے ہین
جو کلام جناب امیر المومنین مین مذکور ہین اُس حدیث اعرابی مین چوتھے معنی توحید کے یہ ہین کہ وہ خدا وحد و یکتا ہے اسطرح
کہ اوسکے جز اور ٹکڑے نہ ذہن مین ہو سکتے ہین نہ خارج مین یعنی اسمین کسیطرح کثرت اور دوئی ہو ہی نہین سکتی یہانتک

ہمکو معاذ اللہ سب خدا ہین ۱۲ انشاد اللہ المسلمین او نکا سب کہ سنگ و خشت [illegible] کہ ہم دگر [illegible] گوہر و معلوم معلوم ہوتا ہے [illegible] ہو تم بھی [illegible] کہ نہین [illegible] انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدون [illegible]

یہانتک کہ اُسکے جزبھی نہین ہین کہ اُن جزون مین دوئی ہوجائے نہ ذہن مین نہ خارج مین اور نہ کئی صفتین ہو جنسے اُسمین
تعدد اور کثرت اور دوئی آتی ہے یہ وہی چوتھے معنے توحید کے ہین۔ جو کلام مین جناب امیر المومنین ع کے ذکر ہوئے جسکا
اعتقاد و اذعان رکہنا ہر بالغ و عاقل پر لازم و واجب ہے۔ پانچوین معنی توحید کے یہ ہین کہ اسطرح کہین کہ وہ واحد ہے
یعنی ایک فرد ہے کسی جنس یا کسی نوع یا کسی صنف یا کسی قسم کی پس توحید ان معنون سے حقتعالی کے ذات کے
لائق نہین اور اسپر اطلاق اس توحید کا ناجائز اور حرام بلکہ محال ذاتی و ممتنع ہے اسلیئے کہ یہ معنی مخالف و ضد ہین
توحید کے اُس راہ سے جو چوتھے معنی توحید کے بیان ہوئے اسلیئے کہ کسی شئے کا کسی نوع کی فرد ہونا بغیر اُس
حقیقت نوعیہ کے لاحق دو جزو نسے مرکب ہوہی نہین سکتا۔ اور یہی حال جنس و صنف وغیرہ کا ہے۔ اور یہ وہی دوسرے
معنی توحید کے ہین جو کلام جناب امیر المومنین ع مین بیان ہوئے تھے اور حضرت نے اُنپر اعتقاد کی ممانعت فرمائی تھی جیسے
معنی توحید کے یہ ہون کہ وہ واحد ہے یعنی سب خداؤن مین پہلا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ واحد کے یہ معنی ذہن مین آہی نہین سکتے
جب تک اسکا دوسرا خیال نکرین کہ وہ ایک اور پہلا ہوا اور یہہ دوسرا مثلاً پس ان معنون سے توحید قرار دینا ممتنع و ناجایز ہے
جسطرح پانچوین معنی محال تھے اور اسی طرح جو صفتین کہ مخصوص ذات باری کی ہین اُن سب مین اسیطرح کہنا مثلاً
وہ پہلا صانع عالم ہے اور پہلا واجب الوجود ہے یا اس جیسے معنون سے جائز نہین ہے اور یہ وہی پچھلے معنی توحید کے
ہین جو کلام امام علیہ السلام مین بیان ہوئے البتہ اگر ایسی چیز ہو جو خدا کے مخصوص نہو اسمین اول و ثانی ان معنون سے کہہ سکتے
ہین جیسے مثلاً کہین کہ اول موجودات یا اول اشیاء خدا ہے اور ثانی مثلاً قلم ہے پس قول جناب سید عبد العظیم رحمۃ اللہ علیہ
کا اس حدیث شریف مین کہ خدا واحد ہے اوس سے وہی معنی لینا چاہین جو توحید مین واجب و لازم ہین کیونکہ مقام اسی کے
مناسب ہے پس حاصل انکے قول کا کہ اللّٰہ واحد ہے یہ ہے کہ سوائے اللہ کے دوسرا خدا نہین ہے اور واجب الوجود سوا
اسکے کوئی نہین اور صانع عالم وہی ہے اسکی تقسیم در خبر نہ وجود خارجی مین ممکن ہین نہ عقل و وہم مین[لہ] اب اس بیان سے
خوب ظاہر و روشن ہوگیا کہ جو وحدت و یکتائی خدا کے لیئے ہے وہ اُسکے سوا دوسرے مین نہین ہے۔ اور کسی مین خیال
ہو سکتی ہی نہین اسلیئے کہ اسکے سوا اور کسی مین اگر وحدت کسی طرح کی ہوگی تو کسی نکسی طرح کی دوئی بھی اسمین ضرور ہوگی کم سے
کم یہہ ہے کہ وجوب و لزوم اُس مین اپنی علت اور غیر کے سبب سے اور امکان خود اُسکی
ذات کی طرف سے تو ضرور ہے ہوگا۔ پس شاید مراد جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی صحیفہ سجادیہ مین یا الٰہی لک وحدانیۃ
العدد تیری ہی لیئے ہے یکتائی و وحدانیت عدد مین یعنی جو وحدانیت و یکتائی تیرے لیئے ہے وہ بھی یکتا ہے دوسرے
مین وہ وحدانیت نہین ہے تیرے کبریائی و جبروت کی خصوص ہے اور کسی مخلوق کیواسطے وہ وحدانیت حاصل نہین ہے
اور اس وحدانیت کی نسبت عدد کیطرف اسوجہ سے فرمائی کہ وحدت مبدء اعداد ہے پس یہ نسبت توضیح و تشریح کے
لیئے ہے نہ کسی تخصیص کے واسطے واللّٰہ تعالیٰ یعلم اب یہہ قول جناب سید عبد العظیم رحمۃ اللہ کا اس حدیث شریف مین لیس
کمثلہ شیء یہ اقتباس ہے قول حق تعالیٰ سے سورہ حٰم عسق مین کہ پروردگار عالم نے خود ارشاد فرمایا ہے لیس کمثلہ شیء
وھو السمیع البصیر یعنی اوسکے مثل و مانند کوئی شے نہین ہے اور وہ سب سننی اور دیکھنے کی چیزون کو جانتا ہے
حاصل اسکا یہ ہے کہ کوئی مثل اسکا نہین ہے بطریق کنایہ کے اور فرق کنایہ اور مجاز مین یہ ہے کہ کنایہ وہ لفظ ہے کہ اسکے
معنون کو جو چیز لازم ہوتی ہے وہ مراد لیجاتی ہے اور خود لوازم معنون کا بھی مراد لینا اس مین جایز رہتا ہے

[لہ] اور مکلفین عاقلین کو بھی لازم و واجب ہے کہ توحید سے یہی معنی مراد لین ۱۲ ترجمہ

جیسا کہ قول عرب مین ہے (فلان طویل النجاد) یہ کنایہ ہے طویل القامت سے اور یہی مراد ہے اگرچہ طول نجاد یعنی حمائل شمشیر کا طول اور پرتلے کی لمبائی بھی مراد ہو سکتی ہے اور مجاز مین دونو معنی حقیقی اور اوسکا لازم نہین ہو سکتی پس مراد نفی مثل مثل باری تعالی سے نفی مثل باری ہے جس طرح نفی مثل لیس کامثلہ شئی سے نہین ہے مثل خدا کے کوئی شئی امر او ہے لیکن پہلا طریقہ بیان یعنی لیس کمثلہ شئے یہ نہایت فصیح و بلیغ ہے لیس کامثلہ شئی سے۔ اسلیے کہ جب نفی کی اوس چیز جو قائم مقام اوسکے مثل کے اور اوسکی صفتون سے خاص ہے تو اوسکے مثل کے بھی نفی بدرجہ کامل حاصل ہوئی اور نظیر اسکی عربی مین یہ ہے کہ کسی عرب سے کوئی کہے العرب لاتخفر الذمم یعنی عرب لوگ عہد شکنی نہین کرتے تو اس طرح کہنا موافق ادب قاعدہ کے اور فصیح و بلیغ ہے بہ نسبت اسکے کہ خود اوسی سے خطاب کر کے کہین لاتخفر تو عہد شکنی اور بد عہدی نکر۔ اور اسی طرح قول پروردگار عالم ہے بل یداہ مبسوطتان اوسکے ہاتھ کشادہ ہین یعنی خداوند عالم کریم وجواد ہے یہی اس جملہ سے مراد ہے بغیر اسکے کہ اوسکے لیے ہاتھ کا تصور و خیال کرین اور ہاتھ کی کشادگی کا فرض محال کرین اسلیے کہ اس عبارت سے مقصود کرم وجود ہے نہ یہ کہ بیان دوسری باتون کا کوئی خیال موجود ہے بلکہ جسکے ہاتھ بھی نہین ہوتے ہین اوسکے لیے بھی یہی بات کہتے ہین اسی طرح یہ کلمہ لیس کمثلہ شئ اوسکے لیے جسکا مثل ہو سکتا ہے یا نہین ہو سکتا ہے سب کے لیے برابر بولا جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کلمہ تشبیہ تاکید کے لیے آیا ہے جیسے کسی کو کہتے ہین فاصبحوا مثل کعصف ماکول (یعنی جیسے بالکل چبائے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گئے) یہی خلاصہ اوسکا ہے جسکو زمخشری نے اپنی تفسیر مین کہا ہے اور یہ لیس کمثلہ شئی سے اقتباس کرنا جناب سید عبد العظیم رحمہ اللہ کا بعد اپنے قول (اللہ تبارک وتعالی واحد) کے ممکن ہے کہ توضیح و تشریح کے لیے ہو اس طرح پر کہ مراد وحدت سے ایسے معنے لین جو شامل ہون وجود مثل پر خواہ بطور حقیقت نوعیہ یا جنسیت کے یا بطور لوازم مخصوص مثل الوہیت و واجبیت و خالقیت کے اور مثل سے مراد وہ شئی موجود ہو جو شریک ہو سکے واجب و ممتنع و محال و جائز و ممکن ہونے مین بنا بر اصطلاح متکلمین و قرار داد علماء الہیین کے اسلیے کہ مثل کے نفی معنی مذکور سے لازم ہے وحدت کو معنی مذکور سے اور اسی طرح جب مثل سے ایسی چیز مراد لین جو تمام ماہیت و حقیقت مین مشترک ہو جیسے عمر بہ نسبت زید کے مثلا بنا بر اصطلاح و قرار داد حکماء فلسفیین کے اسلیے کہ نفی خاص کی عام ہو نفی عام سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اقتباس کرنا تاسیس اور نئی بات کا بیان ہو اس طرح پر کہ وحدت کے ایسے معنی لین جو معنی مثل کو لازم و شامل نہون اون معنون سے جنکا ذکر ہو چکا۔ اور یہ قول جناب عبد العظیم علیہ الرحمہ کا خارج من الحدین حد الابطال وحد التشبیہ (خارج ہے دونو حدون حد البطال اور حد تشبیہ سے) حد البطال یہ ہے کہ نہ اوسکے لیے وجود ثابت کرین اور نہ کوئی صفت کمال خواہ فعلی ہو یا اضافی اور حد تشبیہ یہ ہے کہ ممکنات کا اوسکو شریک ٹھہرائین حقیقت صفات یا عوارض ممکنات مین اسی طرح بعض نے کہا ہے اور یہ ظاہر ہے ہر شخص اس سے ماہر ہے۔ اور یہ قول اون جناب کا۔ وھو انہ لیس بجسم ولا صورۃ ولا عرض ولا جوھر۔ (نہ وہ جسم ہے نہ صورت نہ وہ عرض ہے نہ جوہر) یہ جملہ بیان اوسے کا ہے جو پہلے کہا تھا کہ وہ خارج ہے حد البطال و تشبیہ سے کہ موجود ہے اور پھر کسی کے مشابہ نہین ہے۔ جسم کی تعریف مین بعض نے کہا ہے کہ جو شخص معلوم و مدرک ہے وہی جسم بلاشک ہے اور کتاب خلیل سے بعض نے نقل کیا ہے کہ جسم یہی بدن اور اعضائے بدن انسان و حیوانات وغیرہ ہین اور اسی طرح کو اگرچہ کتنا ہی عظیم و بزرگ ہو اور ابو زید کا قول بعض نے نقل کیا ہے کہ جسم یہی جسد اور بدن ہے اور اسی طرح مجمع البحرین مین بھی لکھا ہے لیکن یہ معنی

موافق لغت اور عرف کے تھے اب رہے اصطلاحی معنی پس اشاعرہ کے نزدیک جسم وہ جوہر ہے جو قابل تقسیم ہو جسکے ٹکڑے ہو سکین اور یہ تعریف اونکی شامل ہے اوس چیز کو بھی جو دو جوہر فرد سے بھی مرکب ہو۔ اور معتزلہ کے نزدیک جسم وہ ہے جسمین طول و عرض و عمق تینون چیزین ہون اور فلسفیون کے نزدیک جسم وہ جوہر قائم بالذات ہے جسمین تینون بُعد (طول عرض عمق) قرار دینا ممکن ہو اگرچہ اسوقت ٹکڑے اوسمین نہون اور نہ ٹکڑے اوسکے کیے جا سکین۔

اب رہی صورت کی تعریف تو اوسکی نسبت صاحب قاموس نے تصریح کی ہے کہ صورت شکل کو کہتے ہین اور شکل کو فارسی مین پیکر کہتے ہین (جسکو اردو مین پیچ وپیچ سانچہ ڈھانچہ کہتے ہین) اور حکما کی اصطلاح مین شکل وہ ہیئت ہی جو گھیرنے سے ایک حد مثل دائرہ اور کرہ کے یا کئی حدون کے گھیرنے سے مثل مثلث اور مربع اور مکعب کے حاصل ہو اور صورت اونکی اصطلاح مین وہ چیز ہے جسکے سبب سے شی بالفعل موجود ہو جاے جیسے صورت جسمیہ بہ نسبت جسم کے اور صورت نوعیہ بہ نسبت ہر ایک کے معدنیات و نباتات و حیوانات کے اقسام سے۔ اور عرض اونکی اصطلاح مین اوس شی ممکن کو کہتے ہین جو کسی دوسرے محل اور موضوع قائم بالذات کے ساتھ پایا جائے خود بالذات علیحدہ اوس سے نہو۔

اور جوہر اونکے نزدیک وہ شی ممکن ہے جو بغیر موضوع و محل کے خود قائم بالذات موجود ہو۔ بعض محققین کا قول ہی کہ علما کے نزدیک جوہر کی لفظ کئی معنون کے لیے مقرر ہے۔ ایک یہ ہے کہ شے کی حقیقت اور اوسکی ذات کو جوہر کہتے ہین۔ دوسرے اوس موجود کو جسے محل و موضوع کی احتیاج نہو۔ تیسرے اوس چیز کو جو خارج مین اگر پائی جائے تو بغیر موضوع و محل کے پائی جائے۔ چوتھے جو چیز کسی صفت کو قبول کرے اوس چیز کو بھی جوہر کہتے ہین۔ پانچوین اوسکو بھی جوہر کہتے ہین جسمین ایک صفت کے جانیکے بعد دوسری صفت آتی رہے۔

جب یہ پانچون معنی جوہر کے معلوم ہو چکے تو سمجھنا چاہیے کہ پروردگار عالم پر معنی اول و معنی دوم سے جوہر صادق آسکتا ہے اسلیے کہ اوسکے لیے حقیقت و ذات ہے اور وہ ذات اوسکی محل و موضوع کی محتاج نہین ہے اور تیسرے معنی جوہر کے اوسپر صادق نہین آسکتے اسلیے کہ وجود باری تعالی اوسکی عین حقیقت ہے نہ اوس سے غیر و علیحدہ اسی طرح چوتھے اور پانچوین معنی بھی جوہر کے اوسپر صادق نہین آتے کیونکہ انشاء اللہ آئندہ اسکا بیان ہوگا کہ کوئی صفت اوسکی ذات سے زائد اور علاوہ نہین ہے اس طرح پر کہ اوس صفت کو قبول کرے اور ذات کو وہ صفت عارض اور ذات اوسکی معروض ہو اب رہی یہ بات کہ خدا کے نام توقیفی ہین صاحب شرع کے بتانے پر موقوف ہین اور صاحب شرع سے اجازت اس جوہر کی لفظ کے کہنے کی اوسکی ذات پر نہین وارد ہوئی لہذا اس لفظ جوہر کا کہنا اوسکی ذات کے واسطے مطلقاً ممکن نہین ہے اسلیے کہ دونو پہلے معنی اگرچہ صادق ہو سکتے ہین مگر اس لفظ کے کہنے کی اجازت نہین ملی اب رہے باقی اعتبارات تو نہ وہ لفظاً جائز ہین اور نہ معنون کی راہ سے جائز ہین یہانتک یہ عبارت و کلام اونہین بعض محققین کا تھا اور یہ جو کچھ اونکا مقال ہے یہی حقیقت حال ہے۔ اور اوسی حدیث شریف مین جناب عبد العظیم علیہ الرحمہ نے اپنے عقیدہ کے اظہار مین یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ بل ہو مجسم الاجسام و مصور الصور و خالق الاعراض والجواہر ورب کل شیٔ ومالکہ وجاعلہ ومحدثہ (بلکہ اوسی نے جسمون کی صورت دکھائی ہے اوسی نے صورتون کی شکل بنائی ہے وہی اعراض و جواہر کا خالق ہے وہی

ہر شے کا پروردگار و رازق ہے وہی ہر شے کا مالک و جاعل و محدث و باعث ہے باقی ہر چیز مملوک و مجعول و حادث ہے) رب اصل لغت مین تربیت کے معنون مین ہے اور تربیت کسی شے کو رفتہ رفتہ اوسکے کمال تک پہنچانے کو کہتے ہین پس از راہ مبالغہ کے یہ صفت واقع ہوا جیسے صوم و عدل کہ مبالغۃً صائم اور عادل کی جگہ بولا جاتا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ رب نعت وصفت ہے ربّہ یربّہ فھو ربٌّ سے (رب تربیت کرنے والا) جیسے نمّ ینمّ فھو نمٌّ (یعنے جیسے نم صفت و اسم فاعل ہے اوسی طرح رب بھی ہے) اب زبان عرب مین رب مالک کو کہتے ہین کیونکہ وہ تربیت اور حفاظت کرتا ہے اپنے مملوک کی اور یہ قول اونجناب کا جاعلہ اپنے ظاہری معنون سے اشارہ کر رہا ہے جعل بسیط کی حقیقت کا جیسے قول حق تعالیٰ جعل الظلمات والنور سے اشارہ جعل بسیط پر ہے کہ نفس و ماہیت ظلمت و نور کو پیدا کیا ہے اور یہی قول حق ہے جسے دلیلون نے بھی ظاہر و ہویدا کیا ہے۔ اور قول اونجناب رہ کا محدثہ اشارہ کرتا ہے کہ عالم حادث ہے قدیم نہین ہے۔ اب بیان پر یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ عدالت خدا کا اقرار کرنا یہ بھی ایک اصل ہے اصول دین سے کہ جو شخص عدل خدا کا اعتقاد نرکھے اوسے مومن نہ کہینگے اور وہ مومن نہین ہے مگر کلام مین جناب سید علیہ الرحمہ کے اس عدل کی تصریح نہین ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ رب کہنا اوسکو اسی سے عدل نکل آیا اسلیے کہ عدالت اوسکے رب ہونیکو لازم ہے کیونکہ تربیت جس سے رب مشتق ہے بغیر عدالت پائی جا ہی نہین سکتی واللہ تعالیٰ یعلم۔ اور قول اونجناب کا وانّ محمّدًا عبدہ ورسولہ خاتم النبیین فلا نبی بعدہ الی یوم القیٰمۃ (یعنے اقرار کرتا ہون کہ حضرت محمد مصطفےٰ سید المرسلین اوسکے بندے اور رسول خاتم النبیین ہین جنپر نبوت کا خاتمہ ہوا اب اونکے بعد قیامت تک کوئی نبی نہوگا) نبی اوسکو کہتے ہین کہ جو انسان خدا کے پیغام بغیر کسی انسان کے واسطہ کے بندون کو پہنچاے اور اوسکے حکم بتاے خواہ اوس نبی کے واسطے خدا کی جانب سے کوئی خاص شریعت و طریقہ مقرر ہو جیسے ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے واسطے تھا یا کوئی خاص شریعت اوسکے لیے نہو بلکہ کسی نبی کی شریعت پر اوسکو عمل کرنے کا اور ہدایت کرنے کا حکم ہو جیسے حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام تھے۔ وجہ تسمیہ کے بیان مین بعض نے کہا ہے کہ نبی کو نبی اسلیے کہتے ہین کہ وہ خبر دیتا ہے خدا کی جانب سے (پس نبأ سے جسکے معنی خبر کے ہین مشتق لیتے ہین) نبی فعیل کے وزن پر ہے معنون مین مُفعِل (اسم فاعل باب افعال سے) اور بعض نے کہا ہے کہ نبی مشتق ہے نبُوّت و نَباوت سے جسکے معنی بلند ہونے کے ہین زمین سے تو نبی کو نبی اس سبب سے کہتے ہین کہ وہ شرف و بزرگی مین بلند مرتبہ ہے تمام مخلوقات سے پس اس صورت مین لفظ نبی کی اصل بغیر ہمزہ کی ہوگی اور بعض نے اور وجہین بھی اسکے علاوہ لکھی ہین۔ اور نبی اور رسول مین یہ فرق ہے کہ رسول خدا کی جانب سے پیغام پہنچاتا ہے بغیر کسی انسان کی وساطت کے اور اوسکے لیے ایک خاص اوسکی شریعت خدا معین کرتا ہے خواہ ابتدائً ہو جیسے حضرت آدم ہو یا اوسکی شریعت ناسخ ہو اور شریعتون کے جیسے ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ ہ اور نبی کے لیے یہ چیزین ضرور نہین ہین کبھی اس سے خالی ہوتا ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ نبی فرشتون کو خواب مین دیکھتا ہے اور اوسکی آوازین سنتا ہے اور ظاہر بظاہر جاگتے مین نہین دیکھتا اور رسول وہ ہے کہ فرشتون کی آواز بھی سنتا ہے اور خواب مین بھی دیکھتا ہے اور ظاہر بظاہر جاگتے مین بھی دیکھتا ہے تیسرا فرق یہ ہے کہ رسول کبھی کبھی فرشتے اور ملائکہ بھی ہوتے ہین

بخلاف نبی کے کہ وہ فرشتہ نہین ہوتا۔ قول اونجناب علیہ الرحمہ کا۔ واقول ان الامام والخلیفۃ وولی الامر من بعدہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام (اور یہ بھی مین تہ دل سے کہتا ہون کہ امام برحق وخلیفہ مطلق اور حاکم احکام خلق بعد اونحضرت کے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین) امام اسم ہے معنون مین من یؤتم بہ کی (جسکی پیروی کی جاے) اور اصطلاح مین امام وہ ہے جو رئیس عام اور حاکم تمام امور دنیوی اور دینی دونون مین ہو نائب اور خلیفہ اور جانشین ہونیکے سبب سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور کبھی امامت مطلق ریاست وحکومت عام کو بھی کہتے ہین بغیر قید نیابت وخلافت کے جیسا کہ اسپر یہ قول حق تعالی دلالت کرتا ہے جسے حق تعالی نے حضرت ابراہیم علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام سے خطاب کرکے فرمایا ہے انی جاعلک للناس اماما (مین تمکو ضرور لوگون کا پیشوا اور حاکم بناونگا) اور کتاب کافی مین شحام کی روایت مین بعض ایسے الفاظ ہین جن سے منصب امامت کی افضلیت مرتبہ نبوت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ ولایت یہ ہے کہ حقتعالی کی طرف سے انسان کو بعض اعمال کا القا اور الہام ہو اور امامت یہ ہے کہ اوسکو احکام پہنچانے کا بھی حکم ہو ان معنون کی راہ سے ولایت کو امامت سے وہ نسبت ہے جو نبوت کو رسالت سے۔ اور قول اونجناب علیہ الرحمہ کا ان المعراج حق (اسکا بھی اعتقاد ویقین رکھتا ہون کہ معراج حق ہے) مراد معراج سے جناب رسالتمآب کا اسی بدن شریف سے آسمان پر عروج فرمانا ہے جسکی تفصیل انشاء اللہ تعالی باب نبوت مین بیان ہوگی اور یہ قول اونجناب کا الجنۃ حق والنار حق۔ (بہشت ودوزخ حق ہے) مراد جنت ونار سے ثواب وعذاب کی جگہ ہے۔ اور قول اونکا الصراط حق (صراط کا پل حق ہے) مراد اس مقام پر وہ پل ہے جو جہنم کے اوپر بچھایا جائیگا بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی باڑھ سے زیادہ تیز ہوگا اور تمام اولین وآخرین کا اوسپر سے گذر ہوگا اور یہ قول اونجناب کا المیزان حق (میزان حق ہے) یہان مراد میزان سے ترازو ہے۔ اور یہ قول اونجناب کا والامر بالمعروف والنہی عن المنکر (یعنی امر بمعروف اور نہی منکر واجبات سے ہے) معروف واجب ومستحب کو کہتے ہین لیکن مراد یہان واجب ہے اور منکر سے مراد حرام ہے باقی فقرات حدیث کا مطلب ظاہر ہے دوسرا مقدمہ معرفت خدا کے معنون کی تحقیق مین خوب سمجھنا چاہیے معرفت سے کبھی اون جزئیات اور اون چیزون کا علم مراد ہوتا ہے جو ان حواس خمسہ ظاہری آنکھ کان ناک زبان ہاتھ وغیرہ سے دریافت ہوتے ہین جیسے عربی مین کہتے ہین عَرَفْتُ الشَّیْءَ اَعْرِفُہٗ بکسر راے مہملہ عرفانا اوسوقت جب کسی شے کو ان حواس خمسہ مذکورہ سے دریافت کرتے ہین۔ اور کبھی معرفت سے مراد ادراک اور دریافت کرنا اوس چیز جزئی کا ہوتا ہے جو بسیط وغیر مرکب ومجرد وخالی مادہ سے ہو اور ظاہری حواس سے اوسکا ادراک نہو سکے جیسے عربی مین کہتے ہین عَرَفْتُ اللّٰہَ اور عَلِمْتُ اللّٰہَ نہین کہتے اور کبھی معرفت اسکو بھی کہتے ہین کہ پہلے سے کسی چیز کا علم نہو اور پھر معلوم ہوجائے۔ اور اسکو بھی معرفت کہتے ہین کہ کوئی چیز معلوم ہوا ور اوسے بھول جائین اور پھر دوبارہ یاد آئے اور معلوم ہو۔

اور اسی اخیر معنون کی نسبت بعض کا قول ہے کہ اسی معنی سے حق تعالی کی معرفت کو معرفت کہتے ہین اسلیے کہ روحین بدنون سے پہلے پیدا ہوئین ہین جیسا کہ حدیثون مین وارد ہوا ہے اور اونھون نے عالم ارواح مین اقرار خالقیت وربوبیت اوسکا کیا ہے جیسا حق تعالی نے قرآن شریف مین بیان فرمایا ہے الست بربکم

قالوا بلیٰ (یعنے پروردگار عالم نے اونسے خطاب فرمایا کہ کیا مین تمھارا خالق و پروردگار نہین ہون سب نے کہا کیون نہین تو ہمارا خدا اور مالک و مختار ہے) لیکن جبکہ ان ظلمانی بدنون سے اوسکی ترکیب ہوی اور اس اندھیری کوٹھری مین پھنسے اور اس مادّی پردیکی گھٹا ٹوپ اوسپر پڑی تو اپنے مالک و خالق کو بھول گئی پھر جب ریاضت کرکے مشقت جھیل کے اس دار غرور کے قید خانے سے نکلے اور علم و عقل کی بدولت جد و جہد کرکے اس عالم زور و بہتان کی توجہ و رغبت چھوڑی تو اپنے اوس قدیمی قول و اقرار کو نیا کیا جو اس زمانے کے ہاتھون اور دنیا کی لگاتون سے انیٹ ہو ہی چکا تھا تو اب جو اوسنے بھلویا ہوا عہد دوبارا ہاتھ آیا تو اس علم نے معرفت کا خطاب پایا اور پھر دوبارا اوس معرفت کا ظہور ہوا تو یہ بعینہ نور علیٰ نور ہوا یہانتک اونھین بعض علما کا کلام تھا۔ اب یہ خوب توجہ سے سمجھنا چاہیے کہ مراد معرفت خدا سے یہ نہین ہے کہ اوسکی کنہ ذات کا ادراک کرے اسلیے کہ یہ محال خیال ہے امر خیال محال ہے بلکہ مراد معرفت سے نعوت جلال کا جاننا ہے اور صفات جمال کا پہچاننا ہے اوسقدر کہ طاقت بشری کا امکان ہو عقل مین تاب و توان ہو۔ یعنے اوسکے واجب الوجود ہونے کا یقین و اذعان کرے اور اوسکے تمام عالم کے صانع و خالق ہونے کا ایمان لائے اور یہ بھی دل سے اقرار و اعتقاد رکھے کہ وہی سزاوار عبادت ہے نہ غیر اوسکا کوئی لائق طاعت ہے اور تمام صفات ثبوتیہ جنکا وہ مستحق ہے اونکو پہچانے اور صفتین سلبی جو اوسکے لائق نہین اونسے اوسے مبرا جانے۔ اور علم کو بھی معرفت کہتے ہین اسلیے کہ بحار الانوار مین جامع الاخبار سے اس طرح نقل کرتے ہین کہ ایک شخص خدمت بابرکت جناب رسالتمآب مین حاضر ہوا اور اس طرح عرض کیا ما راس العلم قال معرفة الله حق معرفته الخ (علم کی کیا حقیقت و ماہیت ہے ارشاد ہوا کہ خدا کی معرفت ایسی جو حق معرفت ہے) — **تیسرا مقدمہ**۔ اس امر مین کہ یہ معرفت بدیہی ہے کہ موقوف نظر و فکر پر نہین ہے یا نظری ہی کہ محتاج فکر و نظر کی ہے یا بعض قسمین اسکی بدیہی ہین اور بعض نظری ہین پہلی صورت تو باطل ہے اسلیے کہ اسمین کوئی شک نہین ہے کہ معرفت اس امر کے کہ وہ واجب الوجود قدیم حکیم و قدیر علیم ہے رویت اوسکی محال ہے نہ وہ زمانی ہے نہ مکانی ہے نہ جسم ہے نہ جسمانی ہے اور علاوہ اسکے اور بہت اصول و معارف ہین جو کچھ نہ کچھ ضرور نہایت دقیق نظرون اور باریک فکرون پر موقوف ہین جسکے انکار کی کسی شخص کو مجال نہین ہے اگرچہ یہ نظر و فکر پر موقوف ہونا اونھین لوگون کے لیے ہو جنکو قوت قدسیہ اور طہارت ملکوتیہ حاصل نہو اسلیے کہ اسیقدر اون معارف کے نظری ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ نظری وہی ہے جسکا مطلقاً حاصل ہونا نظر پر موقوف ہو نہ یہ کہ ہر طریقہ سے اور ہر شخص کے لیے اوسکا حاصل ہونا نظر و فکر پر موقوف ہو اور تیسری صورت بھی اسی طرح باطل ہے لیکن اسکا باطل ہونا اتفاقی نہین ہے بلکہ بعضون نے بعض آیات و بعض روایات کے ظاہری معنون پر خیال کرکے اختلاف بھی کیا ہے جب یہ دونو صورتین باطل ٹھہرین تو بنا بر خیر الامور اوسطہا قسم وسطی یعنی دوسری صورت صحیح رہی اور اوسکے صحت کی کئی وجہین ہین پہلے یہ کہ ہم جب اپنے دل کی طرف رجوع کرتے ہین تو ہم بڑا فرق پاتے ہین اپنے ان قولون مین الاربعة زوج والنار حارة والسماء فوقنا (چار جفت ہے اور آگ گرم ہے اور آسمان ہمارے اوپر ہے) اسی طرحکے اور قولون مین اور اپنے ان قولون مین کہ مصداق واجب الوجود بحسب التصور موجود فی الخارج (مصداق واجب الوجود کا حقیقت مین ذہن کے علاوہ خارج و واقع مین موجود ہے) وانه تعالیٰ خالق العالم وانه علیم قدیر حی قدیم (وہ خالق تمام عالم کا ہے وہ قدیر و علیم حی قدیم ہے)

علاوہ اسکے اور اسی طرح کی صفتین ہین اور ہر منصف فرق ان دونون قسمون مین کر سکتا ہے پہلے قول ایسے ہین کہ جنکا یقین خود بخود ہوا ہی جاتا ہے اور دوسری قسم کے قول ایسے نہین ہین اسی سبب سے بڑے بڑے گروہ اس معرفت کے نظری ہونے کے قایل ہین بعض نے جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کی کتاب المقالات سے نقل کیا ہے کہ جناب شیخ رہ نے ارشاد فرمایا کہ معرفت خدا دلیل و نظر سے حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح معرفت و شناخت انبیا علیہم السلام کی اور معرفت ہر غائب کی اور یہ ہرگز ممکن نہین ہے کہ معرفت ان چیزون کی جنکو مینے بتایا خود بخود ہو جائے۔ اور یہی قول و مذہب اکثر علماء امامیہ کا ہے اور بغدادی معتزلیون کا بھی خاص یہی قول ہے اور اسمین اختلاف کیا ہے بصری معتزلہ نے اور مجبرہ نے اور حشویہ نے جو اپنے تئین اصحاب حدیث سے سمجھتے ہین۔ اور یہ بھی جناب شیخ رہ نے اوسی کتاب مین ارشاد فرمایا کہ معرفت حق تعالی کی اور شناخت انبیاء کی اور صحت اوس دین کی جسکو خدا نے پسند کیا ہے اور علم ہر شے کا جسکی حقیقت حواس ظاہری سے دریافت نہو اور اوسکی معرفت بداہۃ مین داخل نہو بلکہ قیاس وغیرہ کے طریقہ سے حاصل ہو وہ ممکن ہی نہین ہے اور صحیح ہی نہین ہے کہ خود بخود اضطرارا بلا اختیار حاصل ہو جائے بلکہ ایسے حالات پر اطلاع ہو ہی نہین سکتی بغیر دلیل و نظر سے اکتساب و تحصیل کیے جس طرح سے وہ چیزین کہ جنکے علم کا طریقہ حواس ظاہری آنکھ کان زبان وغیرہ ہی قیاس و دلیل سے حاصل نہین ہو سکتین اور نہ وہ علم جو بدیہی ہین وہ قیاس و نظر سے حاصل ہو سکتی ہین۔ تمام ہوا بعض کلام جناب شیخ رہ جسکے بیان کا ہمنے ارادہ کیا تھا اور جناب شیخ صدوق رہ نے کتاب التوحید مین بیان فرمایا ہے کہ بعض اہل علم کلام کو مینے کہتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص صحرا و جنگل بیابان مین پیدا ہو اور کسی کو بھی نہ دیکھے جو اوسے ہدایت و رہنمائی کرے اور یونہین بڑے اور جوان صاحب عقل و تمیز ہو اور نظر کرے آسمان و زمین پر تو ضرور یہی دونون اوسے بتائینگے اور انہین کو دیکھکر وہ سمجھے گا کہ کوئی انکا پیدا کرنیوالا اور بنانے والا ہے یہ سنکر مینے کہا کہ ابتک یہ ہوا ہی نہین اور یہ ایسی بات کی خبر ہے جو ابھی تک نہین ہوئی اور اگر کبھی ایسا بھی ہوگا تو معلوم نہین کہ کیا اور کیونکر ہوگا اور اگر ایسا ہی ہوا ہے تو ضرور یہ شخص اپنے نفس کے لیے حجت خدا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام مین ہوتا تھا کہ بعض انمین اپنے نفس کے لیے ہوتے تھے اور بعض اپنی اہل و اولاد کے لیے اور بعض اہل محلہ کے واسطے اور بعض اپنے اہل شہر کے لیے اور بعض ایسے تھے کہ تمام جہان کے آدمیون کے واسطے ہوتے تھے اور اگر حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے استدلال و دلیل لانے کو کہو کہ اونحضرت نے ستارہ زہرہ کو دیکھا پھر چاند پر نظر کی پھر آفتاب پر غور کیا اور جب وہ غروب ہوا تو فرمایا۔ یا قوم انی بری مما تشرکون (اے میری قوم مین اون شرک کی باتون سے جنھین تم کرتے ہو بری ہون) تو وہ بلاشک نبی تھے اونکو الہام ہوتا تھا وہ رسول مقبول تھے اور جو کچھ اونحضرت نے ارشاد فرمایا وہ سب خدا کی تعلیم و الہام سے تھا کیونکہ خود پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے و تلک حجتنا اتینا ھا ابراھیم علی قومہ (اور یہ ہماری حجتین تھین جو ہمنے ابراہیم ع کو دین کہ وہ اپنے قوم پر حجت تمام کرین) اور ہر شخص تھوڑے ہی حضرت ابراہیم ع کی طرح ہو سکتا ہے بلکہ اگر معرفت توحید مین نظر کافی ہوتی اور تعلیم پروردگار کی ضرورت نہوتی اور اوسکے پہنچوانے کی احتیاج نہوتی تو حق تعالی اون آیتونکو جو اس باب مین نازل ہوئی ہین کیون نازل کرتا اور فرماتا۔ فاعلم انہ لا الہ الا اللہ (خوب دلسے اعتقاد کرو

کہ سوائے اللہ واحد کے کوئی عبادت و پرستش کے لائق نہیں ہے) اور فرمایا قل ھو اللہ احد آخر سورہ تک اور یا فرمایا بدیع السموات والارض انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ (ایجاد کرنیوالا آسمانون اور زمین کا بھلا کہان اوسکے اولاد کا ہو سکتا ہے اور اوسکے لیے صاحبہ و زوجہ تو ہو ہی نہیں سکتی) یہان تک کہ فرمایا وھو اللطیف الخبیر اور آخر سورہ حشر کے آیتین اور اسکے علاوہ اور توحید کے متعلق آیتین ہین یہانتک کلام جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا تھا۔ اب بنظر غور دیکھیے کہ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کس شد ومد اور مبالغہ کے ساتھ معرفت کے نظری ہونے کو بیان کیا ہی یہانتک کہ مقدمات عقلیہ سے بھی معرفت کا حاصل ہونا تجویز نہین کرتے جب تک خدا اسے علم رسول کے ذریعہ سے تعلیم نہ کرے اور نہ بتائے تو بھلا وہ معرفت کے بدیہی ہونے کو تو کیا کہینگے اور اپنی کتاب کمال الدین و تمام النعمہ مین ایک مقام پر یہ فرمایا ہے کہ اگر ہمسے کوئی دریافت کرے اور پوچھے کہ شریعت کی صحت پر کیا دلیل ہے تو ہمکو سبکے پہلے یہ ضرورت پڑیگی کہ تمام عالم اور دنیا کا حادث ہونا قدیم نہونا ثابت کرین اوسکے بعد یہ بات ثابت کرین کہ خدا واحد و حکیم و دانا ہے پھر خبر کی صحت کے طریقہ بیان کرین اور جناب رسولخدا کی نبوت کو ثابت کرین اور یہ ثابت کرین کہ اونحضرت نے اس شریعت کو خدا کی جانب سے بیان فرمایا یہانتک کلام اونجناب کا تمام ہوا یہ قول معرفت کے نظری ہونے مین علماء کے تھے اب رہے حکماے الہیین اور متکلمین تو اونکی تمام کتابین بھری پڑی ہین دلیلون سے وجود واجب تعالی اور اوسکے علم وحیات و وحدانیت وغیرہ پر اور یہ اسی سبب سے ہے کہ معرفت پروردگار عالم اونکے نزدیک نظری ہے بلکہ بہت لوگون نے اونمین سے اوسکے نظری ہونیکی تصریح کی ہے مینے اونکے نام اس خیال سے کہ طول ہوگا بیان نہین کیے۔ دوسری دلیل معرفت کی نظری ہونیکی یہ ہے کہ خود پروردگار عالم نے قرآن شریف مین اور جناب رسولخدا اور آئمہ ہدا علیہ السلام نے اکثر مقامون پر احادیث مین اوسکے وجود پر اور صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ پر استدلال فرمائی ہے تو ضرور ہوا کہ معرفت پروردگار عالم کو نظری کہا جاے بیان اسکا سُنیے۔

پہلی بات کہ قرآن مین حق تعالی نے استدلال فرمائی ہے وہ اسلیے کہ سورۃ الزاریات مین ارشاد کیا ہے وفی الارض ایات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون (زمین مین اوسکی نشانیان مومنین موقنین کے لیے موجود ہین بلکہ خود تمھارے نفسون مین اوسکے وجود کی علامت و نشانیان پائی جاتی ہین پھر کیون نہین دیکھتے اور توجہ کرتے) اور سورہ جاثیہ مین فرمایا ہے ان فی السموات والارض لایات للمومنین وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایات لقوم یوقنون واختلاف اللیل والنھار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا وتصریف الریاح ایات لقوم یعقلون (ضرور ضرور آسمانون اور زمین مین کرورہا نشانیان اور پہچانین ہین ایماندارون کے لیے اور خود تمھاری خلقت و بنوٹ مین اور جو زمین پر چلنے پھرنے والے پھیلے ہوے ہین نشانیان اور پہچانین ہین یقین کرنیوالی قوم کے لیے اور اولٹ پلٹ رات دن کی اور جو کچھ خدا نے آسمان کی جانب سے روزی نازل کی اور برسادی ہے جسکے سبب سے خشک ٹکڑا زمین مردہ کو تر و تازہ زندہ کردیا اور ہیر پھیر مین ہواؤن کی بڑی بڑی پہچانین ہین عقلمند قوم کے لیے) اور سورہ حم سجدہ مین پروردگار عالم نے فرمایا ہے سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل شئی شہید (بہت جلد دکھا دینگے ہم اونکو اپنی پہچانین کنارون مین اور خود اونکی جانون مین یہانتک کہ کھل جاے اونکے لیے کہ ضرور وہی حق ہے کیا کافی نہین ہے تیرا پروردگار اس امر کے لیے کہ وہ ہر شے پر حاضر و ناظر ہے) اور ایسی نظیرین قرآن مجید و فرقان حمید مین

بہت ہین - اب رہے استدلال معصومین علیہم السلام کی وہ تو بہت اور بیشمار ہے اور سب کا اکٹھا کرنا دشوار ہے اسی سبب سے چند روایتین بیان کرتا ہون اور اونھین مین اکتفا سمجھتا ہون - اونمین سے ایک وہ روایت ہے جو کتاب احتجاج مین ہشام بن الحکم کے زبانی بیان کی ہے ہشام کہتے ہین کہ ایک زندیق دہری بیدین نیچری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ صانع عالم (اس جہان کے پیدا کرنیوالے پر) کیا دلیل ہے حضرت امام جعفر صادق ہ نے ارشاد فرمایا انھین سب چیزون کا موجود ہونا گواہی دے رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ انکا کوئی صانع ہے جسنے انھین بنایا ہے کیا تجھے یہ نہین سوجھائی دیتا کہ تو جب کبھی عالیشان مکان باشوکت و رفعت کسی عمارت کو دیکھتا ہے تو کیسا سمجھ جاتا ہے اور دل مین ٹھان لیتا ہے کہ اسکا بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور بضرور ہے اگرچہ اوسکا بنانے والا تیری نظرون سے بہت دور ہے - اور اونھین روایتون مین ایک وہ بھی ہے جو اپنی سند کے ساتھ کتاب التوحید مین لکھی ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق ہ سے عرض کیا کہ آپ نے اپنے پروردگار کو کیونکر پہچانا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمتون کے ٹوٹنے اور دلی ارادون کے چھوٹنے سے - ہم کیسی دلی نیت کسی بات کے باندھتے ہین اور وہ بے زبردستی چھوٹ جاتی ہے اور کیسی پوری ہمت کسی چیز پر کرتے ہین اور وہ خود بخود ٹوٹ جاتی ہے - اور اونھین مین ایک یہ بھی ہے جو اوسی کتاب التوحید مین ہشام بن الحکم سے روایت کی ہے - جب ابو شاکر دیصانی نے حضرت امام جعفر صادق ہ سے وجود پروردگار عالم پر دلیل مانگی تھی تو حضرت نے اوسکے جواب مین یہ بھی ارشاد فرمایا تھا - کہ جب مین اپنے نفس پر نظر کرتا ہون تو دو باتون سے خالی نہین پاتا یا تو یہ ہے کہ مینے ہی خود اپنے نفس کو پیدا کیا تو یہ بھی دو طرح سے خالی نہین یا تو یہ ہے کہ مینے اپنے نفس کو پیدا کیا اور وہ خود ہی پہلے سے موجود بھی تھا اور یا جب مینے اپنے اوس نفس کو بنایا تو وہ میرا نفس خود ہی معدوم تھا موجود نہ تھا پس اگر مینے اپنے آپ کو اوسوقت بنایا اور پیدا کیا کہ خود آپ موجود تھا تو یہ میرا بنانا اپنے آپ کو بے حاصل ہے کیونکہ وہ تو خود آپ ہی موجود ہے اور اگر مینے اپنے آپ کو اوسوقت بنایا کہ جب آپ ہی موجود نہ تھا تو یہ تو خوب معلوم ہے تجھکو کہ جو چیز آپ خود ہی معدوم ہو اور موجود نہو تو وہ بھلا کسی شے کو کب بنا سکتی ہے اور موجود کر سکتی ہے تو اب بھی تیسری بات باقی رہگئی اور ثابت ٹھہری کہ ضرور کوئی میرا بنانیوالا ہے اور وہی خداے تعالی ہے جو پروردگار سارے جہان کا اور مالک کون و مکان کا ہے - اور اونھین روایتون مین ایک وہ ہے جو کتاب جامع الاخبار مین لکھی ہے کہ کسی نے جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب سے اثبات صانع عالم کی خواہش کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بھلا خیال تو کر کہ مثلا اونٹ کی مینگیان شتر کو اور گدھے کی لید خر کو اور آدمی کے پیرون کا نشان انسان و بشر کو بتاتا ہے تو کیا یہ آسمان با رفعت و لطافت و زمین با کثافت اوس خداے لطیف و خبیر کو نہین بتاتے اور اوس سمیع بصیر کو نہین دکھلاتے - اسی طرحکی روایات مین استدلال بیشمار ہے جنکی تعداد و انحصار دشوار ہے اور اس مقام مین اسقدر کافی ہے - اب دوسری بات کہ خدا و رسول خدا اور آئمہ معصومین ہ نے استدلال معرفت پر کی تو ضرور ہے کہ معرفت نظری ہوئی اسلیے کہ دلیل لانا بدیہی بات پر بے حصول ہے خواہ مخواہ کا طول ہے کیونکہ بیکار لغو و باطل ہے - اسی کا نام تحصیل حاصل ہے تیسری دلیل معرفت کی نظری ہونے پر یہ ہے کہ حدیث مفضل مین حضرت امام جعفر صادق ہ نے ارشاد فرمایا مفضل کو خوب خوب سمجھایا - خوب فکر و غور کرد

بیان دلیل سوم بر نظری ہونے معرفت

اوسی فضل اوس علم مین جو انسان کو دیا گیا ہے اور جس سے وہ باز رکھا گیا ہے جو کچھ اوسکے امور دین و دنیا مین کار آمد ہے وہ اوسکو بتایا ہے جسمین اوسکی صلاح ہے وہ اوسے سکھایا ہے مثلاً امور دین مین اوسکے لائق اور اوسکے حال کے موافق معرفت خالق ہے اون دلیلون اور نشانیون سے جنسے مملو اور بھری پڑی تمام خلقت و خلائق ہو الخ اور کتاب التوحید اور کتاب عیون اخبار مین لکھا ہے کہ بعض خطبون مین حضرت امام رضا نے ارشاد فرمایا ہے بصنع اللہ یستدل علیہ وبالعقول یعتقد معرفتہ وبالفطرۃ تثبت حجتہ الخ (اوسکے مصنوعات و مخلوقات اوسکے وجود کی دلیلین مین اوسکی معرفت کا اعتقاد رکھنے کے لیے عقلون کی شاہراہین اور سبیلین ہین - ہر شے کی خلقت سے خدا کی حجت تمام ہے ہر چیز کی بنوث اوسکے وجود کی گواہ بلا کلام ہے) اور نہج البلاغہ کے بعض خطبون مین جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے - دلیلہ آیاتہ ووجودہ اثباتہ ومعرفتہ توحیدہ (اوسکی نشانیون اوسکی پہچان ہے اوسی کا وجود اپنے اثبات کا ٹھیک نشان ہے معرفت اوسکی توحید ہے کہ جنسے اوسکو پہچانا اوسنے اوسے وحدہ لاشریک لہ ضرور جانا) اور اسکے چند فقرون کے بعد پھر ارشاد فرمایا ہے لیس باللہ من عرف بنفسہ ہو اللہ ال بالدلیل علیہ والمودی بالمعرفۃ الیہ الخ (وہ خدا نہین ہے جسکی ذات کو خود بخود بوجہ پایا - خدا وہ ہے جسنے اپنی دلیلون سے اپنے ہونیکو پہچنوایا - اور اپنی معرفت تک پہچوایا) اور دوسرے خطبہ مین ایک مقام پر نہج البلاغہ مین ارشاد فرمایا ہے الدال علی قدمہ بحدوث خلقہ وبحدوث خلقہ علی وجودہ الخ (اپنے قدیم ہونے پر اس جہان کے حادث ہونے سے دلیل لایا اور عالم کے حادث ہونے سے اپنے وجود کو بتایا -) اور ایک دوسرے مقام مین ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسا ہے کہ باریک باریک باتون سے مخفی ہے اور عقلون پر روشن و جلی ہے اسلیئے کہ اوسکی تدبیر کی علامتین مخلوقات مین پیدا ہین اوسکے مصنوعات کی حکمتین روشن و ہویدا ہین - انبیا علیہم السلام سے جب اوسکے بارے مین دریافت ہوا تو اوسکی ذات و ذاتیات کو نہ کسی نبی نے محدود کیا نہ اوسکی ماہیت کو فرمایا بلکہ اوسکے افعال و آثار سے اوسکی صفتون کو بتایا اور اوسکی نشانیون اور آیات سے اوسکو پہچنوایا غور و فکر کرنے والون کی عقلین اوسکا انکار نہین کر سکتین - منصفون کے دلکی زبانین اوسکے وجود کے اقرار سے نہین مکرتین اسلیئے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ انمین ہے جب اوسکی خلقت و فطرت سے بھرے پڑے ہین تو پھر بھلا اوسکی صنعت و قدرت کا کیونکر انکار کر سکین اور اسی طرح اسکی نظیرین بہت ہین -

چوتھی دلیل معرفت خدا کی نظری ہونیکی یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالی عنقریب بیان ہوگا کہ معرفت خدا کی واجب ہے اور بندون کو تکلیف دی گئی ہے معرفت خدا کی اور جو چیز بدیہی ہو کہ خود بخود ہر شخص کے لیے حاصل ہو اوسکی تکلیف مین حسن و خوبی نہین ہے اسلیئے کہ فرمانبرداری ایسی چیز مین ہوگی اور نہ اوس شخص کو فرمان بردار کہین گے جسمین بلا اختیار ہے اور یہ امر ہر شخص پر ظاہر و آشکار ہے -

اب سنیئے دلیلین اون لوگون کی جنکا دعوا یہ ہے کہ معرفت خدا بدیہی ہے - دو آیتین اور کئی روایتین وہ اپنے دعوے کی دلیل مین پیش کرتے ہین ایک آیت یہ ہے کہ حق تعالی نے ارشاد فرمایا ہے ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ (اور اگر اونسے پوچھو کہ آسمانون اور زمین کو کسنے پیدا کیا ہے تو ضرور بالضرور وہ کہہ اوٹھین گے کہ خدا نے پیدا کیا ہے) دوسری آیت یہ ہے کہ فرمایا پروردگار عالم نے بل اللہ یمن علیکم ان ہدٰکم للایمان ان کنتم صادقین (بلکہ خدا ہی نے یہ تمپر احسان کیا کہ تمکو ایمان کا راستہ دکھایا اگر تم سچے ہو) اور

روایتون مین سے ایک یہ روایت ہے جسکو بزنطی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہین کہ حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ انسان کو معرفت خدا مین دخل ہے اور معرفت انسان کا کام ہے یا نہین حضرت نے ارشاد فرمایا کہ نہین انسان کا کام نہین ہے مینے عرض کیا کہ پھر معرفت کے حاصل ہونے سے اونکو ثواب ملتا ہے یا نہین فرمایا کہ یہ پرورد گار عالم کا احسان ہے کہ وہ اونکو ثواب عطا کرتا ہے جس طرح اوسکا یہ بھی احسان وتفضل وامتنان ہے کہ اون کو معرفت عنایت فرماتا ہے اور یہ بھی حدیث ہے کہ درست نامی ایک شخص نے ایک شخص سے جسنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد بیان کیا ہے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ چھ چیزین ہین کہ وہ انسان کا کام نہین ہین اور اونکی کاریگری کو اوسمین دخل نہین ہے معرفت۔ جہالت۔ رضا۔ غضب۔ خواب۔ بیداری۔ تیسری روایت عبد الرحیم قصیر نے کہا کہ مینے عبد الملک بن اعین کے ہاتھ لکھ بھیجا اور حضرت سے سوال کیا کہ خدا کی معرفت اور اوسکا جحد وانکار یہ دونون خدا کے پیدا کیے ہوے ہین یا نہین اوسکے جواب مین حضرت نے تحریر فرمایا کہ تمنے جو معرفت کو دریافت کیا کہ وہ کیا ہے تو اب دل سے سمجھو خدا تمپر رحم کرے یہ بات ضرور ہے کہ معرفت خدا یتعالی کا فعل ہے کہ دلمین پیدا کرتا ہے اور جحد وانکار یہ بھی خدا کا فعل ہے کہ جسے دل مین پیدا کرتا ہے اور یہ دونو انسانکی دستکاری نہین ہین البتہ اونکو اکتساب اور حاصل کرنے مین اختیار ہے پس اپنے ایمان کی خواہش سے معرفت کو اختیار کرتے ہین اور اوسکے سبب سے مومنین عارفین ہوجاتے ہین اور اپنے ہی کفر کی خواہش سے جحد وانکار کو اختیار کرتے ہین اور اوسکے سبب سے کافر بنجاتے ہین اور ضلالت کی راہ مین کوشش کرتے ہین پس یہ ایمان خدا کی توفیق سے عطا ہوتا ہے اور کفر اوسکے خذلان وسلب توفیق سے لیکن اس اکتساب وتحصیل کے اختیاری ہونیکی راہ سے حق تعالی اونپر ثواب وعذاب کرتا ہے اور ایک روایت ابو بصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ یہ مین خوب جانتا ہون کہ یہ محبت جسکی سبب سے تم مجھسے محبت رکھتے ہو اسمین کچھ تمھاری کاریگری نہین ہے بلکہ حق سبحانہ تعالی کا یہ فعل ہے اور ایک روایت زرارہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے نقل کی ہے فرمایا کہ لوگون پر یہ واجب نہین ہے کہ علم حاصل کرین تا وقتیکہ حق تعالی اونکی تعلیم نفرمائے پس جب وہ اونکو تعلیم فرمائے تو ضرور اونپر واجب ہے کہ عمل کرین۔ اور زرارہ نے یہ بھی اونھین حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ مینے عرض کیا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا (فطرت جسپر خدانے لوگون کی خلقت وجبلت کی کیا ہے) فرمایا حضرت نے کہ مراد اس سے توحید ہے۔ اور صفوان کہتے ہین کہ مینے عبد صالح (حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام) سے عرض کیا کہ کیا آدمیون مین یہ طاقت وقدرت ہے کہ وہ اوسکے سبب سے معرفت خدا حاصل کرسکین حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ نہین بلکہ وہ حق تعالی کا تفضل واحسان ہے مینے عرض کیا کہ پھر بھلا اس معرفت پر اونکو ثواب ملیگا کیونکہ جب اونکا یہ فعل ہی نہوا اور اونمین یہ طاقت ہی نہوی کہ جس سے وہ اوسے حاصل کرین جیسے رکوع وسجود ہے کہ جسکا اونمین حکم ہوا اور وہ بجالاتے ہین اور اوسپر ثواب پاتے ہین یہ سنکر حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ معرفت بھی خدا کی نعمت واحسان ہے اور اوسپر اونہین ثواب دینا یہ بھی تفضل وامتنان ہے۔ اور یہ بھی ایک روایت زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر مین اس قول پروردگار عالم کے بیان کی ہے۔ واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علی انفسہم (اور جب تیرے پروردگار نے

بنی آدم کے پشتون سے اونکی ذریت کو نکالا اور اونکو اونکے نفسون پر شاہد بنایا) فرمایا حضرت نے کہ حق تعالی نے یہ معائنہ کرا دیا تھا اسکے بعد اوس معائنہ کو بھلا دیا اور اوس اقرار کو اونکے دلون مین ثابت و برقرار رکھا اور اگر یہ نہوا ہوتا تو کوئی شخص بھی اپنے خالق و رازق کو نہ پہچان سکتا اور یہی حاصل ہے اس قول خدا کا ولئن سالتہم من خلقہم لیقولن اللہ (اگر اونسے پوچھو کہ تمہین کسنے پیدا کیا ہے تو ضرور بضرور وہ بول اوٹھین گے کہ خدا تعالی نے)۔

اب سُنیئے جواب اس دلیل کا یہ ہے کہ پہلی آیت سے فقط اتنا ہی حاصل ہوتا ہے کہ اوسکی معرفت اس طرح پر کہ وہ خالق آسمان و زمین ہے کفار کو قبل قرآن و حدیث سُننے کی حاصل تھی اور یہ بات عام ہے کہ خواہ وہ معرفت اونکو بطریق نظر و فکر کے حاصل ہوئی ہو خواہ بطریق بداہت کے لیکن ازبسکہ دلیل بطلان کی بداہت پر قائم ہو چکی ہے تو پھر سوا اسے نظری ہونے کے اور کیا رہا بس وہی متعین و مقرر ٹھہرا اور دوسری آیت سے محض اتنا ہی ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالی نے ایمان کی ہدایت کی ہے تو یہ ہدایت کرنا اس طرح ممکن ہے کہ اوسنے دلیلین اور حجتین ایسی قائم کر دین جو عقائد حقہ کو بتلاتے اور ثابت کرتے ہین بلکہ یہی معنی سب سے زیادہ روشن و ظاہر ترین اسلیے کہ کوئی شخص بھی تمام عقائد حقہ کے بدیہی ہونے کا قائل نہین ہے۔ اب حدیثون کا جواب سُنیئے۔

پہلی حدیث سے تو اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ معرفت مین انسان کو دخل نہین ہے اوسکا فعل نہین ہے تو یہ بات ٹھیک اور یونہین ہے اگرچہ معرفت کو نظری کہین تب بھی بندے کا وہ فعل نہین ہے اسلیے کہ معرفت اگر نظری بھی ہو تو بھی حاصل ہونا اوسکا یا بطور تولید ہے یا بطور ایجاب ہے اور یا یونہین خدا نے عادت جاری کر دی ہے اس لئے کہ بعد نظر و فکر کے جو علم حاصل ہوتا ہے اوسکے طریق حصول مین یہی تین قول ہین اشعریون کے نزدیک تو یونہین عادت جاری ہوئی ہے کہ جب کسی بات مین فکر کی تو اوسکا علم ہو جاتا ہے اور معتزلیون کے نزدیک بطریق تولید ہے جیسے مارنے سے چوٹ لگتی ہے اوسی طرح فکر سے وہ شے حاصل ہے جسکی فکر کیجاتی ہے اور حکما کے نزدیک بطریق ایجاب و الزام ہے کہ وہی فکر سبب تام اوسکے حصول کا ہوتی ہے اور ہر صورت سے بندہ کا وہ کام نہین ہے بلکہ طریقہ تحصیل و اکتساب مین اختیار ہے اور وہی اوسکا کام ہے علاوہ اسکے یہ ہے کہ ہم کہتے کہ بعض محققین کا قول ہے کہ حق یہ ہے کہ نظر مستلزم ہے علم کو بالضرور یعنی جب نظر و فکر کسی شے مین کیجاویگی تو ضرور بضرور وہ حاصل ہو جایگی مثلاً جو شخص یہ جانے کہ عالم حادث ہے اور سمجھے کہ جو حادث ہے وہ محتاج موثر اور پیدا کرنے والے کا ہے تو ضرور ان دونو باتون کے جاننے کا لازمہ اس ترتیب سے یہ ہے کہ اوسکو خواہ مخواہ علم ہو جاے اور وہ جان جائے کہ عالم محتاج موثر اور پیدا کرنے والے کا ہے پس اس قول کے موافق اگر حدیث مذکور کا یہی حاصل ٹھہرائین کہ معرفت بدیہی ہے تو ہم کہینگے کہ مراد یہ ہے کہ بعد نظر و فکر کے بدیہی ہے اور جب یہ حاصل اوس حدیث کا ہے نہین تو پھر کیا ہے ہمارے خلاف نہین ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ بندیکا کام یہ معرفت ہی نہین تو پھر اسکو تکلیف معرفت کیونکر ہو سکتی ہے اور یہ اوسپر واجب کیونکر ہوگی۔ اسکے جواب مین کہونگا کہ کسی چیز کے اختیاری ہونے مین اور اوسپر مامور ہونے کے لیے اسیقدر کافی ہے کہ اوسکے اسباب کا حاصل کرنا اس شخص کے اختیار و قدرت مین ہو اگرچہ وہ چیز فی نفسہ کیفیت جیسے علم وغیرہ یا جیسے کھڑے ہونا بیٹھنا کہ ایک ہیئت خاص ہے جسے اصطلاح حکما مین مقولہ وضع کہتے ہین یا جیسے گرم ہونا سرد ہونا اسکو مقولہ

انفعال سے لیتے ہین کہ ایک اثر قبول کیا - اسی طرح صوم (روزہ) کہ ترک مفطرات روزہ کے توڑنے والی چیزون سے باز رہتا ہے اور نماز کہ اندونوئین بنا بر اصطلاح حکماء کے کئی مقولہ اور کئی طرحکے عرض پائے جاتے ہین مقولہ وضع و مقولہ حرکت اور بعض نے اس مقولہ حرکت کو بھی مقولہ انفعال مین داخل کیا ہے الحاصل معرفت کیا ہے تصدیق - و اذعان رکھنا وجود باری تعالی اور اوسکے صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ پر - اور تصدیق ایک نفس کو کیفیت حاصل ہوتی ہے جس کیفیت کا خالق انسان نہین ہے اور یہ بھی بات پہلے معلوم ہوچکی کہ بعد نظر و استدلال کے پھر اسکا حصول بندہ کے اختیار مین نہین ہے تو یہ کہنا بھی صحیح ہوا کہ معرفت انسان کا فعل اختیاری نہین ہے اور اس راہ سے کہ اسکا اکتساب و حاصل کرنا اور اسکے مقدمات تحصیل کا مہیا کرنا فعل اختیاری بندے کا ہے لہذا وہ مامور و محکوم ہوا اور اوسپر واجب ہوا کہ معرفت حاصل کرے - اب رہی دوسری حدیث اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر معرفت کے بدیہی ہونیکی وہ دلیل ہو تو اوس سے یہ بھی لازم آئیگا کہ جتنے علم ہین سب بدیہی ہوجائین اسلیے کہ معرفت سے یہان مطلقاً علم مراد لیا ہے کیونکہ جہل کے مقابلہ کا قرینہ اسی کو کہہ رہا ہے بلکہ ذکر رضا و غضب و خواب و بیداری کی لفظون کا بھی یہی تقاضا ہے حالانکہ کسی نے ... یہ نہین کہا کہ جتنے علم ہین وہ سب بدیہی ہین اور یہ تو یقینی باطل بھی ہے پس انہین قرینون سے معلوم ہوا کہ اس حدیث مین اور اسی طرح ایسی ہے اور حدیثون مین معرفت سے مطلق احکام حقہ کا علم مراد ہے اور محض معرفت خدا سے مخصوص نہین ہے - اور تیسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ تو صراحتہً ہمارے مطلب کے موافق ہے مستدل کے موافق نہین ہے کیونکہ اوسمین یہ بھی بیان ہے کہ محکوم ہونا اور ثواب ملنا معرفت پر اسی سبب سے ہے کہ تحصیل واکتساب اوسکا ایک فعل اختیاری بندہ کا ہے تو اب یہ مقام شکر ہے ہمارے لیے اور ہم اسپر خدا کا شکر کرتے ہین - چوتھی حدیث کا جواب یہ ہے کہ جسمین بحث ہو رہی ہے یعنی معرفت اوسکا بیان اس حدیث مین نہین ہے اور حب اور بغض سے کوئی بحث ہماری نہین ہے اگرچہ وہ بلاشک بندے کے اختیاری فعل نہین ہین[۱] -

پانچوین حدیث کا جواب یہ ہے کہ اوسمین تو صراحتہً بیان ہے کہ احکام شرعی جو متعلق فروع دین سے ہین جیسے نماز و روزہ اور اور عبادات و نکاح و طلاق و قصاص وغیرہ انکے حاصل کرنے مین عقل مستقل نہین ہے کہ سب حکمون کو فقط عقل ہی سے دریافت کرلین پس بنا بر لطف و مرحمت پروردگار عالم پر ضرور ہے کہ سب کو بیان فرمائے اور بندون کو لازم ہے کہ اوسکے حکم کے مطابق عمل کرین[۲] - چھٹی حدیث کا جواب یہ ہے مراد حدیث سے یہ ہے کہ لوگون کی خلقت و جبلت مین داخل ہے کہ حق طلبون اور صحیح مرادون کی دلیلین صاف صاف روشن عقل کے نزدیک قابل قبول ہوتی ہین اور اسکا بہت جلد یقین و اذعان کر لیتے ہین خصوصاً اقرار خالق عالم کا اور اوسکے علم و قدرت کا اسلیے کہ اوسکی صاف صاف دلیلین روشن برہانین اوسکی مدد کر رہی ہین اور قوت دے رہی ہین - اور اس بیان سے یہ غرض نہین ہے کہ یہ مسائل اور انکے اور مثل سب کے سب بدیہی ہین ہمکو اضطراراً بلا اختیار انکا علم حاصل ہوجاتا ہے اور قرینہ اسکا علاوہ اون دلیلون کے جو معرفت کے نظری ہونے پر دلالت کرتے ہین اور اونکو ہمنے سابق مین بیان بھی کیا ہے کئی حدیثین بھی ہین - ایک وہ ہے جو بحار الانوار مین بیان کی ہے حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے

---

[۱] یہ حب و بغض بھی مثل معرفت کے ہے کہ خود اختیاری بندہ کا نہین ہے مگر اکتساب اسباب حب و بغض مثل اکتساب اسباب معرفت کے اختیاری فعل انسان کا ہے اسی سے ثواب و عقاب حب و بغض پر بھی ملتا ہے ۱۲ مترجم

[۲] واضح ہو اہل انصاف ملاحظہ کرین کہ عقل بشری ہر ہر چیز کے نفع و ضرر کو کماحقہ دریافت کرسکتی ہے ملاحظہ ہو کہ شریعت نے جس شراب کو حرام کیا ہے اوسکی نجاست و برائی و مضر ہونا اب ڈاکٹر بھی ہزارون برس کے بعد ظاہر کر رہے ہین اسی طرح ذبیحہ کو بعد مدت اب کیا ممدوح سمجھ رہے ہین ۱۲ م

کہ حضرت نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی اور اون حضرت نے اپنے جد عالیمقدار حضرت امام محمد باقر بن علی بن الحسین صلوات اللہ علیہ وعلیہم سے روایت فرمائی تفسیر مین اس قول پرور دگار عالم کے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا (وہ فطرت وجبلت جسکو پرورگار عالم نے انسان کی خلقت وطینت مین قرار دیا) فرمایا حضرت نے وہ فطرت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المومنین ہے اور یہ سب داخل توحید ہے اور یہ بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف مین حق تعالی کا ارشاد ہے فاقم وجہک للدین حنیفا (دین حنیف وپاک وصاف کی طرف متوجہ رہو اور اوسکو قائم رکھو) فرمایا حضرت نے کہ مراد دین حنیف سے ولایت ہو (یعنی ولایت وامامت آئمہ ہدا علیہم السلام) اور کتاب توحید مین مع سند کے حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے تفسیر مین اس قول حق تعالی کے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا فرمایا حضرت نے کہ مراد فطرت سے توحید خدا واقرار رسالت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وولایت امیر المومنین علیہ السلام ہے۔ یہ بات ظاہر وآشکار ہے کہ کوئی شخص عقلا مین سے اسکا قائل نہین ہوا کہ ہمارے نبی کی نبوت اور جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کی امامت مقدمات بدیہیہ مین سے ہے اور یہ عقل کے نزدیک بہت ظاہر وآشکار ہے[1] اور انشاء اللہ تعالی احادیث فطرت کی مزید توضیح مبحث عدالت مین کی جائیگی۔ اور ساتوین حدیث سے جواب یہ ہے کہ وہ حدیث شامل ہے بیان فرق پر درمیان علم وعمل کے اور اسکا بیان ہو کہ عمل بندون کا فعل ہے اور اونکا اختیاری کام ہے بخلاف علم کے کہ وہ بندون کا فعل نہین ہے اور نہ اونکا اوسمین کچھ اختیار ہے سوائے اسکے کہ اوسکا سبب اور مقدمات اوسکے حاصل کرین اور مقدمات مین ترتیب دین۔ آٹھوین حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ متضمن ہے اسرار و رازہائے خداے تعالی پر جسکا اذعان کرنا واجب ہے تعبداً[2] اور یہ بھی بعید از عقل نہین ہے کہ اوس عالم ارواح مین

[1] یعنی ازبسکہ پرورد گار عالم سے انسان کو بعد ہے اور ہر شخص لائق خطاب بلا واسطہ نہین ہے پس نبی کی ضرورت ہوئی جو احکام پہنچائے اور امام کا بھی ہونا جو حفاظت شریعت موافق مرضی خدا کے کرے ضرور ہوا اور اسی سبب سے کہ موافق مرضی خدا کے کام کرنا اسکی شناخت انسان نہین کرسکتا پس منجانب خدا امام کا بھی ہونا مثل نبی کے واجب لازم ٹھہرا نہ ہمارے اور آپ کے اتفاق رائے سے جو اکثر اپنے اغراض دنیوی کے موافق ہوا کرتا ہو پس جب اقرار توحید واجب ہوا تو اوسی سے یہ بھی لازم ہوا کہ اقرار رسالت واعتقاد وصایت وامامت کرے اسی وجہ سے حدیث مین وارد ہوا کہ اقرار وحدانیت خدا اور رسالت جناب محمد مصطفے وامامت علی مرتضیٰ یہ سب توحید ہی مین داخل وشامل ہے ۱۲ مترجم۔

[2] مراد تعبدی احکام سے احکام خدا ہین جنکی علم عقل بشری ادراک کرے یا ادراک نکر سکے لیکن ازبسکہ عقل سے ثابت ہوگیا ہو کہ خدا حکیم وعلیم ہے فعل قبیح نہین کرتا اور انبیاء وآئمہ علیہم السلام مخبرین صادقین ومعصومین ہین پس اونکے اقوال واحکام ضرور صحیح وصادق ہین خواہ ہماری سمجھ مین اونکے علم اور وجہ آئے یا نہ آئے البتہ وہ اقوال قطعی جو مخالف عقل خالص یقینی کے ہون گے اونکی تاویل جو مخالف شریعت وعقل نہو کی جائے گی۔ اور اگر وہ مخالف عقل نہو تو ضرور بلا تاویل اوسکو صحیح سمجھا جائیگا اگرچہ عقل بشری اوسکے حسن وقبح کا ادراک نکرے کیونکہ ہمارے عقول ناقصہ ایسے نہین ہین جو ہر شے اور ہر چیز کے آثار واسباب وموانع کا ادراک کرسکین اور اسی بیان سے ہمارے دہریین اور آزاد منش۔ نیچری مذہب لوگونکی غلطی ظاہر ہوتی ہو کہ وہ اپنی عقل پر بھروسہ اور تکیہ کرکے احادیث کے اون مضامین پر جو عقل کی سمجھ مین نہین آتے عمل نہین کرتے حالانکہ یہ نہین سمجھتے کہ ہماری عقول ناقصہ اس قابل نہین ہین کہ کل مالہ وما علیہ ہر شے کے سمجھین۔ بہت احکام جو شریعت نے بیان کیے تھے اور عقل اونکا ادراک نکرسکتے تھے اب سیکڑون برس کے بعد وہ موافق شریعت کے دریافت ہوئے مثل قبح شراب وحسن فی پیچ وغیرہ اسی طرح سے کل احکام واخبار صحیح ودرست ہین اور اذعان اور اعتقاد اونپر لازم وواجب ہے خواہ اونکے علمین ہماری سمجھ مین آگئی ہون یا نہ آئی ہون اور یہی مراد تعبد سے ہے ۱۲ مترجم۔

جو اوسکی ربوبیت و الوہیت کا اقرار کیا اسکا یہ اثر اور یہ دخل ہو کہ اس دار دنیا مین بندون کو توفیق ہوے کہ اون مقدمات و اسباب کی تحصیل کرین جنکی ترتیب سے معارف الہیہ حاصل ہوتی ہین اور اوسی عالم ارواح کے اقرار کا یہ اثر ہو کہ یہان اوسکی معرفت کا انکار نکرین[1] یا اوسی اقرار کو ان معارف کے عقلی ہونے مین بھی مدخلیت ہو جیسا کہ فقرہ اخیرہ اوس حدیث کا ان امور کی طرف اشعار و اشارہ کر رہا ہے واللہ یعلم۔

ملا محسن کاشی نے وافی مین پہلے لکھا کہ لوگون کی خلقت و جبلت مین داخل ہے کہ وہ وقت شدائد مین خدا پر توکل کرتے ہین اور بنہایت دل سے مسبب الاسباب و مسہل الامور الصعاب کی طرف توجہ کرتے ہین اور اسکی تائید مین ایک حدیث بیان کی جو دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ لوگ وقت شدائد اور خوفناک حالتون مین اور اضطراب و اضطرار کے وقتون مین حق تعالی کی طرف رجوع کرتے ہین اسکے بعد ملا کاشی نے لکھا کہ اسی سبب سے لوگ معذور رکھے گئے ترک کرنے مین اکتساب معرفت خداے تعالی کی اور چھوڑ دی گئی اپنی فطرت و جبلت پر اور محض زبانی اقرار پر اونسے اکتفا کی گئی ہے اور اونکو استدلال علمی کی تکلیف نہین دی گئی ہے اس معرفت کے حاصل کرنے مین اور یہ تعمق نظر و غور و فکر نہین ہے مگر اسلیئے کہ بصیرت و مہارت زیادہ ہو۔ اور یہ اس طرحکا اکتساب گروہ خاص کے ساتھ مخصوص ہے اب رہگئی استدلال تو وہ اسلیے ہے کہ اہل ضلالت اور گمراہون کی اوس سے رد کرین پھر یہ سمجھنا چاہیے کہ فہم اور عقلین لوگون کی مختلف ہین اور ایک سے دوسرے کی سمجھ اور عقل مین فرق ہے قبول کرنے مین مراتب عرفان و تحصیل اطمینان کے کمیت و کیفیت۔ ضعف و شدت۔ بطوء و سرعت۔ علم و حالت۔ کشف و عیانیت مین اگرچہ اصل معرفت فطری ہو یا ضروری و بدیہی یا اس طرح ہو کہ تنبیہ خفیف کی ضرورت ہو مگر اختلاف افہام و عقول سے ہر شخص کے واسطے ایک علٰحدہ طریقہ ہے کہ اگر وہ اہل ہدایت و ایمان سے ہے تو حق تعالی اوسی طریقہ سے اوسکی ہدایت کرتا ہے۔ پس جتنے عدد نفوس خلائق ہین اوتنے ہی طریقہ معرفت خدا کے ہین وھم درجات عند اللہ یرفع اللہ الذین امنوا والذین اوتوا العلم درجات (وہ خدا کے نزدیک زینہ بزینہ ہین بلند مرتبہ کرتا ہے حق تعالی اون لوگون کو جو مومنین ہین اور جنکو علم دیا گیا۔) تمام ہوا کلام ملا کاشی۔ مگر اسمقام مین مخفی نرہے کہ کلام ملا کاشی ؒ اسی سبب سے لوگ معذور رکھے گئے ہین لیکن زبانی اقرار پر اونسے اکتفا کی گئی ہے بیشک تحقیق سے خالی بلکہ اوس سے عاری و دور ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ لوگ معذور رکھے جائین ترک اکتساب معرفت مین حالانکہ معرفت اول واجبات اور سب سے اہم و ضروری اور افضل واجبات ہے اور تمام عبادتون کے قبول ہونے کی شرط ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالی اسکا بیان ہوگا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ محض اقرار زبانی اونسے پسند کیا جائے۔ اب رہی یہ بات کہ اقرار کلمہ شہادتین پر جو اکتفا کی جاتی ہے تو وہ محض حکم دنیا کے متعلق ہے کہ اوسکی جان اور مال کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ اور بھلا یہ تو خیال کیجیے کہ محض اقرار زبانی اور انکار قلبی یہی تو منتہی درجہ کفر کا ہے۔ ہان جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زبانی اقرار کلمہ توحید پر اکتفا فرمائی اسکی کئی وجہین ہین۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ معرفت اس طرح پر کہ واجب الوجود موجود ہے

---

[1] ان معنون سے کہ خدا کا اور خالق کا تو اقرار سب کرتے ہین مگر اپنے غوایت و ضلالت سے اوصاف مین شرک کرتے ہین مثلاً کوئی خالق طبیعت کو کہتا ہے کوئی دہر کو کوئی خدا کو جسم و مرئی قرار دیتا ہے وغیرہ وغیرہ ۱۲ مترجم

اور وہی خالق عالم ہے محض عقلی ہے اور منجملہ اون امور کے ہے جنپر نبوت موقوف ہے اور اس معرفت کے لیے عقل اور شواہد عقل اور آثار مصنوعات جو وجود حق تعالی پر دلالت کرتے ہین کافی ہین اور یہی حجت خدا منجانب خدا ہین بندون کے لیے بخلاف اسکے کہ وہ مستحق عبادت ہے اور سوا اوسکے کوئی مستحق عبادت نہین ہے کہ یہ امر صرف عقلی خالص نہین ہے بلکہ سمعی ہے اسکا ادراک بغیر سمع اور بلا تعلیم انبیا نہین ہوسکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اقرار کلمۂ توحید کا مستلزم ہے اقرار کو وجود باری تعالی کے بعض صفات مختصہ باری تعالی کے عنوان مین اور اذعان و اعتقاد اس امر کا کہ عبادت کا مستحق سوا اوسکے کوئی نہین ہے ممکن ہی نہین ہے بغیر اوسکے وجود کے اذعان و اعتقاد کے پس تکلیف توحید کی مستلزم ہے اوسکی معرفت کی تکلیف کو باین عنوان کہ وہ واجب الوجود اور خالق عالم وغیرہ وغیرہ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل مکہ اور اوسکے قریب قریب کے رہنیوالے وجود واجب الوجود کا تو اقرار کرتے تھے اور اسکے بھی معترف و مقر تھے کہ وہ خالق عالم ہے کفر اونکا منحصر اسمین تھا کہ وہ ایک خدا کے سوا اور بھی خدا مانتے تھے اور اونکو بھی مستحق عبادت جانتے تھے جس طرح حق تعالی کو مستحق سمجھتے تھے پس پروردگار عالم نے تکلیف دی اونکو اس امر کی کہ اقرار کرین کہ سوا اوسکے کوئی مستحق عبادت نہین ہے اور عبادت مخصوص ہے اوسی کی جو واجب الوجود اور خالق عالم ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اقرار امر ظاہری ہے پس مناسب حال و وقت یہی تھا کہ اوسی کی تکلیف دیجائے کیونکہ وہ زمانہ ابتدا کا تھا نیا امر تھا اوسی اقرار کے سبب سے فرمانبردار و نافرمان کی پہچان تھی بخلاف معرفت قلبی کے کہ وہ تو نفسانی کیفیت ہے اور مخفی چھپی بات ہے۔ پس اگر اوسی معرفت کی ابتدائی ہی سے اور پہلے ہی پہل تکلیف دی جاتی تو مطیع و عاصی مومن و کافرین تمیز نہوسکتی پر حکمت پروردگار حکیم و علیم ایسے کے مقتضی تھے اول اول اسی امر ظاہری اور اقرار زبانی کی تکلیف دیجائے تاکہ مطیع و فرمانبردار عاصی کو نافرمان سے تمیز پائی ہے۔ اسکے اونکے دلون مین نور ایمان کو ڈالا اور براہین ساطعہ و حجج قاطعہ سے معارف الہیہ و معالم دینیہ کو اونکے قلوب صافیہ مین جلوہ دیا اور آثار و شواہد و دلائل سے اونکو متقن و مستحکم کیا جیسا کہ کتاب الٰہی کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اور اونہین ملا محسن کاشی نے یہ بھی لکھا ہے کہ (لوگون کی عقلین مختلف ہین اسی سبب سے اونمین قبول معرفت و مراتب عرفان مین فرق ہے) تو یہ قول اونکا درست ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ کچھ بعید از عقل نہین ہے کہ صاحبان قوت قدسیہ و مالکان ملکہ ملکوتیہ مثل انبیا و اوصیا و آئمہ علیہم السلام کے لیئے بلکہ اونکا مرتبہ تو زیادہ ہے ہم اون اذکیا کو بھی کہتے ہین کہ منتہائے درجہ ذکاوت رکھتے ہون اور کوئی پہلو اور جہت کاوش انسانی طاقت و حیثیت کے مناسب ہو نچھوڑا ہو یا خیر بعض جہات کچھ کم بھی ہون تو بھی ہوسکتا کہ معرفت خدا اونکو بلا کسب و اکتساب کے حاصل ہو اور مثل بدیہی نور عرفان و اذعان اونکے دلون مین داخل ہو کیونکہ نظری ہو سکتا ہے کہ بعض لوگون کے لیے بدیہی ہو بخلاف بدیہی کے اور اسکی تحقیق اپنے مقام پر ہو چکی ہے اور جب ایسا ہوا کہ وہ نظری اوسکے لیے بدیہی ہوئی تو اب دسکو

---

[1] نبوت نبی کی اوسوقت ضرورت ہے کہ جب وجود خدا کا ثبوت ہوجائے پس نبوت کا ثبوت موقوف ہے ثبوت خدا پر پس اگر خدا کا ثبوت موقوف ہو کلام نبی پر تو مستلزم دور محال کو ہوگا لہذا اثبات وجود باری تعالی مین عقل و آثار کافی ہین بلکہ ضرور ہے کہ قبل اثبات ثبوت اثبات باری تعالی ہو البتہ تنبیہ نبی اور بیان ادلۂ وجود باری قطع نظر حیثیت نبوت سے ہوسکتا ہے اور بعد اسکے کہ اون ادلہ سے اثبات باری تعالی کر لیا جائے اوسکے بعد اثبات نبوت کیا جائیگا۔ ۱۲ مترجم۔

ضرورت اکتساب کی نہوگی اور نہ اوسکو تکلیف اوسکی دیجائیگی - اور یہ بھی کچھ بعید از عقل نہین ہے کیونکہ اکثر واجبات ایسے ہین کہ بہ نسبت بعض اشخاص کے وہ واجب ہین اور بہ نسبت بعض کے واجب نہین ہین۔[ل]

بعض محققین نے اسکی وجہ مین کہ باوجودیکہ حق تعالی اظہر موجودات ہے اور پھر بہی عقلون پر کیسے پردے پڑے ہین کہ پروردگار عالم اوس سے مخفی ہے جسکے سبب سے ہزارون اختلاف ہورہے ہین ایک کلام طولانی لیکن نہایت عمدہ اور پاک وپاکیزہ لکھا ہے میرا جی چاہتا ہے کہ مین بھی اوسکو اس مقام مین لکھون - اب بلاحظہ بیہودہ کلام یہ ہے یہ تو درست وصحیح ہی ہے کہ اظہر موجودات واجلی وروشن ترین کائنات پروردگار عالم ہے اور مقتضی اس امر کو تھا کہ اوسکی معرفت اول معارف ہوتی سب سے پہلے وہ سمجھہ مین آتا عقلون پر اوسکی معرفت کا طریقہ سب سے زیادہ سہل وآسان معلوم ہوتا حالانکہ ہم بالکل ان سب باتون کے مخالف وضد پاتے ہین - تواب ضرور ہوا کہ کچھ اسکی وجہ و سبب بیان ہو - پس یہ جو ہمنے کہا کہ حق تعالی اظہر موجودات واجلاے کائنات ہے اوسکی وجہ بغیر تمثیل ومثال کے سمجھہ مین نہین آسکتی پس اوسکی توجیہ ومثال یہ ہے - کہ ہم جب کسی انسان کو دیکھتے ہین کہ مثلا کتابت کرتا ہے یا خیاطی کرتا ہے تو اوسکو زندہ صاحب حیات سمجھنا یہ بہت ظاہر وبدیہی ہے بلکہ اظہر موجودات ہے - تو ایسے وقت مین اوسکی حیات اور اوسکا علم خیاطی اور اوسکی خیاطی پر قدرت یہ ہمارے نزدیک اوسکی سب صفتون کے بہ نسبت خواہ ظاہری ہون خواہ باطنی اظہر وآشکار ہین - اسلیے کہ اوسکی باطنی صفتین مثل غیظ وغضب و خواہش ورغبت وخلق ومروت ومرض وصحت وغیرہ ایسی صفتین ہین کہ محض کتابت وخیاطت کے دیکھنے سے ہرگز دریافت نہین ہوسکتین اگرچہ خود اوس شخص کی صورت بھی دیکھ لین اب رہین ظاہری صفتین تو اونکی حالت بھی یہی ہے کہ بعض تو ہم پہچان ہی نہین سکتے اور بعض مین شک رہیگی مثل مقدار طول قد اور اختلاف لون لبشرہ و جلد وغیرہ کے - البتہ وہ صفتین جو سابق مین بیان ہوئین یعنے حیات وقدرت اور ارادہ اور علم اور اوسکا منجملہ حیوانات بلکہ منجملہ انسانات ہونا ہمارے نزدیک متیقن واجلاے موجودات سے ہے بغیر اسکے کہ آنکھون سے اوسکی حیات وقدرت وارادہ کو دیکھین بلکہ یہ صفتین ایسی ہین کہ حواس ظاہری آنکھ کان زبان ناک ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سے دریافت ہو ہی نہین سکتین بلکہ یہ حیات وقدرت وارادہ اوسکا محض اسی خیاطت وکتابت سے معلوم ہوا ہے - اسی طرح ہم اگر نظر کرین ہر ہر اوس چیز پر جو اس عالم مین سوا خدا کے ہے تو اوس چیز کی صفتین دیکھنے یا سُننے یا چھونے یا چکھنے یا سونگھنے سے معلوم ہوتی ہین اور یہ ایک ہی دلیل اوسکی دریافت ہونے کی ہے باوجود اسکے وہ صفت اور وہ چیز کس طرح ظاہر وروشن ہوجاتی ہے - پس اب لحاظ کرنا چاہیے وجود باری تعالی اور اوسکی قدرت وعلم اور تمام صفتون کو کہ کرورہا دلیلین کیسی پکار پکار اوسکو بتارہی ہین اور اوسکے وجود وشہود کے گواہی دیتے ہین -

سُنیے وہ کون کون ہین - جنکو ہم دیکھتے ہین - جنہین ہم سُنتے ہین - جنہین ہم چھوتے ہین - جنہین ہم کہاتے ہین - جنکا جنکا احساس ہم حواس ظاہری یا حواس باطنی سے کرتے ہین حجر ومدر - کنکر - پتھر - نباتات ہر شجر حیوانات بحر وبر آسمان وزمین ستارے شمس وقمر جنگل وصحرا - سمندر ودریا آتش وہوا جوہر وعرض - بلکہ پہلے شاہد باری تعالی کے

ل مکلف وغیر مکلف کا فرق تو ظاہر ہے عورت ومرد کے احکام مین فرق ہے حاضرین ومسافرین کا فرق مثلا نماز جمعہ حاضر پر لازم ہے مسافر پر لازم نہین قصر مسافر پر واجب ہے حاضر پر واجب نہین بلکہ حرام ہے وغیرہ وغیرہ ۱۲ مترجم

وجود پر ہماری نفسین - ہمارا جسم - ہماری مختلف صنفین - ہماری مختلف حالتین - ہمارے دلون کی اولٹی پلٹی باتین - ہمارے اطوار اور حرکتین - اور ملاحظہ ہو کہ سب چیزون سے زیادہ ظاہر و روشن ہیں اور معلوم و متیقن ہمکو ہماری نفسین ہین اسکے بعد اوسکے محسوسات حواس خمسہ ظاہری ہے اسکے بعد وہ چیزین جو حواس باطنی ذہن و عقل سے دریافت ہوئی ہین مگر یہ خوب معلوم ہے کہ یہ سب چیزین جس حواس کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہین وہ ایک ہی ہے - ان تمام مدرکات کا جاننے جونسے مدرک ہو ہر ہر مدرک کے واسطے ایک ہی ایک مدرک اور ایک ہی ایک شاہد اور ایک ہی دلیل ہوتی ہے اسکے بعد ملاحظہ ہو کہ ذات باری تعالی وہ ہے کہ یہ جو کچھ اس عالم موجودات مین ہے سب کے سب شواہد ناطقہ و ادلہ شاہدہ اپنے خالق و اپنے مدبر و متصرف و محرک کے وجود کی ہین اور اوسکے علم و قدرت پر دلالت کر رہی ہین اور اوسکے لطف و حکمت کو بتا رہی ہین اور یہ ظاہر ہے ہر شخص اس سے خوب ماہر ہے کہ کوئی حد و انتہا ان موجودات و مدرکات و محسوسات کے نہین ہے - پس جبکہ حیات کاتب تو ہمکو اوسکے ہاتھ کی حرکت یا کتابت سے معلوم ہوئی کہ جو شاہد واحد ہے اور اوس کاتب کی حیات ہمارے نزدیک محض اسی دلیل سے ظاہر قرار پائی تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ظاہر و روشن نہو وہ ذات ہمارے نزدیک جسکے شاہد اور جسکی دلیلین ہر چیزین جسکا ہم ذرا بھی خیال کرین اور ذرا بھی اپنے ذہن مین لائین ظاہر و آشکار ہین جو کچھ ہمارے نفسون مین داخل ہے جو چیزین ہمارے نفسون سے خارج ہین وہ سب مثبت وجود پروردگار ہین اوسکے وجود کو باواز بلند پکار پکار کر دکھا رہے ہین اوسکی عظمت و جلالت کا شور مچا رہے ہین ہر ہر ذرہ ندا دے رہا ہے ہر ہر ذرہ کا عدم سے وجود مین آنا بتا رہا ہے کہ اسکا خود بخود وجود مین آنا ناروا ہے ہرگز ہرگز خود بخود حرکت بھی نہین کر سکتا ہے بلکہ بلا شبہہ اوسکو اپنے وجود مین موجد کی احتیاج ہے اپنی حرکت مین محرک کا محتاج ہے سب سے پہلے بڑے شاہد اسکے ہمارے اعضا کا ترکیب پانا ہماری ہڈیون کے جوڑون کا ملنا گوشت و پوست کا بڑھنا اعضا و اجزا کا آپس مین جڑنا بالون کا اوگنا ہمارے ہاتھون اور پیرون اور اونگلیون اور ناخونون کا مناسب شکلون پر ہونا اور تمام اجزا و اعضاے بدن کا آپس مین مناسبت رکھنا پس تمام اعضا و اجزا ہماری خواہ ظاہری ہون یا باطنی اوسکے وجود کے شاہد و بڑے دلیل قوی ہین اسلیے کہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ ہمارے اجزا خود بخود مرکب نہین ہوے ہین اور اسکا علم و یقین ہمکو اسی طرح ہے جس طرح اسکا علم ہے کہ کاتب اور لکھنے والے کا ہاتھ خود بخود بلا قصد و ارادہ متحرک نہین ہوتا - لیکن از بسکہ کوئی شے موجودات و مدرکات و محسوسات و معقولات مین حاضرات و غائبات مین ایسی نہین ہے جو اوسکے وجود کی شاہد و دلیل اور اوسکے معرف اور بتانے والی شناخت و پہچنوانے کی سبیل نہو تو وہ نہایت عظیم الظہور و کالنور علی شاہق الطور بلکہ آفتاب نصف النہار

له یعنی جو چیز دیکھنے کی ہے وہ آنکھ سے معلوم ہوگی مثل رنگ کے جو چکھنے کی ہے وہ زبان سے دریافت ہوگی مثل مزے کے یہ نہین ہو سکتا کہ آواز کو آنکھ سے دریافت کرین اور مزے کو ہاتھ سے اور گرمی کو سونگھ کے پس ہر شے کے ادراک کا ذریعہ ایک ہی ایک دلیل اور ایک ہی ایک شاہد و مدرک ہے بخلاف ذات باری تعالی کے کہ اوسکے وجود کے شاہد ہر چیز ہے خواہ کسی حاسے حواس خمسہ ظاہریہ یا باطنیہ سے مدرک ہو پس تمام مدرکات کل موجودات جمیع اشیاے کائنات ہر ہر واحد اوسکے وجود کے مستقل دلیل ہے اور بتا رہی ہے کہ اسکا صانع و خالق موجود و حی و عالم و قادر و مرید ہے جو عیب کی باتون سے بری او نقص و قبح سے معرا ہے ۱۲ مترجم -

سے بھی زیادہ روشن وآشکار ہوا ۔ اور یہی سبب ہے کہ عقل کو اوسکے ادراک سے حیرت اور اوسکے دریافت مین دہشت ہے ۔ پس ہماری عقلین جو اوسکے ادراک مین حیران وسرگردان ہوتی ہین اوسکی معرفت مین مضطر و پریشان رہاتی ہین ۔ اسکی دو وجہین یہان بیان کیجاتی ہین ایک وجہ یہ ہے کہ حقیقت اوسکی غیر معلوم و مخفی ہو نہایت اوسکی غامض و مخفی ہو اور یہ جہ ایسی ہے جس سے ہر شخص ماہر ہو جسکی مثال ہر شخص پر ظاہر ہو ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ بسقدر ظاہر وآشکار ہو جسکا حد و شمار غیر دشوار ہو مثال اسکی یہ ہے کہ خفاش (چمگادڑ) ضعیف البصر خفیف النظر جب آفتاب نکلتا ہو جلوہ نور چمکتا ہو تو کیسا گھبراتا بوکھلاتا پھرتا ہے اور آفتاب کو نہین دیکھ سکتا ہے ۔ پس آفتاب کی وہ شدت ظہور کی گرما گرمی اور چمگادڑ کی وہ آنکھون کی بصارت کی کمی یہی باعث ہے کہ وہ اوسکو نہین دیکھ سکتا بلکہ گویا کسی شے کو بھی دن کو نہین دیکھ سکتا البتہ جب تیرگی ضو اور روشنی سے ملتی ہے اور وہ تیزی اور تڑپ اور چمک دمک کم ہوتی ہے تو کچھ کچھ اوسکو سوجھنے لگتا ہے اور جب شب کا اندھیرا پھیلتا ہے تو اوسکو دکھائی دیتا ہے اسی طرح ہماری عقلین کمزور وناقص وبے نور ہین ۔ جمال حضرت الہیہ کا انتہاے درجہ ظہور ہے ہر طرف روشنی اوسکے وجود کی چمک رہی ہے ہر طرف خوشبو اوسیکی مہک رہی ہے ہر کلی اوسیکا نام لیکر چٹک رہی ہے قمری اوسیکا دم بھر رہی ہے اوسکی کے ذکر مین بلبل چہک رہی ہے ۔ اوسکے ظہور نے ہر ہر چیز کو گھیرا ہے ہر ہر شے کو شامل اور ہر ہر بات مین بیٹھا ہے ۔ زمین سے لگا کے آسمانون تک کوئی ذرہ اوسکے ظہور سے نہین چھوٹا ہے یہ تمام گلشن ہستی اوسکی ایک ادنی گلزار ظہور و معرفت کا پھول اور بوٹا ہے ۔ پس یہی ظہور سبب اوسکے خفا کا ہوا ۔ اسی سبب سے عقل کی آنکھون پر پردا پڑا ۔ اسی شدت ظہور و نور سے اوسکے ہماری عقل چوندھیا گئی اور اوسکی آنکھون پر چکا چوندھ آگئی فسبحان من احتجب باشراق نورہ + واختفی عن البصائر والابصار بظہورہ + (سبحان اللہ جو اپنی چمک دمک کے پردون مین چھپا ہے وہ کیسا پاک و پاکیزہ ہے با وجود کثرت نور و شدت ظہور کے کیسا آنکھون سے پوشیدہ ہے) اور اسکا کوئی تعجب نکرنا چاہیے کہ بھلا اس شدت ظہور و وفور نور کے باعث پوشیدہ و مستور کیونکر ہوا کیونکہ یہ بات معروف و مشہور ہے الاشیاء تعرف باضدادہا شناخت ہر چیز کی اوسکی ضد سے ہوتی ہے جن چیزون کے خلاف اور ضد پائی جاتی ہے وہ چیز نہایت آسانی سے سمجھ مین آتی ہے ۔ اور جب کوئی ایک ہی طریق پر رہتی ہے اور ایک راہ پر چلی جاتی ہے تو اوسکی معرفت دشواری لاتی ہے ڈھونڈھ کرین کھلاتی ہے مثال اسکی جیسے آفتاب کی روشنی زمین پر کہ یہ ہمکو بخوبی معلوم ہے کہ یہ زمین کے اوصاف ذاتی و لوازم سے نہین ہے بلکہ ایک عارض شے ہے کہ غروب آفتاب سے زائل ہو جاتی ہے ۔ پس اگر آفتاب کبھی غروب نکرتا اور ایک ہی طور پر زمین کو منور کیے رہتا تو ضرور ہمکو گمان ہوتا کہ یہ جو ہیئت وحیثیت جسمون کی رنگون سے حاصل ہے یہی ہے یعنی سیاہی و سفیدی وغیرہ اسکے سوا کچھ ادراک نہوتا کیونکہ سیاہ مین سوا سیاہی کے اور سفید مین سوا سفیدی کے اور تو ہمین کچھ دکھائی دیتا ہے نہین تو اس آفتاب کی ضو اور دھوپ کو تنہا علحدہ کیونکر دریافت کرتے لیکن جب آفتاب نے غروب کیا اور زمین پر اندھیرا چھایا تو اوسوقت روشنی واندھیری کے فرق کا پتا پایا اور دونو حالتون مین امتیاز و تفرقہ کیا اور ہمکو معلوم ہوا کہ یہ آفتاب کی روشنی سے انہین ضیا تھی یہ ایک علحدہ دوسری صفت سے انہین صفت پیدا تھی کہ آفتاب کے غروب ہوتے ہی یہ جہان

سلہ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۱۲

اوس سے اور وہ روشنی ان جسمون سے جدا تھی۔ پس ہمنے وجود نور کو اوسکے عدم سے پہچانا اور اگر اوسکا عدم نہوتا تو بہت دشوار ہوجاتا اوسکا جاننا کیونکہ جسمون کے کچھ بھی نور وظلمت مین فرق نہوتا ہر ایک اپنے حال پر بلا اختلاف باقی رہتا تو پھر نور وظلمت کا بھلا کیونکر فرق معلوم ہوتا۔ اور یہ تو کوئی بتانے کی بات نہین ہے کہ نور تمام محسوسات مین کیسا روشن و اظہر ہے اور کیونکر ایسا نہو حالانکہ جتنے محسوسات ہین سب اسی روشنی و نور کے سبب سے محسوس ومشاہد ہوتے ہین۔ اب غور و تامل و انصاف سے دیکھیے نور کہ جو چیز ایسی ظاہر ہے بلکہ اور اور چیزون کو ظاہر کرنے والی ہے اگر اوسکی ضد اور مخالف تاریکی نہوتی تو اوسکے بھی پہچاننے مین کس طرحکا شبہہ و دہوکا ہو سکتا تھا — اب پروردگار عالم بھی بلا تشبیہ اسی طرح ہے کہ اظہر امور ہے سب سے زیادہ اوسکا وجود روشن و ظاہر ہے اور تمام چیزون کو اوسی نے پیدا اور ظاہر و ہویدا کیا ہے ہر چیز پر وہ ناظر ہے۔ اور اگر اوسکے لیے بھی عدم ہوتا یا غیبت و تغیر اوسکا ہمدم ہوتا تو یہ زمین و آسمان کچھ بھی نرہتا ملک و ملکوت لطلان کا نقشہ بنتا اور آپ کو دونون حالتون مین تفرقہ معلوم ہوجاتا۔ اور اگر مثلاً بعض چیزین اوسکے سبب سے موجود ہوتین اور بعض اوسکے غیر کے سبب سے تو بھی ان دونون طرحکی چیزون کا فرق معلوم ہوجاتا کہ کون چیز اوس پر دلالت کرتی ہے اور کون دلالت نہین کرتی۔ لیکن یہان تو دلالت اوسکے وجود کی سب چیزون مین عام ہے۔ سب کا ایک طریقہ پر انتظام ہے وجود اوسکا ہر حال مین ہمیشہ و دائم ہے ہر وقت وہ موجود وحی و قائم ہے۔ وہ بلا تغیر و لا زوال ہے خلاف ضدیت اوسکے لیے محال ہے۔ تو اب ضرور ہوا کہ یہی شدت ظہور اور کثرت وضوح نور باعث اسکی ہوی کہ وہ مخفی و مستور ہو۔ اور عقل و فہم کو اوسکے ادراک مین قصور ہو۔ اب رہے وہ لوگ جنکی عقل و بصیرت قوی ہے جنکے بنیہ مین ضعف نے راہ نہین پائی ہے۔ وہ اپنے اعتدال کی حالت مین خدا ہی پر نظر رکھتے ہین سوائے خدا کے کسی کو نہین دیکھتے ہین اونکے اقوال و افعال جو ایک اثر ہے آثار قدرت خدائے لایزال کا اوسکے تابع ہین کیونکہ اون فعلون کا درحقیقت کوئی وجود نہین بلکہ یہ وجود ہے اوس واحد حق کا جسکے سبب سے وجود ان افعال کا ہوا ہے اور اسی طرح تمام حالات اوس شخص کے پس کسی شے مین کسی فعل مین وہ نظر نہین کرتا مگر یہ کہ اوسکے فاعل کو اوسمین دیکھتا ہے اور فعل کو بھولا دیتا ہے اس خیال سے نہین دیکھتا کہ یہ آسمان ہے یا زمین ہے حیوان ہے یا درخت ہے بلکہ اس راہ سے نظر کرتا ہے کہ یہ صنع پروردگار عالم جو پس نظر ایسے شخص کی سوائے خدا کے کسی طرف پڑتی ہی نہین سوا اوسکے کسی کو دیکھتا ہی نہین جسطرح کوئی شخص کسی کے شعر کو یا خط کو یا اوسکی تصنیف کو دیکھے اور اوسمین شاعر کے اور کاتب و مصنف کے حالات پر نظر کرے اور اس راہ سے اوسے دیکھے کہ یہ آثار اوس شخص شاعر و کاتب و مصنف کے ہین نہ اس راہ سے کہ یہ روشنائی اور ایلوا اور پھٹکری وغیرہ سے سفید کاغذ پر نشان بنے ہین پس اس راہ سے دیکھے گا تو کہین گے کہ سوائے مصنف کے کوئی چیز اوسنے نہین دیکھی۔ اسی طرح تمام عالم کو تصنیف پروردگار عالم سمجھے۔ پس جو شخص اس عالم دنیا و ما فیہا کو دیکھے اس طرحپر کہ یہ فعل خدا اور مخلوق رب علا ہے اور یہ سمجھے کہ یہ خدا کا فعل ہے اور اوس سے محبت اسی نظر سے رکھے کہ یہ خدا کا فعل ہے تو اوسنے گویا خدا کی طرف نظر کی اور خدا کو سمجھا اور اوسکے معرفت حاصل کی اور خدا ہی سے محبت حاصل کی اور وہی موحد برحق ہے جو سوا خدا کے کسی کو دیکھتا ہی نہین بلکہ وہ اپنے نفس کو بھی اپنے وجود کی حیثیت سے نہین بلکہ اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ اپنے نفس یہ

نظر کرتا ہے کہ وہ بندہ خدا ہے پس یہی وہ شخص ہے کہ جسکے بارے مین کہا جاتا ہے فنای التوحید فنا فی اللہ ہوگیا اور گویا اسی درجہ کی طرف اشارہ نکلتا ہے اوس شخص کے قول مین جو کہتا ہے۔ کنا بنا ففینا عنا فبقینا بلا نحن ہم اپنے آپ مین تھے کہ اپنے آپ سے گذر گئے اب باقی رہگئے بغیر ہمارے ہی کے اور یہ باتین ایسی ہین کہ صاحب عقل کے نزدیک ظاہر ہین عقلا و صاحبان بصیرت اس سے ماہر ہین۔ اب اگر دقت ہوی ہے اور مشکل پڑی ہے تو محض اسی سبب سے کہ افہام و عقول اونکے ادراک مین ضعیف ہین قدرتین علما کی اونکے ایضاح و توضیح مین قاصر و ضعیف ہین ایسی عبارت نہین بیان کی جس سے مطلب نکل آئے جس سے غرض سمجھی جائے دوسرا باعث اون علما کو یہ بھی ہوا کہ اپنے نفسون کی تکمیل مین مشغول تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان باتون کا غیر سے بیان کرنا کوئی ضروری نہین ہے کیونکہ کسی شخص کو بھی ان باتون سے دوری نہین ہے انکی غور و فکر مین کچھ مجبوری نہین ہے پس یہ بھی سبب ہوا کہ معرفت خدا کی سمجھنے مین لوگون کے فہم نے قصور کیا اور معرفت کا اونکو حصول نہوا۔ اور اسی تقریر کے ساتھ یہ ضمیمہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ جتنے مدرکات و محسوسات ہین وہ سب دلیل و شاہد وجود خدا کے ہین مگر ازبسکہ انسان بچپنے سے جب عقل بھی نہین ہوتی انہین چیزون کو دیکھتا رہتا ہے اور وقتا فوقتا وہ تھوڑا تھوڑا ہر چیز کو ادراک کرتا جاتا ہے اس طرح کہ اپنے مقاصد و مطالب و خواہشہاے نفسانی مین مشغول ہے اور اوسی کی فکر مین سرگرم و سرشار ہے پس ایسی حالت مین رفتہ رفتہ وہ اپنے اون مدرکات و محسوسات کا عادی ہوتا چلا گیا اور اونسے مانوس و مالوف ہوگیا اسی سبب سے کوئی وقعت اوسکے دلمین اون چیزون کی نرہی اور کوئی حس و حرکت اوسکے نفس کو اون چیزون سے نہوی۔ البتہ اگر کوئی چیز ایکا ایکی اوسکو نظر پڑجاتی ہے۔ کوئی نئی صورت کبھی دکھائی دیجاتی ہے مثلاً اگر کوئی عجیب و غریب حیوان اوسکو دکھائی دے گیا یا کوئی فعل خدا خلاف عادت کے نظر آئی دیا تو ضرور بضرور تعجبانہ کلمۂ سبحان اللہ کہہ اوٹھا۔ حالانکہ تمام رات دن اپنے نفس اور اعضا و جوارح کو دیکھتا رہتا ہے اور تمام حیوانات مانوسہ و مالوفہ پر نظر کرتا ہے اور وہ سبکے سب اوسکے وجود کے قطعی دلیلین اور یقینی براہین ہین مگر اوسکو انکے دیکھنے سے ایک ذرا بھی حس نہین ہوتی ہے اور نہ اونکی شہادت اوسے شہادت دکھائی دیتی ہے اور اسکا محض سبب یہی ہے۔ کہ بچپنے سے اونسے انس و الفت پیدا ہوی ہے۔ اور اگر فرض کرین کہ کوئی گونگا بہرا اندھا شکم مادر سے پیدا ہوا اور بالغ و عاقل ہو پھر بعد بلوغ و عقل اوسکے عوارض برطرف ہون گویا شنوا بینا ہو جاے اور آنکھون کی روشنی ہوتی ہے آسمان و زمین درخت و جمادات و حیوانات کو ایکا ایک دفعہ دیکھے تو گمان تو ہے کہ عقل اوسکی دنگ ہوجاے اسی تعجب مین کہ کیسی عظیم شہادت و گواہی یہ چیزین وجود باری تعالی پر دے رہی ہین اور کس کس طرح اوسکے وجود کو بتا رہے ہین اور یہ عجائب مخلوقات اوس صانع کائنات کا کیسا ٹھیک ٹھیک پتا دے رہے ہین۔ پس باوجود انہماک کے امور دنیا ہے فانی مین اور اشتغال کے مقاصد و خواہشہاے نفسانی مین یہی تھا ایسے اسباب و وجہین ہوئین کہ خلق خدا پر اوسکی معرفت کی راہین بند ہوگئین اور اوسکے نور ظہوری کی چمک دمک سے آنکھین لوگون کی خیرگی کرنے لگین۔ اور وہ اوسکے دریاے معرفت کی وسعت مین حیرت سے تھک گئے ساحل مقصود تک نہ پہنچ سکے اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیزین زیادہ روشن اور جلی ہوتے ہین اوسکے دریافت کرنے مین نہایت دقتین پڑتی ہین اور یہی اسرار کی باتین ہین اسی سبب سے باوجود خدا کے وجود کا ظاہر و اظہر ہونیکے خلائق کے دلون پر پردے پڑے ہین۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے۔

لقد ظهرت فلا تخفى على احد	الا على اكمه لا يعرف القمرا
لكن بطنت بما اظهرت محتجبا	وكيف يعرف من بالعرف استترا

ٹھیک ٹھیک بات تو یہ ہے کہ وہ ایسا روشن وظاہر ہے کہ کسی پر مخفی نہین رہا۔ سوائے کور مادر زاد کے جسکو آفتاب و ماہتاب بھی دکھائی نہین دیتا۔ مگر خود اوسے ظہور و فور نور کے پردون مین چھپا ہے۔ تو اب بھلا کیونکر معلوم ہو وہ کہ جس سے اوسکی معرفت ہو اوسی معروفیت کا اوسپر پردا پڑا ہے) یہانتک کلام اوسی بعض علام کا تھا۔

مخفی نرہے کہ یہ کلام بہت پاک صاف ہے کوئی خرابی نہین ہے اور ہمارے دعوی کہ معرفت نظری ہے اوسکے بھی مخالف نہین ہے کیونکہ مراد ہماری معرفت کے نظری ہونے سے اوسکا مخفی ہونا ہی اور عدم بداہت معرفت ہے خواہ کسی سبب سے ہو۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کلام اہل بدعۃ اور صاحبان زندقہ کی بھی اسی طرف رجوع ہوتی ہے اور اونکے کلام کی بھی تاویل اسی طرح ہوسکتی ہے کیونکہ وہ اقوال باطلہ ہین جنکی توضیح وتشریح ہمنے اپنی کتاب شہاب ثاقب مین بہت اچھی طرح کی ہے۔

چوتھا مقدمہ اس امر کی تحقیق مین کہ معرفت خدا واجب ہے یا نہین۔ اور یہ ظاہر ہو کہ جب کسی بات کا حکم کیا جائے اور کوئی چیز کسی چیز کے لیے ثابت کیجائے تو ضرور ہے اوس حکم کے سمجھنے کے لیے اور صحت وسقم معلوم ہونے کے لیے کہ پہلے وہ دونون چیزین معلوم ہون۔ اور ہم اسکے قبل معنی معرفت کے بیان کر چکے ہین۔ تو اب ہمکو محض یہ چاہیے کہ قبل مقصود معنی وجوب کے ذکر کرین اور بیان کردین کہ مراد وجوب سے اس مقام مین کیا ہے۔ پس سمجھنا چاہیے کہ لغت مین اور زبان عرب مین معنی وجوب کے لزوم کے ہین مثلاً یہ بات واجب ہے یعنی لازم وضروری ہو) اور انہین معنون سے کہتے ہین کہ حقتعالے نے اپنے نفس پر رحمت واجب کرلی ہے۔ اور اصطلاحی معنی جو عالمون نے ٹھہرائے ہین وہ یہ ہین کہ وجوب کہا ہے کسی فعل کا ہونا اس عمدگی اور خوبی پر کہ اوسکے فاعل کی مدح وثنا کرین اور اوس فعل کے تارک کی مذمت کرین۔ اور قول علما اللطف واجب علی اللہ (لطف واجب ہے اللہ پر) اس سے مراد یہی ہے کہ خدا کو لطف کرنا بندون کے ساتھ بہتر ہے اور ترک لطف بدتر ہے اور یہ دونون معنی افعال خدا مین صادق آتے ہین۔ اور کبھی ان دوسرے معنون کے ساتھ یہ بھی قید لگاتے ہین کہ استحقاق ثواب ہو جسکے فعل پر اور استحقاق عقاب وعذاب ہو جسکے ترک پر۔ اور اس قید کے لگانیکے بعد یہ معنی وجوب کے خدا کے افعال پر صادق نہین آتے۔ اور یہان مقصود ہمارا بحث کرنا اسی وجوب سے ہے جو معرفت کے لیے ہم ثابت کرنا چاہتے ہین۔ پس اب ہم کہتے ہین کہ معرفت واجب ہے اور اسپر تمام امت کا اتفاق واجماع ہے مگر ایک جماعت قلیل اسکے مخالف ہے اور اونکی مخالفت کچھ ضرر نہین پہنچاتی۔ اور انکی طرف اعتنا بھی نہین کیجاتی۔ پس ہم امامیہ اثناعشریہ

۱ اب تین معنی وجوب کے ہوئے ایک لغوی اور دو اصطلاحی پہلے معنی وجوب کے لزوم کے ہین دوسرے معنی وجوب کے یہ ہین کہ کسی فعل کا ایسی خوبی رکھنا کہ جسکے فاعل کی مدح وثنا کرین اور اوسکے تارک کی تقبیح ومذمت کرین تیسرے معنی یہ ہین کہ کسی فعل کا ایسی خوبی رکھنا کہ جسکے فاعل کی مدح وثنا کرین اور فاعل اوسکا مستحق ثواب اخروی ہو اور تارک کی اوسکی تقبیح ومذمت کرین اور تارک کو مستحق عقاب وعذاب اخروی پس پہلے دونون معنون سے وجوب کا اطلاق خدا کی افعال پر ہوسکتا ہے اور تیسرے معنی جسمین قید استحقاق ثواب وعقاب کی ہو وہ ادب سے خالی نہین ہے

نزدیک وجوب معرفت عقلاً ثابت ہے۔ وجوب اسکا عقلی ہے شرعی سمعی نہین ہے اگرچہ ادلۂ سمعی سے بھی یہ بات حاصل ہوتی ہے اور اوس سے دلیل عقلی تقویت پاتی ہے اور اونکا بیان بھی عنقریب انشاء اللہ کیا جائیگا۔ وجوب عقلی کی دلیل یہ ہے۔ کہ جو شخص کامل العقل ہوا اور اپنے نفس کی طرف رجوع کرے تو اپنے نفس کو بالکل نعمتون مین ڈوبا ہوا پائیگا بہت سے ظاہری بہت باطنی ہزارون اصلی لاکھون فرعی دقیق وخفی جلیل وجلی روحانی وجسمانی کرور ہا نعمتون کو دیکھیگا۔ اور یہ بھی بالبداہت جانتا ہے کہ یہ تمام نعمتین خود اوسکی جانب سے نہین ہین اور نہ خود بخود یہ نعمتین پیدا کی گئی ہین بعد اس سمجھنے کے ضرور بضرور جانے گا کہ کوئی ان نعمتون کا دینے والا ہے اور وہی منعم حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ اور یہ بات حق تعالیٰ نے فطرت وجبلت انسانی مین داخل کردی ہے کہ اگر کوئی شخص اسکو نعمت دے یا احسان وانعام اسپر کرے اوسکے عوض اور بدلے مین شکر کرنا مستحسن وبہتر سمجھتا ہے اور برخلاف اوسکے کفران نعمت قبیح وبدتر جانتا ہے پس اس بیان سے ہمارے معلوم ہوگیا کہ شکر منعم بداہتہً واجب ہے۔ اور ایک یہ بھی امر ہے کہ ترک شکر سے عاقل کو نفس مین ضرر کا خوف پیدا ہوگا۔ اور دفع خوف نفس سے بداہتہً واجب ہے اور اسمین کوئی شک نہین کہ شکر منعم بغیر معرفت منعم ممکن ہی نہین پس معرفت منعم واجب ہوی اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔ اور جو لوگ قائل ہین کہ معرفت عقلاً واجب نہین ہے اونکی بڑی بڑی دلیلین چند امر ہین۔

پہلا امر یہ ہے کہ وجوب کے معنون مین ثواب داخل ہے اور ثواب ایک امر اخروی ہے جسکو عقل تنہا مستقلاً ادراک نہین کرسکتی تو اب یہ امر کہ معرفت واجب ہے یا شکر واجب ہے یا دفع خوف عقلاً واجب ہے کب قابل تسلیم ہوسکتا ہے

دوسرا امر یہ ہے کہ معرفت اسی سبب سے واجب ہے کہ شکر کرنا معرفت پر موقوف اور شکر اس سبب سے واجب ہے کہ ترک شکر سے خوف حاصل ہوا ہے اوسکا دفع کرنا واجب ہے پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ معرفت خوف کے دفع کرنے کے لیے واجب ہوی حالانکہ وہ بات اب بھی باقی ہے اسلیے کہ معرفت حاصل کرنے مین اور نظر واستدلال مین بھی خوف لازم ہے کیونکہ احتمال خطا کا قائم رہتا ہے پس خوف عقاب وعذاب اب بھی اپنے حال پر باقی رہا جس طرح پہلے تھا بلکہ اوسکے علاوہ یہ زحمت ومحنت ومشقت نظر واستدلال کی اور اوسپر زیادہ ہوگئی۔

تیسرا امر یہ ہے کہ ہم کہتے کہ کوئی بھی فعل عقلاً واجب نہین ہے ان معنون سے کہ اوس فعل کے ترک مین عقاب وعذاب کا مستحق ہو۔ اسلیے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (ہماری یہ عادت نہین کہ بغیر رسولون کے بھیجے ہوے ہم گناہگارون پر عذاب کرین) اور یہ بھی حق تعالیٰ کا قول ہے رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل (وہ رسول بھیجے جو نیکون کو ثواب کی بشارت دیتے ہین اور گناہگارون کو عذاب سے ڈراتے ہین تاکہ لوگون کو پھر خدا سے کوئی حجت وتکرار کا محل ان رسولون کے بھیجنے کے بعد باقی نرہے)۔

چوتھا امر یہ ہے کہ وجوب شکر دفع خوف کے لیے ہے حالانکہ شکر خود ہی مستلزم خوف کو ہے اسلیے کہ احتمال ہے کہ ہمارا شکر لائق درگاہ منعم کے نہو۔ اور یہ ہمارا شکر بلا تشبیہ گویا بمنزلہ تمسخر واستہزا کے قرار پائے کیونکہ جب دنیا

لہ دلیل سمعی یہ ہے کہ کلام خدا وانبیا واوصیا سے بعض حاصل ہوا اور عقل مستقل اوسمین نہو پس اگر وجوب معرفت سمعی قرار پائے تو مستلزم دور کو ہوگا قبل معرفت خدا اثبات کلام خدا کیونکر ہوسکتا ہے پس معرفت کا وجوب عقلی ٹھہرا اگرچہ احادیث سے بھی یہ مضمون حاصل ہو تو وہ موید اس دلیل عقلی کے ہوگا نہ مستقل دلیل سمعی شرعی ۱۲

و ما فیہا کی خزائن اخروی پروردگار عالم کے مقابل مین کچھ حقیقت و وقعت نہین ہے تو بھلا ہمارے شکر کا کیا حساب یہ کیسا حقیر و سبک مقابل مین نعمہاے ابدی کے ہے۔

پانچوان امر یہ ہے کہ اگر شکر کے واجب ہونے کو مان بھی لین تو ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ شکر اوس معرفت پر موقوف ہو جسکے واجب ہونے کو تم ثابت کرتے ہو بلکہ معرفت منعم مین محض اسیقدر کافی ہے کہ سمجھین کہ کوئی نعمت دینے والا ہے اوسیکا ہم شکر کرتے ہین وہ چاہے کوئی ہو اوسکی تعیین و تشخیص کرنا ضروری نہین جو منعم حقیقی ہے اوسکا ہم شکر کرتے ہین۔ اور اتنا جاننا اور اسقدر معرفت بدیہی ہے جبکا تم خود بھی اقرار کرچکے ہو کہ بلا شک کوئی نعمتین دینے والا ہے۔ اور یہ معرفت اوس نظر و استدلال پر مقدم ہے جو معرفت کا مقدمہ ہے۔

چھٹا امر یہ ہے کہ ہم نہین تسلیم کرتے اس امر کو کہ جس شے پر کوئی امر واجب موقوف ہو تو وہ شے بھی واجب ہی ہے۔ اور تم جو اس مسئلہ کے ثبوت مین بیان کرتے ہو کہ جب واجب مطلق کسی شے پر موقوف ہو اور وہ شے واجب نہو بلکہ ترک اوسکا جائز ہو اور ہم اوس شے کے عدم و ترک کو فرض کرین تو وہ واجب بھی واجب باقی رہے یہ جائز نہین ہے کیونکہ اگر اوس واجب کا وجوب جاتا ہے اس شے کے نہونے سے تو معلوم ہوا کہ وہ واجب مطلق نہ تھا بلکہ مقید[۱] تھا حالانکہ ہمنے اوسکو واجب مطلق فرض کیا ہے۔ پس وہ اپنے وجوب پر اس حال مین بھی باقی رہیگا پس لازم آئیگا واجب کرنا واقع ہونے کا اوس چیز کے جو کسی شے پر موقوف ہو۔ حال عدم موجودگی مین اوس شے موقوف علیہ کے اور یہ تکلیف محال ہے تو ہم اس تقریر کے جواب مین کہین گے کہ ہم اس امر کو تسلیم نہین کرتے کہ جو چیز کسی شے پر موقوف ہے اوسکا واقع کرنا حال عدم موجودگی مین اوس شے موقوف علیہ کے محال ہے۔ بلکہ محال یہ ہے کہ اوس شے موقوف کے واقع کرنے مین شرط لگادین کہ وہ موقوف علیہ ہرگز نہ موجود کیا جائے اور معدوم ہی رہے نہ یہ کہ وہ موقوف زمانۂ عدم موقوف علیہ مین بھی محال ہے۔ اور فرق ان دونون باتون مین ظاہر ہے کچھ پوشیدہ بات نہین ہے۔

اب سنیے جواب ان شبہون کے۔ پہلے امر کا جواب یہ ہے کہ ثواب و عقاب سمع اور حدیث سننے پر موقوف اوسوقت مین ہوتا کہ جب ثواب سے مراد وہ عطیہ ہوتا جسکا استحقاق بندے کو خدا کی درگاہ سے دار آخرت مین دائمی و ابدی ہوتا ہے اور عقاب بخلاف ثواب کے مراد لیا جائے۔ لیکن اوسوقت کہ جب ثواب سے مراد وہ نفع ہو جسکا استحقاق بندے کو حاصل ہوتا ہے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ ہوتا ہے اور عذاب سے مراد وہ ضرر ہے جو اہانت و ذلت سے ملا رہتا ہے۔ پس ہم یہ نہین تسلیم کرتے کہ وہ دونو ثواب و عقاب ان معنون سے بھی موقوف سمع و حدیث پر ہین کیونکہ وہ حکما جو تابع کسی شریعت و مذہب کے نتھے وہ بھی قایل معاد روحانی کے تھے جسکی تعبیر وہ اعمال کی جزا و سزا ثواب و عقاب سے کرتے تھے جیسا جناب محقق طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب قواعد العقائد سے نقل ہم تک پہنچی ہے۔ اون جناب نے کہا ہے۔ چوتھا مسئلہ ثواب عقاب مین۔ وہ دو قسم یا بدنی ہین مثل اون لذتون کے جو حواس خمسہ سے حاصل ہوتی ہین۔ یا نفسانی ہین مثل تعظیم و تکریم و ذلت و اہانت کے الخ۔ اس مقام مین ایک شبہہ

[۱] واجب مطلق وہ ہو جو بعد بلوغ و عقل و قدرت اپنے وقت پر بجالایا جانا اوسکا لازم ہو اور وجوب اوسکا موقوف کسی شے پر نہو جیسے اطاعت پیغمبر و رسول و آئمہ و اطاعت والدین و اطاعت شوہر اور نماز و روزہ وغیرہ اور واجب مقید مشروط وہ ہے جو بالغ و عاقل و قدرت و وقت موقوف کسی شرط پر ہو جیسے زکوۃ و خمس و حج و جہاد وغیرہ وغیرہ ۱۲

و اشکال غور طلب ہوتا ہے جو بار بار میرے دل مین آتا ہے وہ یہ ہے ۔ کہ عمدہ مقصود ہمارا اس بحث سے یہی کہ معرفت کا وجوب ثابت کرین اوس شخص کے لیے جسکو ابھی معرفت حاصل نہین ہوی ہے ۔ اور علم ثواب و عقاب کا اگرچہ سمعی نہین ہے اور موقوف حدیث کی بنی پر نہین ہے تو بھی یہ ضرور ہے کہ وہ دونو موقوف ہین معرفت پر پس جسکو ابھی معرفت باری تعالیٰ حاصل نہین ہوی ہے اوسپر شکر اوسکا کیونکر واجب ہوگا ۔ اور وہ دفع خوف جو موقوف ہے اوس معرفت باری پر جو موقوف ہے ایسی نظر و استدلال پر جو موقوف ہے وجوب شکر و دفع خوف پر کیونکر واجب ہوگا ۔ اور مجرد علم استحقاق مدح و ذم کا حکیم عاقل و دانا کی جانب سے اگرچہ بغیر معرفت کے مدرک و حاصل ہوتا ہے لیکن اس علم سے استحقاق ثواب و عقاب کا جو دونو بعد معرفت باری تعالیٰ معلوم ہونگے حاصل و معلوم نہین ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے ۔ اور جواب اسکا جو پروردگار عالم نے مجکو القا اور الہام فرمایا یہ ہے کہ ثواب و عقاب کا ہونا کسی فعل پر یا ترک فعل پر وجود منعم کے فی الجملہ علم پر موقوف ہے یعنے اگر مجمل طور سے معلوم ہو جائے کہ کوئی منعم ہے تو اسی امر کا جاننا ثواب و عقاب کے لیے کافی ہے اور یہ علم اجمالی ہر شخص کو بالبداہت حاصل ہے جیسا کہ سابق مین یہ معلوم بھی ہو چکا ۔ اور یہی معرفت مقدم ہے اوس نظر و استدلال پر جو موقوف ہے معرفت باری تعالیٰ پر اس عنوان سے کہ وہ واجب الوجود ہے اور خالق عالم ہے اور علاوہ اسکے اسی طرح کے اور اوصاف بارتعالی پر ۔ اور جواب دوسرے امر کا یہ ہے کہ شکر کی حسن و خوبی اور اوسکا وجوب اور جسپر وہ شکر موقوف ہو اوسکا وجوب معلوم و بدیہی ہے ۔ اب رہا احتمال اور خیال خطا کا تحصیل معرفت مین بسبب کسی خلل کے طریقہ استدلال و اکتساب مین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اسمین اونہین لوگون کا قصور ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ بری راہ چلے ۔ تو خود برے اختیار کرنے سے امر واجب کا ترک کیونکر جائز ہو جائیگا ۔ اور بفرض محال اگر ہم اس بیجا محال بات کو مان بھی لین کہ اونھون نے جو حق کوشش کا تھا اوسی طرح انصاف سے کوشش کی اور کسی طرح کمی اور کوئی قصور ذرا بھی نہین کیا اور پھر بھی خطا ہو گئی تو بطور تعلیق المحال علی المحال ہم یہ بھی کہین گے کہ پھر وہ لوگ ایسی حالت مین

ف یہ محال ہی کئی وجہون سے بعض کی طرف اجمالاً اشارہ کیا جاتا ہے ایک وجہ یہ ہے کہ سبب سے مسبب کا جدا ہونا علت تامہ سے معلول کی جدائی و انفکاک محال ہے یعنی جب تمام شرائط تاثیر کا وجود ہو اور موانع کا ارتفاع ہو تو ضرور اثر پایا جائیگا اور انفکاک محال ہے اور باب معرفت مین بھی موجودات و مخلوقات و مصنوعات باری تعالیٰ بمنزلہ شرائط کے ہین اور عدم توجہ ان صنائع و بدائع مین ۔ اور اشتغال ملاہے و ملاعب و لذائذ دنیاے فانی مین اور اکراہ و تنفر عبودیت و تکلیف احکام و پابندگی شریعت سے بمنزلہ موانع کے ہو ۔ پس ایسی صورت مین وجود شرائط تو بدیہی ہے یعنی یہ موجودات و مصنوعات تو ہر شخص کو مشاہد و محسوس ہین اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہمیشہ سے نہین ہین قدیم و واجب الوجود نہین ہین بلکہ حادث ہین اور یہ بھی ظاہر و بدیہی ہے کہ خود بخود بھی پیدا نہین ہوئی ہین بلکہ کوئی سبب و باعث و موجد و خالق انکا ہے ۔ اب رہا رفع موانع وہ بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص کو ہر وقت وہ موانع درپیش نہین رہتی ملاہی و ملاعب وغیرہ کا اشتغال اکثر اوقات خود بخود دفع ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی شخص ایسا نہین کہ مصائب و آلام مین مبتلا نہوتا ہو اور ایسے شدائد مین انقطاع خلق سے ہو جاتا ہے اوسپر واقع ہوتی ہون اور یہ بھی بدیہی اور ظاہر ہے ہر شخص اس سے ماہر ہے ہر بالغ عاقل بلکہ کمسن لیکن سمجھدار اسکا مزا پائے ہوے ہے ضرور کچھ نہ کچھ صدمہ و الم و مہاجرت و مفارقت موت اعزا و ابوین و دانشمند اولاد اوٹھائے ہوے ہے ۔ پس جبکہ سبب پایا گیا یعنی وجود شرائط کے ساتھ رفع موانع ہو گیا تو وجود مسبب یعنی وجود باری تعالیٰ کا ضرور بضرور خیال آجائیگا اور انفکاک

معذور و معاف رکھے جائیں گے ورنہ تکلیف مالایطاق لازم آئیگی اور تعب و محنت و مشقت کا جو تم عذر کرتے ہو وہ بیجا ہے
کیونکہ اس زحمت کی راحت ملیگی محنت و مشقت باعث زیادتی ثواب آخرت ہوگی اسلیے کہ افضل الاعمال احمزھا
(جس کام میں محنت زیادہ ہے اوسکی افضلیت بے اندازہ ہے) تیسرے امر کا جواب یہ ہے کہ یا تو اوس روایت کو
مخصوص لیں اوامر و نواہی شرعی سے یا لفظ رسول سے مجازاً معنی عام مراد لیں کہ خواہ وہ رسول ظاہری انسان
و نبی ہو خواہ رسول باطنی عقل ہو کیونکہ عقل خالص جسمیں شائبہ اور میل وہم و خیالات واہیہ کا نہو وہ بھی حجت ربانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ - معرفت سے بعد توجہ و نظر و فکر کے محال ٹھہرا - اور اسی کی موید ہے وہ حدیث جو حضرت امام جعفر صادق نے
ایک دہری بحیری سے بیان فرمائی تھی جب اوسنے وجود خالق عالم پر دلیل طلب کی تھی خلاصہ اوس ارشاد کا یہ ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا
اوس دہریے بحیری سے خطاب کر کے "کبھی تو نے سمندر میں کشتی پر سفر کیا ہے" اوسنے عرض کیا کہ جی ہاں اکثر اتفاق ہوا ہے -
حضرت نے فرمایا - کبھی طوفان بھی آیا تھا اور کشتی شکستہ بھی ہوئی تھی ایسی جگہ جہاں نہ کوئی کشتی تھی نہ کوئی ملاح اور نہ پیراک
نہ تو تجھے خود ہی پیرنا آتا تھا کہ تجھے ڈوبنے سے بچا سکتا - اوسنے عرض کیا کہ پورا ٹھیک یہی واقعہ گزرا کہ ایک مرتبہ طوفان
آیا کشتی شکستہ ہو گئی ایک تختہ پر بہتا موجوں کے طمانچے سہتا چلا جاتا تھا نہ کوئی وہاں کشتی تھی نہ ملاح نہ مجکو خود پیرنا آتا تھا ہر وقت
و ہر آن موت کا سامنا تھا کسی طرح بچنا خیال میں بھی نہ آتا تھا - اوسوقت حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ تو بتا کہ اوس وقت بیکسی
و بے بسی میں تیرے دل میں یہ بھی آتا تھا کہ کوئی قادر مختار ایسا بھی ہے جو اس بیکسی میں کام آئے اور اس آفت و مصیبت سے چھڑائے - اوسنے
عرض کیا کہ یہ تو ضرور تھا کہ اوسوقت یہ ضرور خیال آتا تھا اور دل متوجہ ہوتا تھا کہ ایسی مصیبت و آفت سے بھی کوئی بچانیوالا ہے حضرت نے
فرمایا کہ بس وہی حق تعالی ہے جو اپنے بندوں کا پالنے والا اور آفت و مصیبت سے بچانیوالا ہے واقعی خدا وہی ہے کہ بیکسی و بے بسی
میں اوسکا خیال آجاتا ہے اور جب تمام عالم سے امید منقطع ہو جاتی ہے تب اوسکا دھیان ضرور بالضرور آتا ہے اگرچہ بندہ اپنی شوخی سے
ملاہی و ملاعب میں اشتغال کرے اور لذائذ دنیاے فانی میں پھنس کر بھول جائے - یا اپنی ہٹ دھرمی سے اوسی خیال میں
نہ لائے اور اپنی ہیکڑی سے اوسکا انکار کر جائے چنانچہ حق سبحانہ و تعالی نے اسی امر قطعی و برہان یقینی کی طرف اشارہ فرمایا ہے
فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ
وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حاصل ظاہر آیہ کریمہ یہ ہے کہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خوب خالص بنیاز بنکے دل سے خدا کو پکارتے ہیں
اوس سے نجات کی دعائیں مانگتے ہیں اور جب خدا اونکو اوس آفت و زحمت سے نجات دیکر خشکی میں پہنچاتا ہے تو پھر شرک
کرنے لگتے ہیں اور مشرک بنجاتے ہیں تاکہ کفران کریں ہماری اون نعمتوں کا جو ہمنے اونھیں دیں اور اپنی خواہش نفسانی کے موافق
تمتع و نفع حاصل کریں اور بے غل و غش مزے اوٹھائیں بس اب بہت قریب ہے نہ وہ کچھ دور ہیں نہ قیامت ہی دور ہے
ان باتوں کا نتیجہ بہت جلد معلوم ہو جائیگا جب یہ سب اونکا کیا دھرا اونکے آگے آئیگا - دوسری وجہ بطور اختصار یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالی
جو اصدق الصادقین اور صادق الوعد ہے جسکا بیان و ثبوت اسی کتاب عماد الاسلام میں اور اوسکے ترجمہ میں انشاء اللہ تعالی
آئیگا قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے - وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ
خلاصہ و حاصل ظاہر مفاد آیہ وافی ہدایہ یہ ہے کہ جو لوگ ہماری راہ معرفت میں کوشش کرتے ہیں ہم اونکو اپنی معرفت کی
راہوں کی ہدایت کرتے ہیں اور اون راہوں سے راستہ پر پہنچا دیتے ہیں اور بلاشبہ و شک حق تعالی محسنوں اور نیکوکاروں
کے ساتھ ہے - حق سبحانہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ جب کوئی کوشش کریگا ہماری راہ معرفت میں تو ہم ایک نہ ایک کیسی سب
راہیں اور سب طریقہ اپنی معرفت کی اوسکو بتائینگے اور راستوں پر پہنچائینگے اور یہ بھی اشارہ اس آیت سے نکلتا ہے

اور سراج منیر یزدانی ہے - اور یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ نفی تعذیب سے نفی استحقاق تعذیب نہین ہوتی - اور فعل واجب سے مراد امر ثانی ہے یعنی جسکا فاعل مستحق ثواب اور تارک مستحق عذاب ہو - پس ہو سکتا ہے کہ کوئی فعل کسی بندے پر واجب ہو مگر اوس فعل کے ترک مین خداے تعالی اپنے تفضل و رحمت سے اوسپر عذاب نکرے - اور دوسری آیت سے تو محض اتنا ہی معلوم ہوتا ہی کہ اگر پروردگار عالم رسولونکو نہ بھیجتا تو ترک واجبات و فعل محرمات مین لوگونکو ایک عذر کا محل و موقع فی الجملہ ملتا اور یہ بات مسلم ہی کہ اون واجبات و محرمات سمعیہ مین جنکا حسن و قبح مستقلاً عقل ادراک نہین کر سکتی - اور چوتھے امر کا جواب یہ ہی کہ حسن و خوبی شکر کی بداہۃً معلوم ہی پس منکر اسکا مکابر اور محض ہٹ دھرمی پر کمر باندھی ہی تو ایسے شخص کی باتون سے اعراض لازم ہے - اور ہم یہ نہین تسلیم کرتے کہ شکر مستلزم تمسخر و استہزا ہو اور کیا یہ قول شاعر نہین سنا ہی اور کانون تک یہ کلام نہین پہنچا ہی ع پاے ملخے پیش سلیمان بردن ✲ عیب است و لیکن ہنر است از مورے - پانچوین امر کا جواب یہ ہی کہ تعظیم ہر شخص کی اوسکی منزلت و مرتبہ کے لایق و جلالت قدر کے موافق ہوتی ہے اسلیے کہ اگر اس طرح نہوگی تو وہ تعظیم نہوگی بلکہ استہزا قرار پائیگی اور یہ بات عالم و بچشم زیدہ ہے مخفی و پوشیدہ نہین تو اب ضرور ہوا کہ شکر کے لیے جس سے مراد تعظیم منعم ہے معرفت منعم تفصیلاً حاصل کرین تاکہ اداے شکر بوجہ کامل جو منعم کے لائق اور اوسکے موافق ہو بجا لائین - چھٹے شبہے کا جواب یہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ - کہ خود ہم بھی اوسکے ساتھ ساتھ رہینگے بھلا اب انصاف سے ملاحظہ ہو کہ اول تو راستون پر پہنچ جانے سے پھر راستہ بھولنا اور بھٹکنا محال ہی کیونکہ جب پہنچ ہی گئے تو پھر بھٹک کہان سکتے ہین اور بھولنا کہان رہا اوسکے علاوہ یہ ہی کہ جسکی منزل پر آپ جارہے ہین وہ خود بھی منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے آپ کے ہمراہ ہے اور اپنے مکان پر خود لیے جاتا ہے تو بھلا بھول بھٹک محال ہوی یا نہین اب تو آپ جب ہی بھٹکین گے کہ وہ صاحب خانہ خود ہی کسی دوسرے شخص غیر کے گھر مین گھس جاے اور اوسکو اپنا گھر سمجھ لے تو صاحب عقل و ہوش تو ہرگز اپنے کو پرایا اور پرائے کو اپنا رات کو دن و دنکو رات نہ سمجھیگا کہ خداے عالم و قادر و مختار تو اب یہ بدیہی ہے یا نہین اور خلاف اسکا محال ہے یا نہین - پس جو شخص خدا کی معرفت اور دین حق کی تحقیق و جستجو کریگا وہ ضرور دین حق اختیار کریگا اور اگر دین حق نہین اختیار کیا تو ضرور دو امرون سے ایک امر ہی یا تو اوسنے تحقیق اور جستجو دین حق کی نہین کی یا یہ کہ حق اوسپر ظاہر ہوگیا لیکن محض تمرد و تعصب پر کمر باندھی ہے اور اوس سے عمداً انکار کرتا ہے اور کافر و منکر ہوتا ہی اور لہو و لعب کے مارے نفس امارہ کی پیروی کرتا ہی اور عبادت و اطاعت سے بھاگ کے اقوال خدا و رسول و آئمہ کا بلکہ خود خدا ہی کا منکر ہوتا ہے اور طبیعت کو مانتا ہے اور نیچری بنتا ہی تمام نعمتون کو اور آیات و نشانیون کو پس پشت بلکہ کالعدم سمجھتا ہے اور اسی جانب حق تعالی نے قرآن مجید مین بھی اشارہ فرمایا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ حاصل مفاد ظاہری آیہ وافی ہدایہ یہ ہے - کہ بھلا اوس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسکو آیات و علامات و نشانیان اوسکے خدا کی یاد دلائی گئین تو اوسکی جانب سے اعراض کیا اور منہ پھیر لیا اچھا تو اب یہ بھی خوب ٹھانے رہین اور یقین جانین کہ ہم بھی مجرمون سے خوب انتقام لینے والے ہین) بہتر ہے یہان جو چاہین کہین ناحق کو حق حق کو ناحق قرار دین لیکن روز آخرت یعنے بروز لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ سب حال معلوم ہو جائے گا جس امر کو اونکا دل بھی کبھی کبھی گواہی دیتا رہتا ہے پس محال ہی کہ بعد کوشش کی تحقیق و دین حق مین حق مخفی رہے مدعی اسکے خلاف کا بدلائل عقلی و نقلی کاذب و مفتری ہونا امر محال ہی - وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ العزیز الوہاب و منہ المبدء و الیہ المآب ۱۲ مترجم -

کہ ترک مقدمہ کی اجازت دینا اور جو چیز اوس مقدمہ پر موقوف ہو اوسکے ترک کی اجازت ندینا قبیح ہے کیا تمھاری سمجھ مین نہین آتا اور تمنے نہین دیکھا کہ جو شخص اپنے غلام سے کہے کہ فلان شہر سے جو مسافت دور و دراز پر واقع ہی خود جاکر فلان شے لا اور اوس شے کا لانا مین تجھپر واجب کرتا ہون اور تجکو اوس شہر کے بجانے مین اختیار ہی اور تو مجاز ہے نہ جانے مین تو ایسے مالک کے لوگ مذمت کرینگے اور بے عقل و سفیہ قرار دینگے آپ ہی تو کہتا ہے کہ خود تجھپر وہان سے فلان شے کا لانا واجب کرتا ہون اور آپ ہی نجانیکی اجازت دیتا ہے پس بیان سے ثابت ہوگیا کہ واجب مطلق کا واجب ہونا بغیر مقدمہ کے واجب ہوئے ہوہی نہین سکتا خیال و تصور مین آہی نہین سکتا اور تحقیق مقام یہ ہے کہ وجوب مقدمہ مین کونسے معنی مراد لیتے ہو اگر واجب سے یہ مراد لیتے ہو کہ وہ فعل ایسا ہی جسکے ترک پر تارک اوسکا مستحق عقاب ہی فی الجملہ خواہ اس راہ سے کہ اوسنے ترک مقدمہ کیا خواہ اس راہ سے کہ ترک مقدمہ مستلزم ایک دوسرے فعل کے ترک کا ہو الیس ہم کہتے ہین کہ البتہ ان معنون سے مقدمہ واجب مطلق یقیناً اور قطعاً واجب ہے اور اگر وجوب مقدمہ سے یہ مراد ہے کہ خود اوسکا ترک ہو جانا بالذات بلا واسطہ موجب استحقاق عذاب ہے پس قول تحقیقی یہ ہے کہ اس طرحکا وجوب مقدمہ کے لیے ثابت نہین ہے باین معنے کہ تارک مقدمہ پر دو طرح سے عذاب و عقاب کرین ایک ترک مقدمہ پر اور ایک ترک ذی المقدمہ پر اور کیونکر ہوسکتا ہے اسلیے کہ عقل سلیم حکم کرتی ہی کہ اسمین کوئی قباحت نہین ہے کہ مالک اپنے غلام سے مثال مذکور مین اس طرح کہے کہ اگر تو اوس مقام مین نہ جائیگا تو اس نجانیکی سزا نپائیگا لیکن اس راہ سے کہ وہ شے مطلوب نہ آسکے گی پس تو میرے عذاب کا مستحق ہوجائیگا - اب اس بنا پر ہم کہتے ہین کہ یہ جو قول علما ہے مقدمہ کے وجوب ثابت کرنے مین - اذا توقف واجب مطلق الخ (جب واجب مطلق موقوف ہو کسی شے پر) مراد اس سے کہ جب مقدمہ واجب نہوگا تو ترک اوسکا جائز ہوگا گیا ہی پس اگر مراد یہ ہے کہ ترک نفس مقدمہ مستلزم عذاب کو نہین ہو تو ہم کہین گے یہ بات ٹھیک ہے ہم بھی یہی کہتے ہین کہ ترک نفس مقدمہ مستلزم عذاب کو نہین ہے مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ترک مقدمہ کسی راہ سے بھی مستلزم عذاب کو نہو اسلیے ترک مقدمہ سے مکلف ضرور بضرور یقینا مستحق عقاب ہوتا ہے لیکن نہ اس جہت سے کہ اوسنے ترک مقدمہ کیا بلکہ اس راہ سے کہ وہ ترک مقدمہ مستلزم ہے ترک واجب مطلق کو اور اس قول کا اونکے ففی زمان ترك المقدمة الواجب المطلق واجب ام لا جب مقدمہ ترک کرے تو اوسوقت واجب مطلق واجب رہیگا یا نہین) ہمارے نزدیک کچھ محصل نہین ہے اسلیے کہ یہ تو بات ایسی ہے کہ کوئی کہے کہ جب واجب مضیق[1] ترک ہوجائے تو بعد ترک کے واجب ہی یا نہین خلاصہ یہ کہ ترک مقدمہ از بسکہ فوت مین ترک واجب مطلق کے ہی تو مکلف مقدمہ کے ترک سے

[1] واجب مضیق اوسکو کہتے ہین کہ جسکا وقت اوس فعل سے زیادہ اور کم نہو جیسے روزہ کہ وقت اسکا ابتداے صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہی یا حج کہ عشرہ اول ذی الحجہ ہے مثلاً پس اگر تمام دن گزر جاے تو کہین کہ شب کو روزہ واجب ہے یا نہ یا ذی الحجہ گزر جاے اور کہین کہ محرم و صفر مین حج واجب رہا یا نہین اور صاف مثال اسکے یہ ہے کہ اگر کسی کو اچھو ہو اور لقمہ گلوگیر ہو اور پانی طلب کرے اور نوکر اوسوقت تو پانی نہ لاے اور بعد لقمہ فرو ہو جانیکے گھنٹہ بھر کے کہے کہ اب بھی لقمہ اوتارنے کے لیے پانی کی ضرورت ہے یا نہین تو یہ دریافت کرنا اوسکا محض بیکار و عبث و بے معنی ہے اسی طرح حاصل ہی اس مقال کا کہ واجب مضیق بعد ترک کے واجب رہا یا نہین اور مثل اسکے ہی کہ بعد ترک مقدمہ واجب مطلق زمانہ ترک مین واجب ہو یا نہین ۱۲ م

مستحق عقاب تو ضرور ہوا لیکن حکم کرنا اور یقین کرنا اس بات کا کہ اوسپر دو طرحسے عذاب کیا جائیگا ایک ترک مقدمہ پر دوسرے ترک واجب پر بس یہ بہت دشوار ہے۔ اور اب اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ وجوب معرفت کا اس دلیل سے جو ثابت ہوا وہ اسی طرحکا ہے کہ تارک اسکا فی الجملہ مستحق عذاب ضرور ہوگا عام اس امر سے کہ یہ استحقاق عقاب ترک معرفت سے حاصل ہوا یا اس راہ سے کہ ترک معرفت مستلزم ہے ترک شکر کو۔ اب ہم ایک اور دلیل نہایت مستحکم اور مختصر بیان کرتے ہین لیکن یہ موقوف ہے متہید ایک مقدمہ کے بیان پر اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ معرفت سے مراد یہ ہے کہ اذعان واعتقاد کرے اور دل سے قبول کرے کہ واجب الوجود موجود ہے اور وہ خالق عالم ہے اسی طرح اوسکی تمام صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کا اعتقاد و اذعان کرے۔ اور اپنی جگہ پر ثابت ہو چکا ہے اور علمار محققین کا بھی یہی قول ہے کہ اذعان کیفیات نفسانیہ سے ہے بندہ کے فعل کو اسمین سوائے اسباب مہیا کرنیکے کوئی مداخلت نہین ہے بلکہ بنا بر معرفت کے نظری ہونیکی بھی یا بطریق افاضہ و عطا ہے مبدا ر فیاض سے بعد کمال استعداد کے جو نظر کے سببسے حاصل ہوی یا بطور امر عادی کے ہے کہ حق تعالی یہی عادت و طریقہ جاری فرمایا ہے کہ بعد نظر و فکر نفس مین اس اعتقاد کو پیدا فرما دیتا ہے یا بطریق تولید ہے کہ اونھین اسباب سے یہ مسبب پیدا اور حاصل ہو جاتا ہے اور یہی تینون قول سابق مین بیان بھی ہو چکے۔ پس بنا پر اسکے معرفت کا واجب ہونا بندہ مکلف پر اور اسکا تصور سوائے اسکے کچھ اور نہین ہو سکتا کہ کہا جاے مقدمات معرفت اور نظر واجب ہین (یعنی معرفت واجب ہے بایمعنی کہ اوسکے مقدمات کا ترتیب دینا اور نظر و فکر کرنا واجب ہے جس سے معرفت کا اذعان واعتقاد جو نتیجہ مقدمات ہے حاصل ہو جائے) اور یہی ترتیب مقدمات ایسے چیز ہے جو بندہ مکلف کے اختیار مین ہے (پس ایسے اختیاری فعل سے اوسکے وجوب متعلق ہوگا) اور مین جب یہ مقام لکھ چکا تو شرح تجرید مین بھی میرے اپنے کہنے کے موافق پایا اور وہ یہ ہے کہ معرفت فی نفسہ غیر مقدور ہے ہماری قدرت سے بحث و بے یہ ممکن نہین ہے کہ اوس سے ابتداءً اور بلا واسطہ ہماری قدرت متعلق ہو بلکہ وہ معرفت مقدور مین اس جہت سے ہے کہ ہم اوسکے اسباب پیدا کرین جو مستلزم اوس معرفت کو ہون پس معرفت کا واجب ہونا کیا ہے کہ اوسکے سبب کا واجب ہونا ہے جو ہمارے اختیار مین ہے اور وہ نظر و استدلال ہے۔ اور اسکو اس طرح صاف مثال مین سمجھیے۔ مثلاً کسی شخص کو آپ حکم کرین کہ فلان شخص کو قتل کر اور اوسکو مار ڈال اور یہ ظاہر ہے کہ قتل کیا ہے روح کا بدن سے خارج کر دینا پس یہ تو بالذات اوس ماموری کی قدرت و اختیار مین نہین ہے کہ روح کو بدن سے خارج کر دے پس ایسی صورت مین وہ شخص مامور ہوگا فقط اونہین افعال کا جو اوسکے اختیاری ہین اور وہی اوسپر واجب ہون گے اور وہ اسباب ہین جو موجب و باعث و سبب ہین خروج روح کے مثل ضرب شمشیر وغیرہ کے کیونکہ تکلیف دینا اور حکم کرنا ایسی چیز کا جو مقدور و اختیاری نہو شرع مین نہین ہے۔ یہانتک صاحب شرح تجرید کا قول تھا۔ اب بعد اس مقدمہ کے معلوم ہونیکے سنئے۔ ہم کہتے ہین کہ اسمین کسی طرحکا شبہہ و شک نہین ہے کہ انسان کی جب عقل کامل ہو جائے اور تمام نعمتون ظاہری باطنی داخلی خارجی سے اپنے نفس کو بھرا پڑا پائے تو یقین و ظن کو جانے دیجیے کم سے کم یہ تو ضرور ہے کہ اوسکے دل مین شک پیدا ہوگا کہ یہ نعمتین جس کی طرف سے ہین اور جس نے انہین پیدا کیا ہے شاید وہ خواہشمند ہے شکر کا ہو اور اپنی ان نعمتون کے عوض کچھ ہمسے بھی چاہتا ہو پس اگر اس خیال آنیکے بعد بھی اس کی تحقیق مین غور و فکر و نظر نہ کی تو اسمین کوئی شک نہین ہے

سلہ کیا آپ اگر کسی شہر مین وارد ہون اور وہان کسی مکان مین فروکش ہون اور اوس شہر کے کسی رئیس یا حاکم کریمان سے بلا شناسائی دو نوشت

نہ خود اوسکے نزدیک نہ کسی عاقل کو کہ اگر اوس شخص پر اوسکا منعم وخالق عقاب وعتاب کرے اور اوسکی مذمت کرے تو برائی نہین بلکہ مستحسن ہے پس اس عقاب وعتاب کا حسن اور اچھا ہونا ہوہی نہین سکتا بغیر وجوب معرفت کے۔ اور بیان یہ بھی نہین ہے کہ خوبی وحسن کا اسکے ادراک کرنا موقوف علم پر وجود منعم کے ہو کہ جب منعم کا وجود معلوم متیقن ہو جائے اوسوقت اسکی نیکی وبدی معلوم ہو بلکہ محض یہ احتمال کہ شاید اسکا کوئی منعم ہو یہی احتمال ترک معرفت پر حسن عقاب وعتاب کے لیئے منعم کی طرف سے کافی ہے کہ ایسی صورت مین منعم اوس منعم علیہ پر (جسکو نعمتین دیں ہین) عذاب وعقاب کر سکتا ہے کہ ہمنے باوجودیکہ تجھے قدرت واختیار دیا معرفت کے حاصل کرنے پر اور پھر بھی تونے اوسکو ترک کیا اور یہ امر ایسا ہی کہ صاحبان عقل سلیم وطبع مستقیم پر مخفی نہین ہے۔ اور اب دوسری طرح سے پھر ہم بیان کرتے ہین ترک نظر کرنا باوجود اس احتمال وجود منعم کے مستلزم ہے خوف کو اور خوف کا دفع کرنا نفس سے باوجود قدرت کے واجب ہے اور وہ دفع خوف نظر سے ہوتا ہے تو اب نظر واستدلال واجب ہوی اور یہی مراد ہے وجوب معرفت سے (تو اب لیلون سے وجوب معرفت عقلاً ثابت ہو گیا جو مطلوب تھا) اب رہا یہ امر کہ وجوب معرفت کا دلیل سمعی وشرعی پر موقوف نہین اوسے سنیئے۔ اگر ایسا ہوتا کہ وجوب معرفت سمع اور شرع پر موقوف ہوتا تو انبیا کے حجت ناتمام ہو جاتی اوسکا کلام رد اور زبان بند ہو جاتی۔ اسلیئے کہ جب نبی کسی مکلف کے پاس تشریف لائے اور امر اپنے اتباع وتصدیق کا فرماتے تو مکلف پر یہ واجب ہی نہوتا تاوقتیکہ اوسکو علم اوس نبی کے صدق کا نہوتا اسلیئے کہ محض دعوی کرنیسے کہ ہم صادق ہین یا نبی ہین اوسکا صدق ثابت نہین ہو سکتا بلکہ تنہا معجزہ بھی اوس کے ہاتھ سے ظاہر ہونا یہ بھی اوسکی تصدیق نہین کرتا جب تک کہ اسکے ساتھ اور مقدمات نہ ملائے جائیں اون مقدمات مین سے ایک یہ ہے کہ یہ معجزہ خدا کے جانب سے ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ فعل خدا کا اوس نبی کی تصدیق کی غرض سے ہے یعنے یہ نبی اپنے قول وفعل پر سچا ہے تیسرے یہ کہ جسکی خدا تصدیق کرے وہ صادق ہے۔ تو اب صدق رسول جب ان مقدمات نظریہ پر موقوف ہوا جو متعلق معرفت ہین کہ پہلے خدا کے موجود ہونے کو جانے اور یہ بھی سمجھے کہ وہ رسولون کو بھیجتا ہے اور معجزون سے اونکی تائید کرتا ہے اور کاذبین کی تصدیق نہین کرتا۔ تو وہ بھی بدیہی نہوگا بلکہ صدق رسول بھی نظری ہوگا تو اسوقت مین مکلف کہہ سکتا ہے کہ تمھاری صدق کی معرفت نظر پر موقوف ہے اور مین نظر واستدلال نکرونگا جب تک میرے اوپر عام طور سے نظر واجب نہو یا خاص معرفت ہی مین واجب ہو اور مجھے اوسکے وجوب سے آگاہی بھی ہو جائے اور خبر معرفت اوسکے وجوب کی ہوسے تو مگر آپ کے کلام سے اور آپ کا قول حجت نہین ہے جب تک آپ کا صدق ثابت نہو پس اسکا جواب نبی کے پاس کچھ نہین ہے اور وہ اسکا جواب نہین دے سکتا تو اب حجت اوسکی منقطع ہوی اور بعثت کا فائدہ کیا گزرا کہ اونکے قول کی پابندی کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۔ خان خامے کے اور ہر وقت خدمتگار خدمت کے لیئے معین ہون اور آپکی خاطرداری مین مشغول رہے اور تمام حوائج ضروری آپکے مہیا کرتا ہے تو کیا آپ باوجود عقل تیز وہوش وحواس کبھی بھی اسکا خیال نہ لائینگے کہ یہ کون شخص ہے اور کیون ایسا کرتا ہے بلکہ مقتضائے عقل وحیا تو یہ ہے کہ پہلے ہی روز آپ دریافت فرمائیگے کہ یہ ملازم کون ہین اور کھانا کہان سے آیا ہے اور کیون بھیجا ہے نہ یہ کہ تمام عمر وہان چین وآرام ومفت خوری کیجئے۔ اوسکا کوئی امر آپ سے متعلق بھی تھا مگر چشم پوشی کرکے کبھی آپنے دریافت ہی نہ کیا تو فرمایئے عقلاً کیا کہینگے وہ عقل وحیا کیا اسی کی مقتضی ہے۔ کہ یہ شعر پڑھ دیا جائے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے ؛ یان تو آرام سے گزرتی ہے۔ ۱۲ مترجم۔

اور متابعت اونکی لازم ہوئی اور مخالف کی حجت تمام ہوئی اور معذور قرار پایا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وجوب معرفت سمعی ہو تو دور لازم آتا ہے اسلیے کہ معرفت وجوب وایجاب کی موقوف ہے معرفت موجب (واجب کرنے والا) پر پس اگر معرفت موجب ایجاب پر موقوف ہوئی تو دور لازم آیا اور یہ قطعاً اور یقیناً باطل ہے۔ بعض نے پہلی دلیل کا یہ جواب دیا کہ نظر واجب اوسپر نفس الامر اور واقع مین ہے اور یہ اس امر پر موقوف نہین ہے کہ اوسکو وجوب کا علم بھی ہو جائے اور اوسکے وجوب کا اعتقاد بھی رکھے۔ کیا آپ کو یہ نہین معلوم کہ کفار مکلف ہین ایمان لانے پر سب کے نزدیک اجماعاً باوجودیکہ اوسکے وجوب سے اونکو غفلت ہے اور دوسری دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ شی کا واجب ہونا موقوف ہے اوسکے واجب کہنے پر نفس الامر مین اسکی ضرورت نہین ہے کہ جب ہمکو علم ایجاب (واجب کرنا) کا ہو اوسوقت وہ شے واجب ہو۔ جواب رہا یہاں پر اعتراض کہ پھر غافل پر کیون کوئی تکلیف نہین ہے اور کیون اوسپر کوئی شے واجب و حرام نہین ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ مراد غافل سے یہان وہ شخص ہے کہ جو فہم خطاب نرکھتا ہو تو گویا بات بھی نہ سمجھ سکتا ہو۔ یا یون کہو کہ اوس سے یہ بھی نہ کہیں کہ تو مکلف ہے۔ (اب سُنیے دونو جوابون کے جواب) ان دونو کا دفع کرنا اور زائل کرنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ انسان کو جو عقاب ہوتا ہے کسی فعل واجب کے ترک پر یا کسی حرام کے فعل پر باوجود عدم علم کے اوسکے وجوب و حرمت سے وہ اوسوقت ہوتا ہے کہ جب وہ شخص عارف ہو خواہ عقل سے یا نقلی دلیل سے اس امر کا کہ اوس شے کا علم حاصل کرنا اوسپر واجب ہے پس کافر معاقب ہوتا ہے عدم قبول ایمان پر بلکہ ترک پر تمام واجبات کے اور ارتکاب پر تمام افعال محرمہ کے جیسا کہ یہی مذہب حق ہے باوجودیکہ علم ان امور کے وجوب کا نہین ہے اور اسی طرح حال ہے جاہل مسئلہ کا پھر یہ کیون عقاب ہوتا ہے اسلیے کہ عالم ہی جہت عقل سے وجوب نظر کا ان امور مین اور کشف حقیقت حال کا اور تحصیل علم کا اور اوسکو عقاب کرسکتے ہین اور اعتراض اوسپر متوجہ کر سکتے ہین کہ باوجودیکہ تجھے علم تھا وجوب نظر کا اور تفحص کرنا حقیقت حال واجب تھا پھر کیون تو نے نظر و فکر نہ کی کہ علم ان امور کے وجوب کا جو تجھپر واجب ہے حاصل ہوتا۔ اور اگر ایسا نہو کہ وجوب تحصیل علم کا جہت عقل و نقل سے عارف ہو تو اوسپر عقاب کرنا ترک فعل واجب سے یا ارتکاب امر حرام سے باوجود عدم علم وجوب یا حرمت کے قبیح ہے جیسے تکلیف غافل کی جو قابل فہم خطاب نہو قبیح ہے۔

کیا یہ سمجھنے کی بات نہین ہے کہ مثلاً اگر کسی کا غلام ایک مقام مین ہو اور اوسکا آقا اور مالک اوس سے بہت دور دوسرے شہر مین ہو اور کوئی غیر شخص اوس غلام کے پاس آئے اور کہے کہ تمھارے مالک نے ایک ہزار دینار مجھے دلائے ہین اونے تمکو حکم دیا ہے کہ مجھے دو۔ اور واقع مین بھی ایسا ہی ہو کہ اونے دلائے ہون لیکن غلام کے نزدیک اوسکا دلانا ثابت نہ تھا اس سبب سے اوس شخص فرستادہ کو اوسنے ندیا دوسرے یہ کہ جس طرحکا خیال اوسکی سچائی کا تھا ویسا ہی خیال اوسکے جھوٹے ہونیکا بھی تھا۔ اب اس صورت مین اگر مالک غلام کو سزا دیگا تو کوئی عاقل اوسکو اچھا نہ کہے گا اور غلام بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ کیون مجکو سزا دیتا ہے اسمین میرا قصور کیا ہے مین اس تیرے حکم سے ناواقف تھا ہرگز مجکو اسکا علم نہین ہوا۔ اب اگر مالک کہے کہ کیون تو نے

ے دونون جوابون کا ایک ہی سلسلہ مین اسلیے جواب دیا گیا۔ ظاہر مین دو ہین لیکن رجوع ایک ہی کی طرف ہے کیونکہ امر اول مین فقط خاص ایمان کا وجوب کفار کے لیے کیا ہے اور دوسرے مین عام ذکر کیا ہے اور یہ جواب متعلق عام سے ہے پس خاص کا بھی جواب ہو جائیگا کیونکہ انتفاے عام مستلزم انتفاے خاص کو ہے ۱۲ مترجم۔

کوشش و تحقیق کی جسکے سبب تجھے علم حاصل ہوتا اور راوسکا صدق و کذب جانتا اور راوسکے دیے کا وجوب پہچانتا۔ اسکے جواب مین غلام کہہ سکتا ہے کہ یہ بھی غلام کو معلوم تھا کہ آپ نے تجسس و تفحص و تحقیق کرنا واجب کیا ہے اور جس طرح یہ احتمال ہے کہ آپ نے تحقیق کرنا واجب کیا ہو اوسی طرح یہ بھی خیال میرے لیے برابر ہے کہ شاید تفحص و تحقیق کرنا حرام فرمایا ہو۔ اور عقل کا کہنا اور حکم دینا نہ آپ ہی کے نزدیک معتبر ہے نہ میرے ہی اوپر اوسکا کچھ اثر ہے جب اس طرح کا جواب لاجواب دندان شکن غلام سے مالک پائیگا تو ضرور وہ دنگ ہو جائیگا اور ناطقہ بند پائیگا غلام کی حجت تمام مالک پر الزام بلا کلام و للہ الحجۃ البالغۃ علی الناس (خدا ہی کی حجت سب لوگون پر عام اور تمام ہے) اسکے علاوہ ہم کہتے ہین کہ اگر وجوب نفس الامری اور اور کسی شے کے حکم وجوب یا حرمت کا پہنچ جانا عذاب و عقاب کرنے مین اور سزا دینے مین کافی ہوتا تو علماے اربعہ مالک و ابو حنیفہ و شافعی و حنبل وغیرہ وغیرہ پر استحقاق عذاب کے قول کا الزام لازم آتا کیونکہ انمین کسدرجہ اختلاف کے کثرت ہے اور ہر ایک کو انمین دوسرے کے فتوے پر واقفیت ہے کہ مثلاً اسکی رائے وجوب کے خلاف اوسکے رائے حرمت ہے اسلیے کہ انمین سے کسی نہ کسی کا قول ضرور واقع و نفس الامر مطابق ہے اور دوسرے کا فتوی اوسکے خلاف مین غیر موافق ہے لیکن یہ تو معترض صاحب کے نزدیک بہت دور ہے اپنی خطا قول سے اونپر الزام لگانا کب منظور ہے۔ خیر علی سبیل التنزل اب ہم کہتے ہین کہ انتہائے مرتبہ یہ ہے کہ آپ کی کد و کاوش سے یہ ثابت ہوا یہ ہو سکتا ہے اور جائز ہے کہ معرفت کا وجوب ادلہ سمعی سے حاصل کرین اس سے یہ کب لازم ہے کہ عقل سے معرفت کا وجوب حاصل کرنیکو باطل کرین اگر سمعی دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے تو عقل سے ثبوت کا بطلان کہان ہوتا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ معرفت کا واجب ہونا ادلہ سمعی پر موقوف نہین ہے اور یہی ہمارا مقصود و مطلوب ہے۔

اب سنیے اس دلیل عقلی پر بعض نے یہ اعتراض کیا کہ اس سے بھی اسکات و افحام انبیا لازم آتا ہے خواہ دلیل عقلی سے وجوب نظر ثابت کیجیے خواہ دلیل سمعی سے یہ الزام و اعتراض مشترک ہے پس جو جواب تمھارا اس الزام کے برطرف کرنے مین ہوگا وہی بعینہ جواب ہمارا ہو جائیگا اور وہ اعتراض یہان اس طرح کرینگے۔ کہ اگر وجوب نظر کو عقل سے ثابت کرین تو یہ وجوب بدیہی تو ہو نہین بلکہ نظری ہے اور اسپر استدلال کی ضرورت ہے اور محتاج ہے کہ مقدمات دقیقہ اور باریک سے ثابت کیا جائے کہ معرفت واجب ہے اور یہ معرفت بغیر نظر حاصل نہین ہو سکتی اور نظر پر موقوف ہے۔ اور جو شے واجب کا مقدمہ ہو اور واجب اوسپر موقوف ہو تو وہ شے بھی واجب ہوتی ہے پس نظر واجب ہوگی اسکے جواب مین مکلف کہہ سکتا ہے کہ ہمکو کوئی ضرورت نظر کرنیکی نہین ہے جب تک نظر واجب نہو اور واجب ہونا اسکا معلوم نہین ہو سکتا جب تک اسمین نظر کی جائے تو اب ہر ایک اس وجود و وجوب نظر سے اسمین ایک دوسرے پر موقوف ہوا کہ نظر جب کیجائیگی کہ جب وجوب نظر معلوم ہو اور وجوب نظر اوسوقت معلوم ہوگا جب نظر کیجائے۔ اب اسکا جواب سنیے کہ یہ اعتراض وجوب عقلی پر لازم نہین آتا جیسا وجوب سمعی پر لازم آتا تھا اسلیے کہ ہم ان مقدمات سے قطع نظر کر کے کہتے ہین کہ یہ تو ہمکو بالبداہت معلوم ہے اور بدیہی بات ہے کہ نظر کے سبب سے جو خوف نفس مین پیدا ہوا ہے زائل ہو جائیگا

[1] پس اگر معرفت کا وجوب عقلی نہو محض سمعی ہو تو اسکات رسول معقول اور اتمام حجت جاہلان نامعقول لازم و متحتم ہے۔ ۱۲ م

اور دفع خوف واجب ہے لپس نظر کرنا معرفت خدا مین واجب ہے اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود تھا۔ عہ
اب رہین ادلہ سمعیہ جنسے وجوب نظر معرفت خدا مین ظاہر ہوتا جیسا کہ اسکی طرف سابق مین بھی اشارہ کیا تھا وہ بہت ہین بعض کا اونمین سے بیان ذکر ہوتا ہے۔ اونمین سے یہ قول حق تعالی ہے قل انظروا ماذا فی السموات والارض وما تغنی الایات والنذر عن قوم لا یومنون (اپنے حبیب جناب رسالت مآب سے خطاب فرماتا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کہو انسے کہ نظر کرو اور غور و فکر کرو کہ کیا کیا چیزین آسمانون مین اور زمین مین ہیں) اور وجوب نظر اس آیت سے اس طرح پر نکلتا ہے کہ انظروا صیغہ امر حاضر ہے جسکی وضع حقیقت وجوب کے لیے ہے۔ اور انہین دلیلون سے یہ قول حق تعالی ہے۔ اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیٔ) جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آسمانون اور زمین کے ملکوت مین کیون نظر نہین کرتے اور جو چیزین خدا نے پیدا کی ہین اونکو کیون نہین دیکھتے اور غور کرتے) پس یہ تہدید نظر کے ترک کرنے پر خدا نے اونپر فرمائی اور بغیر وجوب کے اوسکے ترک پر تہدید کرنے مین حسن نہین ہو سکتا۔ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے اس آیت کو ذکر کرکے اسکی تفسیر مین فرمایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ کیون نہین فکر کرتے ملکوت سموات و ارض مین اور اوسکے عجائب صنعت مین اور کیون نہین نظر کرتے انمین اوس طرح جس طرح دلیل لانے والے اور اعتبار کرنے والے اور عبرت کی نظر کرنے والے نظر کرتے ہین پس معرفت اونکو حاصل ہو جائیگی جب دیکھین گے کہ پروردگار عالم نے ان آسمانون اور زمین کو باوجود اسکے عظیم الجثہ اور ثقیل و وزنی ہونیکے کیسا بغیر ستون و عمود قائم کیا ہے اور ان کو کس طرح بغیر آلہ کے ساکن فرمایا ہے لپس ان باتون کے دیکھنے سے وہ استدلال کریگا اوسکے خالق و مالک پر جسنے اوسکو قائم کیا ہے اور یہ کہ وہ مشابہ کسی جسم کے اجسام سے نہین ہے اور سوائے خدائے واحد و یگانہ کے ان اجسام کو کفار معبود قرار دیتے ہین اسلیے کہ اجسام کو اسکی بھی قدرت نہین ہے کہ ایک جسم صغیر کو بغیر ستون و عمود و بغیر آلہ ہوا پر ٹھہرا سکے تو اب اسکے دیکھنے سے ضرور معلوم ہوگا کہ ان آسمانون اور زمین بلکہ تمام جسمون کا کوئی خالق ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ نہ وہ خدا انسے مشابہ ہے اور نہ وہ اجسام قدرت و مالکیت خدا مین شریک اور نہ اوسکے مشابہ ہین ملکوت سموات و ارض سے مراد یہ ہے کہ یہ سب مملوک پروردگار عالم ہین اور وہ حق تعالی ان سب پر قادر ہے اور قدرت تامہ رکھتا ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ کیون نہین نظر و فکر کرتے ملکوت سموات و ارض مین اور اس امر مین کہ خدا نے اونکو خلق کیا اور کیسی کیسی صنعتون پر جسکا تم مشاہدہ کرتے ہو تاکہ اس نظر و فکر سے معلوم ہو جائے کہ وہی خدا انکا مالک و مقتدر ہے اور انپر قادر و مقتدر ہے اسلیے کہ یہ اوسی کے مملوک و مخلوق ہین اور اوسکی قدرت و اختیار و مملکت و سلطنت و ملک مین ہین تو اب یہی سموات و ارض مین اونکا نظر کرنا ملکوت سموات و ارض مین نظر کرنا ٹھہرا اور یہی نظر اس امر مین ہوئی کہ یہ سب ملک خدا مین ہین اسلیے کہ خدا اوسی کو پیدا کرتا ہے کہ جو اوسکے ملک و قدرت مین ہے اور ما خلق اللہ من شیٔ سے مراد اور اقسام و اصناف مخلوقات ہین تاکہ اونمین نظر کرکے استدلال کرین اون مخلوقات کے خالق پر اور اس امر پر استدلال کرین کہ وہی خدا الوہیت و استحقاق الوہیت و خدائی رکھتا ہے بہ نسبت اور اجسام حادثہ مخلوقہ کے بیانتک کلام ابن بابویہ علیہ الرحمہ تمام ہوا۔

لہ یعنی معرفت خدا کے لیے نظر کرنا عقلاً واجب ہوا اور وہ ہمنے ثابت کر دیا اگرچہ ادلہ سمعیہ سے بھی ثبوت وجوب نظر کا ہوتا ہے جیسا کہ مصنف اون ادلہ کو بھی تائید اً بیان فرمائینگے ۱۲ مترجم

عہ اور نہین کافی ہین یہ کلمات اور خوارق نشانیان کہ دفع کرین شکوک کو اوس قوم سے کہ باور نہین کرتے اور ایمان نہین لاتے خدائے یکتائی کی وحدانیت کا۔

اور اونھین سمعی دلیلون مین سے یہ ہے جو عیون و علل مین حضرت امام رضا ع کے کلام مین ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اقرار اور معرفت اس بات کی کہ خدا تعالی واحد و احد ہو ہمپر کیون واجب ہو تو اسکے جواب مین کہا جائیگا کہ اسکے وجوب کی کئی علتین اور کئی وجہین ہین۔ ایک اونھین سے یہ ہو کہ اگر یہ اقرار و معرفت اونپر واجب نہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ توہم کرین کہ دو یا زیادہ مدبر و خالق عالم ہین۔ اور اونھین سے یہ ہے کہ اگر اونپر یہ واجب نہو تاکہ پہچانین اور معرفت حاصل کرین اس بات کے کہ اوسکا کوئی مثل نہین ہے تو ہو سکتا تھا کہ وہ مخلوقات کے احکام اوسپر جاری کرتے۔ اور انھین وجہون سے وہ ہے جو صحیفۃ الرضا علیہ السلام مین منقول ہے۔ انّ اول ما افترض اللہ علی عبادہ واوجب علی خلقہ معرفۃ الوحدانیۃ (سب سے پہلے جو خدا نے اپنے بندون پر فرض و واجب فرمایا وہ معرفت خدا کی وحدانیت کی ہے۔ اور بعض خطبون مین حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اوّل عبادۃ اللہ معرفتہ (سب عبادتون سے مقدم معرفت خدا ہے) اور بعض خطبونمین جناب امیر المومنین ع نے ارشاد فرمایا۔ اول الدین معرفتہ (پہلا سرا دین کا اور مقدم سب سے دین مین معرفت خدا ہے) اور ایک دوسرے خطبے مین ارشاد کیا اول عبادۃ اللہ معرفتہ (عبادتونمین سب سے مقدم خدا کی معرفت ہے) اور اسکے مثل بہت سی روایات و احادیث وارد ہین۔ اور یہ بھی ہم کہتے ہین کہ اذعان و اعتقاد یقینی رکھنا اون باتون پر جسکی خبر خداوند عالم و جناب رسالتمآب اور آئمہ ہدا ع نے دی ہے بالبداہت واجب و لازم ہے اور وجود باری تعالی اور اوسکی صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کی خبرین خود پروردگار و رسول مختار و ائمۂ اطہار ع نے بیان کی ہین تو اب اذعان و اعتقاد اسکا واجب ہوا اور یہی تو وجوب معرفت ہے سمعاً اور جو لوگ قائل ہین کہ معرفت کا وجوب فقط سمعاً ثابت ہے اونکے لیے دو طریقے ہین۔ پہلے ظواہر آیات قرآنیہ اور بعض احادیث نبویہ ہین اونمین سے ایک یہ ہو۔ کہ جب قرآن مجید و فرقان حمید مین یہ آیہ وافی ہدایہ انّ فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیاتٍ لاولی الالباب (اسمین کوئی شک و شبہہ نہین کہ آسمانون اور زمین کی خلقت مین اور رات دن کے اختلاف مین ضرور بضرور بہت سی آیتین اور نشانیان ہین خدا کی معرفت کی خالص عقل رکھنے والونکی لیے) نازل ہوا تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ویل لمن لاکھا بین لحیتیہ ولم یتفکر فیھا[1] وائی ہو اوس شخص پر جو اس آیت کو اپنے جبڑے مین چھپائے اور اسمین فکر نکرے۔

دوسری دلیل اون لوگون کی جو معرفت خدا کا وجوب سمعی کہتے ہین یہ ہے اور یہی دلیل اونکے نزدیک بہت عمدہ اور معتمد بھی ہے جیسا کہ شارح تجرید نے اسکی تصریح کی ہے وہ یہ ہے کہ معرفت خدا کی سب مسلمانونکے نزدیک واجب ہے اور سب مسلمانون کا اسپر اتفاق و اجماع ہے۔

اب اسکا جواب باصواب سُنیے۔ معرفت اور معرفت مین نظر و فکر کا شرعاً واجب ہونا یہ اوسکی عقلاً واجب ہونیکی منافی نہین ہے اسمین کیا منافات اور کیا قباحت ہے کہ عقلاً بھی واجب اور شرع مین بھی اوسکی وجوب کا بیان ہو بلکہ نقل و عقل تو آپسمین ایک دوسرے سے قوت پاتے ہی رہتے ہین۔ اور وہ اطمینان نفس کو عقل و نقل کے تعاضد (قوت دینا) و موافقت سے حاصل ہوتا ہے وہ ہر ایک سے تنہا تنہا حاصل نہین ہوتا۔ اور کیا عجب ہے کہ یہی باعث ہو کہ جن چیزون کا ادراک عقل مستقلاً کر سکتی تھی وہ بھی شریعت مین وارد ہوئی ہین جیسے معرفت

[1] یعنی اس آیت پر عمل نکرے اور محض الفاظ غیر موضوعہ و مہملہ اسکو سمجھے اور اسکے معنونکا لحاظ نکرے کیونکہ اگر اسکے مضمون پر عمل کریگا تو ضرور ایماندار ہو جائیگا پس جسنے باوجود تنبیہ و تنبہ کے فکر و نظر نکی اور اس بات کو چھوڑ دیا لامحالہ ضرور مستحق ویل و عذاب ہوگا ۱۲۔

عدالت ۔صدق نافع کا واجب ہونا اور ظلم ۔کذب ضار (جھوٹ ضرر دینے والا) بغیر حق قتل نفس ۔کا حرام ہونا۔
اب ہے وہ لوگ جو کہتے ہین کہ معرفت واجب ہی نہیں ہے پس متمسک اور دلیلون مین اونکے کئی امر بیان کیے گئے ہین
پہلا امر یہ ہے کہ نظر و استدلال کرنا معرفت خدا مین حرام و بدعت ہے اسلیے کہ جناب رسولخدؐا اور آئمہ ہدیٰ اور اصحاب
باوفا کا اون چیزون کی نظر و استدلال مین مشغول ہونا جنکا ذکر ہو رہا ہے منقول نہین ہوا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو تمنے عدم
نقل کا ذکر کیا وہ غیر مسلم ہے بلکہ متواتر منقول ہوا ہے کہ وہ حضرات برابر بحث کرتے رہتے تھے اصول دین مین توحید وغیرہ
کی دلیلون سے ۔اور قران مجید و فرقان حمید اور احادیث کی کتابین خصوصاً احتجاجات کی کتابین مملو اور بھری پڑی ہین انہین
دلیلون سے اور یہ جو کچھ علم کلام کی کتابون مین بیان ہے یہ بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے دریاے ذخار سے جو بیان ہوئی ہین
خدا کے کلام اور احادیث رسالتمآب و آئمۂ اطیاب علیہم السّلام مین دوسرا امر یہ ہے کہ بہت سے حدیثون مین ممانعت ونہی
بالکل علم کلام کی وارد ہوی ہے اور بعض مین بالخصوص نظر و فکر کی اور خدا کے بارےمین کلام کی ممانعت واقع ہوئی ہے اور
بعض مین جدال و مباحثہ کی بالکل ممانعت ہے ۔اونمین سے وہ روایت ہے جو کافی مین ابوبصیر سے منقول ہے ابوبصیر کہتے
ہین کہ فرمایا ابوجعفر امام محمد باقر علیہما السلام نے کہ مخلوقات و مصنوعات خدا مین کلام کرو اور خدا مین گفتگو اور کلام
نکرو کیونکہ خدا کے بارےمین جو کلام بڑھتا جائیگا اوسکا تحیر اور زیادہ ہوتا جائیگا ۔اور حریز کی روایت مین ہے ۔
تکلموا فی کل شیٔ ولا تکلموا فی ذات اللّٰہ (ہر چیز مین گفتگو اور کلام کرسکتے ہو اور کلام کرو لیکن ذات خدا
مین جاے دم زدن نہین ہے ذات خدا مین قیل و قال و کلام حیرت انجام سے باز رہو) اور اوسی کتاب
کافی مین سلیمان ابن خالد سے روایت ہے سلیمان بن خالد کہتے ہین کہ فرمایا حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق
علیہ السلام نے کہ پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے وانّ الی ربک المنتہی (بہت درست تحقیقی یہ کلام ہے کہ تمہارے
خدا کیطرف ہر شے کی انتہا اور اختتام ہے) پس جب خدا تک کلام اور گفتگو کی انتہی ہو تو زبان روکو اور سکوت کرو ۔
اور یہ بھی اوسی کتاب مین ابو عبیدہ حذّار سے روایت کی ہے ۔وہ کہتے ہین کہ حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السّلام
نے ارشاد فرمایا کہ اے زیاد لڑائی جھگڑونسے بھاگتے رہو اور قصہ بکھیڑا اپنے سر مول نہ لو کیونکہ اوس سے شبہہ و
شک پیدا ہوتا ہے کیا دہرا سب مٹتا ہے نیکی برباد گناہ لازم آتا ہے ۔اور کبھی بے دھڑک ایسی بات مُنہ سے
نکل جاتی ہے ۔جو بخشش و مغفرت مین دشواری لاتی ہے ۔اور یہ طولانی روایت ہے ہمکو اس بحث مین اسیقدر
کی ضرورت ہے ۔اب رہی یہ بات کہ بالکل علم کلام کی ممانعت ہے تو اوسکے بارےمین بھی ہی روایت ہے کہ جسکے
بعض فقرونمین اسکی طرف اشارت ہے اور اوسکا عنقریب بیان آئیگا ۔اور وہان پر اوسکا جواب دیا جائیگا ۔
اب اس شبہہ کا جواب سُنیے ۔یہ وہ شبہہ ہے کہ اسمین بہت ایسے لوگ پڑے ہین جنکو تحقیق کے راستے نہین ملے
ہین ۔حق حق بات یہ ہے کہ وہ کلام جسکی ممانعت ہے ۔وہ غیر ہے اوسکے جسکا وجوب ہمنے ثابت کیا ہے اسلیے
کہ جسکا وجوب ہمنے ثابت کیا وہ نظر و معرفت ہے ۔اور نظر وہی فکر ہے ۔جسکی خدا نے مدح کی اور قران مین جسکا بخوبی
ذکر ہے ۔ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا (فکر و غور کرتے ہین
خلقت و صنعت مین آسمانون اور زمین کی اور کہتے ہین کہ خداوندا انہین پیدا کیا تونے انہین عبث اور باطل)
اور یہی امر ہے کہ ہمنے دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے پہلے وجوب معرفت و نظر کو ثابت کیا اور عقل و نقل دونو سے
اوسکا وجوب بتایا پس اب ضرور ہوا کہ اس ممانعت کا کوئی محمل صحیح نکالین ۔اور اوس سے مراد کنہ ذات و حقیقت

خالق کائنات مین نظر کی ممانعت لین -- یہ کہ صفات ثبوتیہ اور سلبیہ مین نظر کو منع کرین - اور یہ بھی ہے کہ نظر جدل سے جدا ہے[سلہ] جدل نظر کے سوا ہے - اسلیے کہ یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ نظر وہی فکر ہے - اور جدل وہی مباحثہ کرنا ہو غیر کے الزام دینے کو - اور اگر اسکو تسلیم کر لیا جاے کہ نظر و استدلال جدل کی قسمون سے ہو تو بھی ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ جدل بالکل ممنوع ہے اور کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے اسلیے کہ آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے برابر اصول دین و فروع دین مین حق پر جدل فرمایا اور اپنے مقاصد و مطالب کو بخوبی انجام کو پہنچایا ہے - اور یہ جو ممانعت فرمائی یہ اون بیچارون کے لیے ہو جو علم مین کم قوت و ضعیف ہین بیان دین مین عقلین اونکی قاصر و خفیف ہین نہ وہ لوگ جو علم و فضل مین کامل ہین صاحب فہم و عاقل ہین احتجاج مین مخالفین پر غالب آتے ہین اونکی دلیلین اور حجتین اوٹھاتے ہین - پس ایسے لوگ تو آئمہ معصومین علیہم السلام کی جانب سے مامور تھے - دشمنون اور مخالفون سے مقاومت اور مقابلے اونکے دستور تھے - اور ان باتون کو جو ظاہر کرتا ہے اور کھولتا ہے وہ قول حق تعالیٰ ہو جو اپنے نبی کی طرف خطاب کرکے فرمایا ہے وجادلهم بالتی هی احسن (مجادلہ کرو (ای نبی محبوب) اونسے ساتھ اوس مجادلہ کے جو احسن ہو اور خوب مرغوب) اور یہ بھی قول حق تعالیٰ ہے ولا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن (اور نہ مجادلہ کرو (ای گروہ مرد و زن) اہل کتاب سے مگر ایسا مجادلہ جو بہتر ہو اور احسن اور قول جناب رسالتمآب ہے نحن المجادلون فی دین الله علی لسان سبعین نبیا (ہم ہین دین خدا مین مجادلہ کرنے والے اور ستر نبیون کی زبان پر یہ جاری ہوا ہے) یعنے بکثرت انبیا کو حق تعالیٰ نے خبر دی اور راہ خدا مین ہمارے مناظرہ و مجادلہ کرنیکی بشارت اونکی زبان پر جاری ہوی) اور کتاب احتجاج مین لکھا ہے کہ فرمایا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہما السلام نے کہ ایکروز کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے دین خدا مین جدال و مناظرہ کا ذکر کیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ جناب رسول خداؐ نے جدال کی ممانعت فرمائی ہے یہ سنکے جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اونحضرت نے بالکل و مطلق کی ممانعت نہین فرمائی بلکہ اوس جدال کی ممانعت فرمائی ہو جو غیر احسن ہو اور بہتر نہو کیا تم لوگون نے یہ قول حق تعالیٰ نہین سنا ولا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن (اہل کتاب سے مجادلہ نکرو مگر وہ مجادلہ جو بطریق احسن ہو) اور یہ بھی قول حق تعالیٰ ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن الحدیث (یعنی ای رسول ہمارے بلاؤ لوگون کو اپنے پروردگار کی راہ پر ساتھ علم و حکمت و موعظہ حسنہ بارغبت کے اور مجادلہ کرو اونسے اوس طریقے سے جو احسن و بہتر ہے) آخر حدیث تک یہ روایت طولانی ہے کتاب احتجاج مین مذکور ہے - اور معصومؑ نے اس حدیث مین جدل کی دو قسمین بیان فرمائین ہین ایک احسن اور دوسرے غیر احسن - مجادلۂ احسن پر ترغیب و تحریص فرمائی اور غیر احسن سے ممانعت کی اور اسی حدیث مین ہے کہ فرمایا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہما السلام نے کہ اوسوقت ایک شخص نے کھڑے ہو کر خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام مین عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ کیا جناب رسالتمآب نے بھی مجادلہ فرمایا ہے یہ سنکے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اگر جناب رسول خداؐ کیطرف کسی بات کا گمان کرنا تو ہرگز ہرگز یہ گمان نکرنا کہ اون حضرت نے کبھی خلاف حکم خدا کیا ہوگا - کیا پروردگار عالم نے اونسے خطاب کرکے یہ نہین فرمایا وجادلهم بالتی هی احسن (ای ہمارے رسول مجادلہ کرو اون لوگون سے اوس طریقہ سے جو احسن ہو) اور اون حضرت کو حکم فرمایا قل یحییها الذی انشاها اول مرة (کہو زندہ کریگا اوسکو وہ جسنے اوسے پہلے پہل پیدا اور انشا کیا) تو اب تیرا کیا یہ گمان ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حکم خدا کی مخالفت کی جس مجادلہ کا اونکو حکم تھا وہ مجادلہ نہین کیا

سلہ اگرچہ مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوا ہے ۱۲ -

اور جس بات کی خبر دینے کا اونکو حکم تھا وہ خبر نہین دی - اب دل سے سن اور اعتقاد کر کہ مجھسے میرے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ نے بیان فرمایا اور اونسے میرے جد عالیمقدار حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین ؑ نے اور اونسے انکے پدر نامدار حسین بن علی جناب سید الشہداؑ نے اور اونسے حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ ایکروز جناب رسالتمآبؐ کی خدمت مین پانچ فرقہ پانچ دین والے جمع ہوکر حاضر ہوے یہودی - نصرانی - دہری - مجوسی - عرب کے مشرک بت پرست - پہلے یہود نے کہا کہ ہمارا قول ہے کہ عزیر خدا بیٹا ہے - اور ہم تمھارے پاس اے محمدؐ اسلیے آے ہین کہ دیکھین تم کیا کہتے ہو اگر تمنے ہمارے موافق کہا تو بہتر ہے کہ ہم تو پہلے ہی سے اسکے قائل ہین اور حق پر ہین پس تمسے افضل ٹھہرے اور اگر تمنے مخالفت کی تو پھر ہم تمسے مخاصمت کرینگے اور جھگڑینگے - اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم کہتے ہین کہ مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کا بیٹا اور خدا سے متحد ہے - اب ہم تمھارے پاس آئے ہین کہ دیکھین تم کیا کہتے ہو اگر تمنے ہمارے موافق کہا تو ہم تو پہلے ہی سے یہ دین رکھتے تھے تمسے افضل ٹھہرے اور اگر تمنے خلاف کہا تو پھر تمسے مناظرہ کرینگے - اور دہریہ نے کہا کہ ہمارا قول ہے کہ دنیا اور مافیہا کی ابتدا نہین ہے اور نہ اسکا کوئی پیدا کرنیوالا ہے یہ سب چیزین قدیم اور دائمی ہین اب ہم تمھارے پاس آئے کہ دیکھین تم کیا کہتے ہو اگر ہمارے قول کی پیروی کی تو ہم تمسے افضل ہین کیونکہ ہم پہلے ہی سے یہ دین رکھتے ہین اور اگر تمنے مخالفت کی تو پھر ہم تمسے مناظرہ کرینگے - اور مجوسی نے کہا کہ نور و ظلمت یہی دونو مدبر و خالق ہین ہم تمھارے پاس آنے ہین کہ دیکھین تم کیا کہتے ہو اور اوسی طرح کہا جس طرح دیگر مذہب والون نے بیان کیا - پھر عرب کے بت پرستوں مشرکون نے کہا کہ ہم کہتے ہین کہ ہمارے بت ہمارے خدا ہین اب ہم تمھارے پاس آئے ہین کہ دیکھین تم کیا کہتے ہو اگر تمنے ہماری متابعت کی تو ہم بھی تمھاری متابعت کرینگے اور اگر تمنے مخالفت کی تو تمسے مخاصمت کرینگے اور جھگڑینگے - یہ سنکے جناب رسالتمآبؐ نے سب کے جواب[1] دیے اور سب پر الزام لگائے اور سب کو ساکت کیا

---

[1] اگرچہ اس حدیث طولانی کا ترجمہ موجب تطویل ہے لیکن اسلیے کہ فائدہ عام نفع تام ہو تمام روایت کا ترجمہ سلسلہ وار کتاب احتجاج سے نقل کرتا ہون اگرچہ بعض فقرات کا ترجمہ متن کے ترجمہ کے ساتھ کیا گیا ہے مگر تمام روایت کا سلسلہ وار ذکر نہ تھا لہذا تمام روایت عرض کرتا ہون کہ مجکو اور آپ کو دونون کو ثواب حاصل ہو - جناب رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا اٰمنت باللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وکفرت بکل معبود سواہ (مین ایمان و اعتقاد رکھتا ہون خدائے وحدہ لاشریک کا اور انکار کرتا ہون سب معبودونکا جسکو لوگ مانتے ہین سوائے خدائے واحد و یکتا کے) پھر اون لوگون سے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ پروردگار عالم نے مجکو تمام خلق پر مبعوث کیا ہے تاکہ مومنون اور مطیعون کو نعمتوں کی بشارت دون اور کافرون اور عاصیون کو عذاب سے ڈراؤن اور حجت خدا ہون تمام عالم پر اور جو کوئی اپنے دین مین مکر و فریب کرتا ہے اور مکر کا دین بنائی ہے اوسکا کید و مکر رد کیا جائیگا اور اوسکا الزام اوسکی گردن مین ڈالا جائیگا -

اسکے بعد حضرتؐ نے یہود سے ارشاد فرمایا — کیا تم اس لیے میرے پاس آئے ہو کہ مین تمھارے قول کو بغیر حجت و دلیل کے قبول کرون -

یہود — جی نہین ایسا نہین ہوسکتا -

حضرت رسالتمآبؐ — پھر یہ بتاؤ تمکو کیا سبب ہوا کہ تم کہتے ہو کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے -

یہود — ہم اس قول کے اس سبب سے قائل ہین کہ اونہون نے (عزیر نے) جنی اسرائیل کے واسطے توریت کو پھر دوبارہ زندہ کیا اوسکے جاتے رہنے اور مٹجانے کے بعد اور یہ امر نہین کیا مگر محض اسی سبب سے

اور سبنے اسلام قبول کیا اور یہ کل باتین پوری پوری کتاب احتجاج مین مذکور ہین۔ اور کتاب کافی مین یونس بن یعقوب کی حدیث مین حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے۔ فرمایا حضرت نے اے یونس اگر تم اچھی طرح کلام مناظرہ کر سکتے تو اس شامی سے مکالمہ کرتے یہ سنکر یونس نے کہا کہ اب اسوقت کیسی حسرت وافسوس مجھے ہے اسکے بعد عرض کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۔ کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔

حضرت سالتمآب۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اتنی بات پر عزیر تو ابن اللہ ہوگئے اور حضرت موسی جو توریت کو لائے اور جنپر توریت نازل ہوئی وہ ابن اللہ نہوے حالانکہ حضرت موسی سے بہت معجزے ظاہر ہوے جنکو تم بھی خوب جانتے ہو۔ اور اگر عزیر ابن اللہ ہوگئے محض اس امر سے کہ اونسے یہ کرامت توریت کے زندہ کرنے کی ظاہر ہوئی تو حضرت موسی کا درجہ تو ابنیت سے کہین بڑھ گیا اور لا اقل ابنیت کی اخیت واو بوبت اونکے لیے ضرور حاصل ہوئی اور اگر اتنی سی کرامت عزیر کے لیے اس امر کے باعث ہوئی کہ اکراماً اور تعظیماً اونکو ابن اللہ کہا جائے تو حضرت موسی کے لیے اس سے بڑھکر اکرام ہونا چاہیے ابنیت سے کہین مرتبہ اونکا بسبب اونکی کرامتون کے بمقابل عزیر زیادہ ہے۔ اور اگر تمھارا اس ابنیت کی نسبت یہ مطلب ہے جو تم اپنی دنیا مین دیکھا کرتے ہو کہ ولادت اولاد کی اونکی مان سے بسبب اونکے باپ کے وطی اور مقاربت کے ہوتی تو ضرور بضرور یہ کلمہ کفر ہے اور تم کا فر و منکر خدا ہوے اور اوسکے مخلوقات سے اوسکو شابہت دی اور حادثون کی صفتون کو تمنے اوسمین قرار دیا اور تمھارے نزدیک واجب ہوا کہ وہ حادث و مخلوق ہو اور اوسکا کوئی خالق و صانع ہو جسنے اوسکو پیدا کیا ہو۔

یہود۔ ہرگز ہرگز ہم یہ مراد نہین لیتے یہ تو ضرور کفر ہے جیسا آپ نے بھی ارشاد فرمایا۔ لیکن ہم ابن اللہ سے یہ مراد لیتے ہین کہ وہ کرامت و بزرگی مین برتر ہین اگرچہ ولادت سے ابنیت نہین ہوئی۔ جس طرح ہمارے بعض علما جب کسی کے اکرام کا قصد کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ اوسکے مرتبہ و منزلت کو غیرون سے امتیاز دین تو یا بنی و انہ ابنی (میرا بیٹا ہے) کہتے ہین اس سے یہ مراد نہین ہے کہ ولادت اوسکے لیے ثابت کرین اسلیے کہ یہ کلمہ اوس شخص کے لیے بھی کہتے ہین کہ جو بالکل اجنبی ہوتا ہے اور کسی طرح کی قرابت نسبی نہین رکھتا ہے۔ اسی طرح جب حق تعالی نے عزیر کے ساتھ جب وہ انعام و اکرام فرمائے جو فرمائے تو اونکو اپنا فرزند قرار دیا محض کرامت و بزرگی کی راہ سے نہ ولادت و نسب کی راہ سے۔

حضرت سالتمآب یہ تو وہی بات ہے جو مینے تمسے کہی تھی کہ اگر اس مرتبہ اور منزلت کے سبب سے عزیر خدا کے بیٹے قرار پائے تو یہ منزلت و رفعت تو حضرت موسی مین بدرجہ اولی پائی جاتی ہے۔ اور خدا اوسکو جو باطل پر ہو خود اوسی کے منہ سے اوسے رسوا کرتا ہے اور اوسکی حجت و دلیل اوسی پر پلٹ پڑتی ہے۔ جو حجت و دلیل تمنے بیان کی وہ تمپر زیادہ خرابی لاتی ہے بہ نسبت اوسکے جو مینے تمسے کہا تھا۔ اسلیے کہ تم کہتے ہو کہ اکثر ہمارے بزرگ و علما اجنبی کو جسکے ساتھ کوئی قرابت نسبی نہین ہوتی اپنا بیٹا اور اپنا فرزند کہتے ہین بغیر قصد نسبت ولادت کے۔ اسی طرح یہ بھی تم دیکھتے ہو کہ وہی بزرگ کسی اجنبی کو۔ ھذا اخی (یہ میرا بھائی ہے) اور کسی کو ھذا شیخی وابی (یہ میرا بزرگ اور میرا باپ ہے) اور کسی کو کہتے ہین ھذا سیدی و یا سیدی (یہ میرا سردار ہے اور اے میرے سردار) تعظیم و اکرام کی راہ سے۔ اور جو کرامت و بزرگی مین زیادہ ہوتا ہے اوسکے لیے

کہین آپ پر خدا۔ اہون مینے تو آپ سے سنا ہی آپ نے مکالمہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ اور فرمایا کہ ویل وعذاب ہے مکالمہ کرنیوالون کے لیے کہ کہتے ہین کہ یہ شے مطلب کو چلاتی ہے اور یہ نہین چلاتی اور یہ دلیل مقصود کو کھینچتی ہے ورنہ وہ نہین کھینچتی اور اسکو ہم سمجھتے ہین اور اوسکو نہین سمجھتے یہ سنکے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہان مینے یہ کہا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۔ ویسے ہی الفاظ تعظیمی زیادہ ہوتے ہین۔ تو اب اس لحاظ سے کہ جب عزیر ابن اللہ ہوے تو تمھارے نزدیک جائز ہوا کہ حضرت موسیٰ اخ اللہ یا شیخ اللہ یا اب اللہ یا سید اللہ ہون کیونکہ وہ عزیر سے مرتبہ مین زیادہ ہین جس طرح اگر کوئی شخص مرتبہ مین زیادہ ہو تو حسب مرتبہ اوسکو یا سیدی و شیخی و یا عمی و یا رئیسی تعظیم واکرام کی راہ سے کہتے ہین اور اگر کرامت و بزرگی مین زیادہ ہوتا ہی تو اوسکی نسبت تعظیمی لفظین زیادہ کرتے ہین۔ تو اب کیا تمھارے نزدیک جائز ہے کہ موسیٰ خدا کے بھائی یا اوسکے بزرگ یا اوسکے رئیس یا سید و سردار و امیر و حاکم ہون اسلیے کہ قدر و منزلت مین حضرت موسیٰ اوس شخص سے زیادہ ہین جسکو یا شیخی یا سیدی۔ یا عمی یا رئیسی یا امیری۔ کہتے ہین۔

یہ جواب باصواب لاجواب سنکر قوم یہود کو تحیر ہوا اور حیران ہوگئے۔

حضرت امیرالمومنینؑ

یہود۔

ای محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمکو مہلت دیجیے کہ یہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا اوسمین ہم غور و فکر کرین۔

حضرت سالتمآبؐ

اچھا ہمنے تمکو مہلت دی مگر اتنا خیال رہے کہ انصاف سے نظر کرنا اور اعتقاد کی راہ سے اور دلکی توجہ سے نظر کرنا خدا تمکو راہ راست پر لائیگا اور تمھاری ہدایت فرمائیگا۔

پھر حضرت سالتمآبؐ نے نصاری کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا۔

تم کہتے ہو کہ خداوند واجب و قدیم مسیح کے ساتھ متحد ہے۔ اب اس قول سے تمھاری مراد کیا ہے۔ کیا یہ مراد ہے کہ واجب و قدیم حادث ہوگیا حضرت عیسی کے سبب سے جو حادث تھے۔ یا حضرت عیسی جو حادث تھے وہ اوس خدائے واجب قدیم کے سبب سے قدیم ہوگئے۔ یا اتحاد سے تم یہ مراد لیتے ہو کہ خدا نے جن کرامتون سے اونکو مخصوص کیا وہ کسی دوسرے کو نہین دین۔ اب اگر یہ کہو قدیم حادث ہوگیا تو باطل ہے اسلیے کہ محال ہے کہ قدیم حادث ہو اور اگر یہ مراد لو کہ حادث قدیم ہوگیا تو یہ بھی دعوی باطل ہے اسلیے کہ محدث کا بھی قدیم ہونا محال ہے۔ اور اگر تمھاری مراد اتحاد سے یہ ہے کہ خدا نے اونکو برگزیدہ کیا تمام مخلوقات پر اور اپنے بندونمین سب سے زیادہ اونسے اختصاص رکھتا ہے تو یہ اقرار ہوگیا حدوث عیسیٰ کا اور حدوث کا اون معنون کے جن معنون سے اتحاد ہوا اسلیے کہ جب عیسیٰ حادث ہوے اور حق تعالیٰ اونسے متحد ہوا اس طرحپر کہ اونمین ایک وصف پیدا کیا جسکے سبب سے وہ تمام خلق سے برگزیدہ ہوے تو اب حضرت عیسیٰ اور یہ معنی دونو حادث ہوے اور خلاف تمھارے اوس قول کے جس سے تمنے شروع کیا تھا (یعنی متحد ہونا) لازم آیا (یعنی اتحاد نرہا اور خلاف مفروض و خلف لازم آیا)۔

نصاری۔

ای محمد سنیے جب خدا نے حضرت عیسی کے ہاتھ پر عجیب و غریب باتین ظاہر فرمائین اور بہت کچھ کرامتین ظاہر کین تو اونکو اپنا فرزند بنالیا محض تعظیم واکرام کی راہ سے (نہ ولادت کے سبب سے)۔

حضرت سالتمآبؐ

اگر یہی بات ہے تو اسکا جواب تو بہت تفصیل سے سُن چکے جب مینے یہود سے ان معنونکا بیان کیا۔

حضرت امیرالمومنینؑ

پھر حضرت نے اونہین باتون کو دوبارہ بیان فرمایا جو یہود سے کہا تھا (یعنی ان معنون کی راہ سے جیسے تعظیماً ابن اللہ جائز ہوا۔ تو شیخ اللہ اور امیر اللہ اور عم اللہ اور اب اللہ بھی جائز ہوگا)۔ یہ بیان حضرت کا سنکر

کہ دلیل وعذاب ہے اون لوگون کے لیے اگر ہمارے قول کو ترک کرین اور جوجی چاہے اوسکا ارادہ کرین اور جس طرف چاہین جائین - آخر حدیث تک تکمیل جمیل (اس امر کے اثبات مین کہ مکالمہ ومناظرہ احسن جائز ومستحسن ہے) جناب صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب توحید مین اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ کہا اونسے پڑھانے اوس خط مین

سب ساکت ہوگئے مگر ایک شخص نے اونمین سے جناب رسولخدا صلعم سے کہا -

ایک شخص - ای محمد ص - کیا تم نہین کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہین پس جب تم بھی یہ کہتے ہو تو ہمکو کیون عیسیٰ ابن اللہ کہنے کو منع کرتے ہو -

حضرت رسالتمآب - یہ دونون باتین ایکسان نہین ہین انمین بڑا فرق ہے اسلیے کہ ہم جو خلیل اللہ کہتے ہین تو لفظ خلیل مشتق ہے خلت اور خلت سے اور معنی اوسکے فقر وفاقہ اور احتیاج کے ہین - تو اب معنی یہ ہوئے کہ خلیل ہین خدا کے یعنے محتاج ہین اوسکے اور غیر سے کچھ سروکار نہین رکھتے کچھ حاجت غیر خدا کے نہین رکھتے - اور یہ تمنے دیکھا ہوگا کہ جب وہ حضرت منجنیق مین رکھکر آگ مین پھینکے گئے - تو پروردگار عالم نے حضرت جبرئیل کو بھیجا اور کہا کہ میرے بندے کی کمک کر یہ سنکر جبرئیل آئے اور اثناے راہ مین جب ہوا پر تھے ملاقات کی اور کہا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے - مجھے پروردگار عالم نے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے - اوسوقت حضرت ابراہیم ع نے فرمایا بل حسبی اللہ ونعم الوکیل (خدا مجھے کافی ہے وہی میرا کفیل ووکیل ہے) اور کسی کی مجھے ضرورت نہین سواے اوسکے مجھے کسیکی حاجت نہین ہے - (جب اس طرحکا استقلال حضرت ابراہیم ع سے ظاہر ہوا) پس حق تعالی نے اونکا نام خلیل اللہ رکھا یعنے اپنا فقیر ومحتاج اور سواے خدا کے سبکو چھوڑے ہوے - اور اگر چاہو خلت کے معنے لو اور وہ یہ ہین کہ تخلل کیا اپنے معنون کا (یعنے اپنی مرادون سے اونھین آگاہ کیا) اور اپنے اون اسرار پر اونھین واقف کیا جنپر سواے اونکے غیر اوپر واقف نہین ہوا - تو اب معنی خلیل کے عالم کے ہوے یعنے وہ عالم ہین اوسکے اور اوسکے امور کے - اور ان معنون سے کسی طرح تشبیہ خدا کی اوسکے مخلوقات سے نہین ہوے - کیا یہ نہین دیکھتے کہ اگر وہ سب کو چھوڑکے اوسکی طرف محتاج نہوجاتے تو خلیل کیونکر ہوتے - اور اگر وہ اوسکے اسرار کے عالم نہوتے تو خلیل کیونکر کہلاتے - بخلاف اسکے کہ اگر کوئی کسی شخص سے پیدا ہوا اور اوسکا بیٹا ہو تو وہ شخص اوسکی کیسی ہی اہانت کرے اور کیسا ہی اوسکو گھٹاوے مگر وہ فرزند ہونے سے کبھی خارج نہوگا کیونکہ معنے اور ولادت کی صفت اوسکی ہر حال مین قائم وموجود رہیگی - اور اگر اس قیاس پر کہ خدانے فرمایا ہی ابراہیم خلیلی عیسی ابن اللہ کہو تو لازم ہوگا کہ یہی ابنیت اور نبیون کے واسطے بھی قرار دو حضرت موسی کو بھی ابن اللہ کہو جس طرح حضرت عیسی کو ابن اللہ کہتے ہو لیکن ان معنون سے یہ جائز نہوجائیگا کہ کسی کو شیخ و سید وعم ورئیس وامیر خدا کہو جیسا یہود سے یعنے بیان کیا -

بعض نصارے آپسمین بعض سے کہا - جو کتابین نازل ہوئی ہین اونمین لکھا ہے کہ حضرت عیسی نے کہا - اذهب الی ابی (مین اپنے باپ کے پاس جاتا ہون) - یہ سنکر -

حضرت رسالتمآب - اگر تم اوس کتاب کے عالم ہو اور پڑھے ہوئے ہو تو دیکھو اوسمین یہ بھی تو لکھا ہوا ہی اذهب الی ابی وابیکم (مین اپنے باپ اور تمھارے باپ کے پاس جاتا ہون) تو اب تمکو چاہیے کہ اون سب آدمیونکو

ابو علی بن ہلال نے حضرت عالم یعنے حضرت امام موسی کاظم ؑ کو لکھا تھا ہمارے اصحاب نے آپکے ابار طاہرین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ اون حضرات معصومین علیہم السلام نے علم کلام اور دین مین مکالمہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور غلامان و موالیان حضرت جو متکلمین ہین اسکا یہ مطلب بیان کرتے ہین کہ ممانعت اون لوگون کو فرمائی ہے جو اچھی طرح مکالمہ نہ کر سکین

جسنے حضرت عیسے نے خطاب کیا خدا کے بیٹے کو جس طرح اور جس جہت سے عیسیٰ کو ابن اللہ کہتے ہو اوسیطرح اون سب کو بھی کہو۔ پھر اسکے سوا اوسی کتاب سے یہ بھی قول تمہارا باطل ہوتا ہے کہ عیسی بوجہ اختصاص کے ابن اللہ ہوے کیونکہ تمنے یہی تو کہا تھا کہ وہ ابن اللہ اس وجہ سے ہوے کہ جو خصوصیت و کرامت وہ رکھتے ہین یہ خصوصیت و کرامت دوسرے مین نہین ہے۔ اور اب تمنے دیکھا کہ جو خصوصیت اور جو بات عیسے مین تھے وہ اون لوگون مین نہین تھے جنکو عیسیٰ نے کہا کہ اذھب الی ابی وابیکم (مین اپنے باپ اور تمھارے باپ کے پاس جاتا ہون) پس اس قول سے حضرت عیسے کے لیے جو اختصاص ثابت کرتے تہی وہ باطل ہوگیا۔ بلکہ جو حضرت عیسیٰ کے قول سے ابنیت اون لوگون کی بہی ثابت ہوی جو مثل حضرت عیسے کرامت و خصوصیت نرکھتے تھے۔ اور تم یہ تو خیال کرو کہ حضرت عیسیٰ کی زبانی لفظ (ابی) تو تمنے بیان کی اور اپنی راے سے ایک معنے اوسکے تمنے ٹھہرائی اور جو اوسکی صورت درست تھی اور ٹھیک معنے تھے وہ نہ لیے۔ اسلیے کہ جب اونہون نے کہا۔ ابی وابیکم (میرا باپ اور تمہارا باپ) تو جسطرف تمہارا ذہن گیا اور جسکو تمنے مذہب قرار دیا اوسکے خلاف اونہون (حضرت عیسیٰ) نے مراد لیا ہے یہ تم نہین سمجھتے کہ شاید اونکی یہ مراد ہو اذھب الی ادم ابی وابیکم او الی نوح (جاتا ہون مین حضرت آدم کے پاس جو میرے باپ اور تمھارے باپ ہین یا حضرت نوح کے پاس) ضرور بضرور حق تعالی اونکے پاس مجھے اوٹھالیگا اور مجھے اور اونہین ایک جگہ جمع کریگا۔ اور حضرت آدم میرے بہی باپ ہین اور تمہارے بہی اور اسی طرح حضرت نوح بہی بلکہ حضرت عیسیٰ نے سواے ان معنون کے اور کوئی بہی معنے مراد ہی نہین لیے۔

حضرت امیر المومنین ؑ

یہ سنکر سب نصاریٰ ساکت اور لاجواب ہوگئے۔ اور جناب رسولخدا ؐ سے خطاب کرکے کہنے لگے کہ اب آج ہمکو معلوم ہوا کہ آپ ہمارے موافق نہین ہین بلکہ مخالف ہین اب ہم بہی اپنے امور مین نظر و فکر کرینگے۔ پھر حضرت رسالتمآب دہریہ کی طرف متوجہ ہوے اور اونسے فرمایا۔

حضرت رسالتمآب

تم بتاؤ کہ تمکو کیا سبب ہوا جو کہتے ہو کہ یہ سب چیزین قدیم ہیں انکی ابتدا نہین ہو ہمیشہ سے ہین۔ اور ہمیشہ رہینگے کبہی زائل و فنا نہونگے۔

دہریہ

ہم بغیر دیکھے اور بغیر مشاہدہ کیے کسی بات کا حکم نہین کرتے جب ہمنے ان چیزون کا محدث اور پیدا کرنے والا نہین پایا تو ہمنے حکم لگایا کہ یہ چیزین ہمیشہ سے ہین۔ اور جب ہمنے اسکے انقضا اور فنا کو نہ دیکھا تو حکم لگایا کہ اب یہ چیزین ہمیشہ رہینگی۔

حضرت رسالتمآب

اب یہ بتاؤ کہ کیا تمنے ان چیزون کے قدیم ہونے کو پایا اور دیکھا ہے یا اونکی بقا اور ابد الآباد رہنے کو پایا ہے پس اگر یہ کہو کہ ہان ہمنے یہ سب اسی طرح پایا ہے تو تمنے خود اپنے نفسون کو قرار دیا کہ اسی طرح اسی ہیئت پر اور اسی عقل سے ہمیشہ سے ہین زمانہ غیر متناہی سے۔ اور اسی طرح ہمیشہ باقی رہینگے۔

اور جو اچھی طرح مکالمہ کر سکین اور اصول دین کو اچھی طرح سمجھتے ہون اونکو ممانعت نہین فرمائی پس عرض یہ ہے کہ جو مطلب متکلمین بیان کرتے ہین وہ درست ہے یا نہین۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ محسن و غیر محسن اچھی طرح مکالمہ کر سکتا ہو یا نہین کوئی بھی مکالمہ نکرے۔ کیونکہ ضرر اور گناہ اوسکا اوسکے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اور کشی نے روایت کی ہے اپنے اسناد کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴ — تو اب اگر اسکے قائل ہو تو بالبداہت تمہارا دعوی باطل اور مشاہدہ اسکو دفع کر رہا ہے اور تمام عالم پھر جو تمکو دیکھ رہا ہے اور مشاہدہ کر رہا ہے کہ تم ہرگز ہرگز اسی جسم و جثہ سے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہین ہوئے اور نہ ہمیشہ ہو اور نہ ہمیشہ رہوگے تمکو جھٹلائے گا اور کاذب بنائے گا۔

دہریہ: بہت درست ہے یہ حقوثرے ہے کہ ہمنے اوسکا قدیم ہونا اور ابدالآباد باقی ہونا مشاہدہ کیا ہے بلکہ قدم و بقا اوسکا ہرگز ہمنے نہ مشاہدہ کیا نہ کبھی دیکھا۔

حضرت رسالتمآب: پھر بھلا تم کیون اسپر اصرار کرتے ہو اور کیون اوسکے قدم اور بقاے دائمی کا حکم کرتے ہو کیونکہ نہ تمنے اوسکے حدوث کو دیکھا اور نہ اوسکے انقطاع کو۔ اسی طرح اولی یہ ہے کہ اگر تمہاری طرح کوئی حکم کرے اوسکے حدوث[1] اور انقضا و انقطاع کا اسلیے کہ اوسنے اسکا قدم اور بقاے دائمی ہرگز ہرگز مشاہدہ نہین کیا (وجہ اولویت حادث ہونیکی بلکہ حادث ہونیکا ثبوت) کیون تم رات دن کو کیا مشاہدہ نہین کرتے کہ ایک بعد دوسرے کے برابر آیا کرتے ہین اور ہر ایک کیلیے دوسرے سے بعدیت و تاخر ہوتا ہے۔

دہریہ: جی ہان بجا ارشاد فرمایا۔

حضرت رسالتمآب: کیا ان دونون کو بھی سمجھتے ہو کہ ہمیشہ سے ہین اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہین۔

دہریہ: جی ہان انکو بھی ہم یہی سمجھتے ہین کہ قدیم اور باقی ہین۔

حضرت رسالتمآب: کیا تمہارے نزدیک یہ ہو سکتا ہے کہ رات اور دن ایک وقت مین دونون مجتمع ہون ایک ہی وقت رات و دن کا اجتماع جائز ہے۔

دہریہ: یہ نہین ہو سکتا کہ رات اور دن کا اجتماع ہو۔

حضرت رسالتمآب: تو اب رات دن دو چیزین ہوئین کہ آپس مین ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہین پس ضرور ہے کہ ایک انمین سے پہلے ہوا اور دوسرا اوسکے بعد ہو۔

دہریہ: جی ہان اسی طرح ہے کہ ایک کے بعد دوسرا جاری ہوتا ہے۔

حضرت رسالتمآب: تو اب یہی تو حکم کرنا ہوا حدوث لیل و نہار کا بسبب اونکے تقدم و تاخر کے اگرچہ تمنے اوسکا مشاہدہ نہین کیا۔ تو اب قدرت خدا کا کیون انکار کرتے ہو۔ خدا کی قدرت کا انکار نکرو۔ پھر اسکے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ جتنی رات اور دن تمہارے قبل گزر چکی ہین اوسکے بارے مین تم کیا کہتے ہو۔ یہ سب متناہی ہین یا غیر متناہی۔ اگر کہو کہ غیر متناہی ہین تو کیا ہر ایک بعد دوسرے کے اسی طرح آتا رہتا ہے کہ جسکے اول کی نہایت اور ابتدا نہو۔ اور اگر کہو کہ متناہی ہین تو پھر تو ضرور ہے کہ جب پیدا ہوے ہین تو اسکے قبل لاشے تھے اور معدوم تھے۔

[1] حالانکہ سابق مین اسکا اقرار کر چکے کہ بعد ایک کے دوسرے کا آنا اور ایک کا سابق اور دوسرے کا مسبوق ہونا اور اجتماع کا نہو سکنا دلیل حدوث و عدم قدامت و عدم غیر نہایت ہے ۱۲۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵

ساتھ ایک شخص مسمی طیار سے طیار کہتے ہین کہ مینے عرض کیا خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام مین کہ یا حضرت اگر حضور انار کے دو ٹکڑے فرمائین اور بعض ٹکڑے کو حلال فرمائین اور بعض کو حرام فرمائین تو مین نہ دلسے گواہی دیتا ہون کہ واقعی ایسا ہی ہے جسکو حضرت نے حرام فرمایا حرام ہی اور جسے حلال فرمایا حلال ہی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے یہی کافی ہے کہ اونکے قول کے قائل رہو

دہریہ — جی ہان صحیح و درست ہے بجا ارشاد فرمایا۔

حضرت رسالتمآب — کیا تم ان باتون کو سمجھ بوجھ کے جنکا تم اقرار و انکار کر چکے پھر بھی اسکے قائل ہو کہ عالم قدیم ہی اور حادث نہین ہے

دہریہ — (ہٹ دہرمی سے) جی ہان۔

حضرت رسالتمآب — بھلا غور تو کرو یہ تمام چیزین جو تم دیکھتے ہو بعض بعض کی محتاج ہین۔ اسلیے کہ انکے بعض کا محتاج ہونا قوام و قیام مین اون چیزون کا جنسے یہ متصل ہین ہمکو بتاتا اور دکھاتا ہے کہ بعض اجزا اسکے بعض اجزا کے محتاج ہین ورنہ یہ طریقہ و نظم و نسق و استحکام نہ رہتا اور اسی طرح سے سب چیزون کا حال ہے جن جنکو ہم دیکھ رہے ہین۔ پھر فرمایا۔
یہ تو ایسی ہین کہ بعض انکے بعض کے اپنے قوام و قیام مین محتاج ہین۔ اور مجموع و تمام سب کو تم قدیم کہتے ہو۔ تو اب یہ بتاؤ کہ اگر یہ حادث ہوتے تو کس طرح ہوتے اور کس صفت اور کس طریقہ پر ہوتے۔

حضرت امیر المومنین ع — یہ سنکے وہ سب مبہوت ہوگئے اور خوب سمجھ گئے کہ جو صفتین حادث کی ہین اور جس صفت سے حادث کو متصف ہونا چاہیے وہ سب صفتین مادۂ عالم مین پائی جاتی ہین جسکو اپنے زعم ناقص مین وہ قدیم ٹھہرائے ہوے ہین یہ سونچکر وہ دنگ ہوگئے۔

دہریہ — اب ہم اپنے بارے مین نظر و فکر کرینگے۔
پھر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثنویہ (مجوس) کی طرف متوجہ ہوے جو لوگ کہتے تھے کہ نور و ظلمت یہی دونون خالق اور دو مدبر عالم ہین۔
تم تو کہو کہ تمکو ایسی کیا ضرورت پڑی کہ اس قول کے قائل ہوئے۔

مجوس — ہمنے اس مذہب کو اس سبب سے اختیار کیا کہ تمام عالم مین دو قسم کی چیزین پائین ایک خیر (اچھی)، دوسرے شر (بری) اور خیر و شر کو دیکھا کہ دونون آپس مین ایک دوسرے کی ضد اور خلاف ہین۔ یہ دیکھکر ہم قائل ہوے کہ ایک شخص سے دو چیزین جو آپس مین ضدیت رکھتی ہون پیدا نہین ہوسکتی بلکہ ضرور ہے کہ ہر ضد کے واسطے ایک جدا جدا خالق و فاعل ہو۔ کیا یہ نہین دیکھا جاتا ہے کہ برف سے گرمی پہنچنا محال ہے اور اسی طرح آگ سے سردی۔ جب ہمنے یہ دیکھا تو دو خدا اور دو خالق دو قدیم ٹھہرائے ایک نور دوسرے ظلمت۔

حضرت رسالتمآب — کیا تم سیاہی اور سفیدی اور سرخی اور زردی اور سبزی اور نیلاہٹ مین ضدیت نہین پاتے انمین سے بھی دو دو کا اجتماع محال ہے جس طرح سردی اور گرمی دو ضدین تھین جنکا ایک محل مین دونونکا اجتماع محال تھا۔

مجوس — جی ہان کیون نہین بجا ارشاد ہے۔

حضرت رسالتمآب — پھر ان سبکے لیے علیحدہ علیحدہ کیون نہین خالق قدیم مانتے ان سب رنگون کے تعداد کے موافق

یعنی حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کلام کرنے والے ہلاک ہوتے ہین اور تسلیم وقبول کرنے والے نجات پاتے ہین۔ اور یہ بھی روایت مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ حضرت نے مکالمہ کی علم کلام مین ممانعت فرمائی اوسوقت بعض اصحاب نے عرض کیا کہ یا حضرت اکثر اوقات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶ - کیون نہین خدا ٹھہراتے کہ ہر ایک خدا ہر ایک رنگ کا ہونا چاہیے جو اوسکی ضد اور خلاف کا نہو۔

حضرت امیر المومنین: یہ سنکر وہ مجوسی ساکت ہوگئے اور کچھ جواب نہ دیسکے۔

حضرت رسالتمآب مجوس سے: اچھا یہ تو بتاؤ کہ نور وظلمت آپس مین ملے کیونکر اور اختلاط انمین کیونکر ہوسکتا ہے ایک کی طبیعت و ماہیت مین صعود (بلندی) ہے دوسرے کی طبیعت مین نزول (پستی) ہے کیا تم یہ رائے دیتے ہو کہ اگر دو آدمی ایک مشرق کی طرف چلے اور دوسرا اوسکے خلاف مغرب کی طرف تو جبتک وہ اونہین جہتون پہ چلتے رہین مل سکتے ہین اور ملاقات کرسکتے ہین۔

مجوس: جی نہین ہرگز ایسا نہین ہوسکتا۔

حضرت رسالتمآب: تو اب ضرور ہے کہ نور وظلمت کبھی مختلط نہون اور کبھی نہ ملین اسلیے کہ دونون مختلف جہتون مین جارہے ہین (ایک فوق کی طرف صعود کررہا ہے اور ایک تحت کی جانب نزول کرتا جاتا ہے) پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ اون دونونکے امتزاج واختلاط سے عالم حادث ہو جنکا امتزاج واختلاط محال ہے۔ بلکہ ان دونون کا ضرور کوئی مدبر ہے اور یہ دونونکے دونون مخلوق ہین۔

مجوس: بہت بہتر اب ہم اپنے بارے مین نظر وفکر کرینگے۔

پھر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے مشرکون اور بُت پرستونکی طرف متوجہ ہوے۔

حضرت رسالتمآب: تم کہو ان اصنام اور بتون کی کیون عبادت کرتے ہو خدا کو چھوڑکے بتون کو کیون پوجتے ہو۔

بُت پرست: ہماری غرض انکی عبادت سے تقرب جناب احدیت ہے اور انکے ذریعہ سے خدا تک پہنچنا چاہتے ہین

حضرت رسالتمآب: کیا یہ بُت سنتے سمجھتے ہین خدا کی اطاعت وعبادت مین سرگرم رہتے ہین جو تم انکی تعظیم وتکریم خدا سے تقرب حاصل کرنے کے لیے کرتے ہو۔

بُت پرست: جی نہین (نہ سُن سکتے ہین نہ بول سکتے ہین نہ عبادت اور طاعت خدا کرسکتے ہین لکڑی پتھر کنکر ہین

حضرت رسالتمآب: تھین تو وہ لوگ ہو جنہون نے اپنے ہاتھون سے اونکو گڑھکر بنایا ہے خود اونکو لائق تھا اگر وہ عبادت کرسکتے تو تمھاری عبادت وپرستش کرتے۔ کیونکہ جو تمھارے حالات سے واقف ہے تمھارا انجام کار جانتا ہے تمھاری جسمین مصلحت ہو اوسے پہچانتا ہے اور اوسی کی تکلیف و حکم کرتا ہے علیم وحکیم ہے اوسنے تو ہرگز تمھین انکی تعظیم وتکریم کا حکم نہین دیا ہے۔

حضرت امیر المومنین ع: جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو اونمین (بُت پرستونمین) اختلاف ہوگیا کوئی کچھ کوئی کچھ کہنے لگا ہر ایک کا مسلک علیحدہ ہوگیا۔)

اونمین سے بعض: خدا نے کچھ لوگونکے جسم مین حلول کیا تھا لہذا اب ہم اونکی تصویرین ایسی ہی صورتین بناکر ان صورتونکی تعظیم کرتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ انکی تعظیم بمنزلہ اون شخصون کی تعظیم کی ہے جنمین خدا نے

ہمکو ضرورت ہوتی ہے کہ مخاصمین و مخالفین کو الزام لگائین - حضرت نے ارشاد فرمایا خاصموھم بما بلغکم من علومنا فان خصموکم فقد خصمونا (مخاصمہ اور مناظرہ کرو اونسے اور اونسے بحث و گفتگو کرو اون باتون مین جو ہمارے علمون سے تمھین حاصل ہوئی ہین اسلیے کہ اگر اون باتون مین تمسے جھگڑا کرینگے تو اونہون نے ہمسے مخاصمت کی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) - حلول کیا تھا اور یہ جنکی صورتین ہین -

دوسرے فرقہ یہ صورتین اون گزشتہ قومون کی ہین جو ہمارے قبل گزرے ہین اور مطیع و فرمان بردار پروردگار تھین اب ہم اونکی صورتین بناکے تعظیم و پرستش کرتے ہین اور اسی کو تعظیم و عبادت خدا سمجھتے ہین -

تیسرے گروہ خداے تعالی نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور فرشتون کو حکم کیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرین فرشتون نے اونکو سجدہ کیا اور ہمکو بہ نسبت فرشتون کے زیادہ لائق و سزاوار ہے کہ اونکو سجدہ کرین کیونکہ ہم اونکی اولاد ہین - اب خاص اونکو تو ہم سجدہ کر نہ سکے لہذا اونکی صورت بناتے ہین اور اوس صورت کو سجدہ کرتے اور اسمین تقرب خدا کا قصد کرتے ہین - جس طرح ملائکہ کو تقرب خدا سجدہ حضرت آدم سے حاصل ہوا - اور جس طرح تمکو خیال ہے کہ خدا نے تمھین حکم کیا ہے کہ مکہ کی طرف سجدہ کرو اور تم مکہ کی طرف سجدہ کرتے ہو - اور دوسرے مقامات و شہرون مین اپنے ہاتھون سے محرابین اور مسجدین بناتے ہو اور اون محرابون کی طرف سجدہ کرتے ہو اور قصد کعبہ کا کرتے ہو نہ محرابون کا اور کعبہ سے بھی مراد و مقصد تمھارا تقرب خدا ہے نہ قصد تقرب کعبہ کا -

حضرت رسالتمآب ایک راہ نکالی تو مگر خطا کی اور راہ راست سے بہک کر گمراہی حاصل کی - پھر اون لوگون سے مخاطب ہوکر جو کہتے تھے کہ خدا نے اون لوگونمین حلول کیا تھا جنکی یہ تصویرین ہین اور اب ہم اونکی تصویرین بناکر ان مورتون کی تعظیم کرتے ہین اور مقصود ہمارا انکی تعظیم سے تعظیم اون لوگون کی ہے جنکی یہ صورتین ہین جنمین خدا نے حلول و دخول کیا تھا -

حضرت رسالتمآب کیا تم اپنے خدا کی وہ صفت ٹھہراتے ہو جو صفت مخلوقات کی ہے - کیا تمھارا خدا کسی چیز مین حلول کرتا ہے اوسمین داخل ہوتا ہے اس طرح کہ وہ شے اوسکے محیط ہو جاے اور اوسکو گھیر لے - اگر ایسا ہے تو اوس خدا مین اور تمام چیزون مین جو کسی شے مین داخل ہوتے ہین اور حلول کرتے ہین کیا فرق ہے مثل رنگ - مزہ - بو - نرمی - سختی - گرانی سبکی کے - اور کیا سبب ہے کہ یہ چیزین جو حلول کرنے والی ہین یہ تو حادث قرار پائین اور اوسکو (خدا کو) اگرچہ اوسنے بھی حلول کیا) قدیم کہتے ہو یہ کیون نہین ہوا کہ یہ حادث ہوا اور وہ چیزین قدیم ہون - اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ سے محل و مکان کے قبل ہو وہ محل مین حلول کیے ہو حقیقتاً تو جیسا ہمیشہ سے ہے ویسا ہی ہے (کوئی تغیر و زوال اوسکے لیے نہین ہے) اور جب

ہمسے جھگڑا مول لیا - اور یہی روایت کشی نے مشرقی سے بیان کی ہے کہ ایکروز مشرقی نے خدمت بابرکت حضرت امام جعفر صادق میں عرض کیا کہ قسم بخدا ہم سوائے آپ کے آبا رطاہرین کے قول کی اور کسی قول کے قائل نہیں اور کلام و مناظرہ بھی موافق اونہیں اقوال کے کرتے ہیں یہ بات سنکر حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام

تم اوسکو صفت حلول سے متصف کرتے ہو جو صفت حادثون کی ہے تو تمکو لازم ہے کہ زوال و تغیر سے بھی اوسکو متصف کرو - اور جب تمنے اوسکو زوال و حدوث سے متصف کیا تو تغیر لازم آیا کہ اوسکو فنا و عدم کے ساتھ بھی متصف کرو -

کیونکہ یہ سب صفتین حال (حلول کرنیوالا) اور محل حلول فیہ (جسمین حلول ہو) کی ہین - اوران سب مین تغیر موجب تغیر ذات ہے - اور اگر یہ کہو کہ ذات باری تعالیٰ کسی شے مین حلول کرنے سے بھی متغیر نہین ہوتی تو ہو سکتا ہے کہ پھر حرکت - سکون - سیاہی - سفیدی - سرخی - زردی کسی شے کی بھی حلول کرنے سے اور کسی صفت سے بھی جو اور موصوفین کے لیے یکے بعد دیگرے ہوتی ہے تغیر نہو یہانتک کہ کل صفتین حادثون کی اوسمین جمع ہو جائین اور حادث ہو جاے مگر پھر بھی تغیر اوسکی ذات مین نہو پناہ بخدا) بزرگ و برتر ہے پروردگار عالم ان باتون سے اوسکا مرتبہ عالی و درجہ متعالی ہے پھر حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اونسے مخاطب ہو کر فرمایا -

جب یہ دعوی تمھارا اور گمان فاسد تمھارا جو حلول خدا کے بارے مین تھا باطل ہوا تو تمھارا قول فاسد ہے -

حضرت امیر المومنین ع یہ سُنکر وہ قوم ساکت ولاجواب ہو گئی -

بت پرست پہلا گروہ بہتر ہے اب ہم اس بارےمین اور اپنے امر مین نظر و فکر کرینگے -

پھر حضرت رسالتماب دوسرے فرقہ کی طرف متوجہ ہوے -

حضرت رسالتماب یہ بتاؤ کہ تم جو اون صورتون کی عبادت کرتے ہو جو اطاعت و عبادت خدا کیا کرتے تھے اور اونکو سجدے کرتے ہو اور اونکی نمازین پڑھتے ہو اور اپنی عزت دار سر اور پیشانیان اونکے سامنے خاک پر سجدہ مین رکھتے ہو تو پروردگار عالم خالق اکرم کے لیے تمنے کیا اوٹھا رکھا - کیا تم یہ نہین جانتے کہ جسکا حق عظیم ہے جو واجب التعظیم ہے اوسکی عبادت سے اور اوسکے بندون کی عبادت سے مساوات نہونی چاہیے - کیا تمنے کسی بادشاہ یا کسی رئیس کو دیکھا ہے کہ جب اوسکی تعظیم اور اوسکے غلامون کی تعظیم مین برابری کیجائے تو اوس بادشاہ کے خلاف شان و باعث تحقیر نہین ہے کہ جو اوس سے کمتر ہین اوسکے برابر اوسکی تعظیم کی -

دوسرا فرقہ بت پرست جی ہان (ایسا ہی ہے جیسا حضرت نے ارشاد فرمایا) -

حضرت رسالتماب کیا تم یہ نہین سمجھتے کہ جب اسے تعظیم و عبادت کو جو خدا کے فرمان بردار بندون کی صورتونکے لیے کرتے ہو تعظیم و عبادت خدا ٹھہراتے ہو تو یہ خدا کا گناہ اور قصور کرتے ہو کہ نہین -

یہ سُنکر وہ قوم ساکت ولاجواب ہو گئی -

بت پرست دوسرا فرقہ بہتر ہے اب ہم اپنے امر مین نظر و فکر کرینگے -

یری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اگر ہمارے اباء و طاہرین کے اقوال کے موافق کلام نکروگے تو کیا پھر
ابوبکر و عمر کی باتون پر چلوگے اور کیا ارادہ ہے کہ اونکے اقوال کے ساتھ کلام کروگے۔ اسی طرحکی بعض
روایتون کو دیکھکر اس نئے حادث اخباری فرقے کے بعض فاضلون نے علماء متکلمین پر طعن و تشنیع کا قصد

حضرت رسالتمآب تیسرے فرقہ کی طرف متوجہ ہوکر	بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹ - تمنے ہمکو اپنے مثل ٹھہرایا ہے اپنے مشابہ سمجھے - ہم مین اور تم مین مناسبت و مشابہت نہین ہے ہم تم یکسان نہین ہین - ہم خدا کے بندے ہین ہمکو اوسنے پیدا کیا ہے وہ ہمارا رب ہے ہم اوسکے مربوب ہین وہ ہمکو جو حکم کرتا ہے اوسے ہم بجالاتے ہین جس باتو نکو وہ منع کرتا ہے اوس سے باز رہتے ہین جس عبادت کو وہ جیسے چاہتا ہے اوسکو بجالاتے ہین جس طرح اور جس طریقہ کو جب وہ حکم کرتا ہے اوسی طرح ہم بجالاتے ہین اوسے گھٹاتے بڑھاتے نہین ہین اوسکے سوا دوسرے طریقے سے جسکا حکم و اذن نہین ہوا بجا نہین لاتے - کیونکہ ہمکو یہ نہین معلوم کہ بلا طریقہ وہی مطلوب ہے دوسرا طریقہ شاید مطلوب نہو بلکہ اوس سے کراہت ہو اور ہمکو منع کیا ہے کہ ہم اوسکے سامنے اپنی طرف سے کسی بات مین تقدم نکرین اپنی طرف سے کوئی امر نہ کرین -
	پس جب اوسنے ہمکو حکم کیا کعبہ کی طرف متوجہ ہونیکا تو ہمنے اوسکی اطاعت کی پھر اوسنے حکم کیا کہ اوسکی عبادت مین کعبہ ہی کی سمت توجہ کرین تمام شہرون مین جہان کہین ہون ہمنے اسکو بھی قبول کیا اور حکم کی اوسکے متابعت کی - ہم کسی بات مین اوسکے حکم کی متابعت سے باہر نہین ہوے - پروردگار عالم نے جب حکم کیا تھا حضرت آدم کے لیے سجدہ کرنیکو تو یہ حکم نہین کیا تھا کہ اونکی صورت اور تصویر کو جو اونکی غیر ہے اوسکو بھی سجدہ کرو - تو اب تکو یہ نہین ہوسکتا کہ تم اوس حکم پر قیاس کرو کیونکہ تم یہ کہان سمجھ سکتے ہو کہ یہ امر کیسا ہے شاید جسکو تم کرتے ہو وہ اوسکے نزدیک مکروہ و برا ہو - کیونکہ اوسکا تعین اوسنے حکم تو کیا ہی نہین ہے -
	کیا تم یہ راے دیتے ہو کہ اگر کوئی شخص تمکو اپنے کسی گھر مین کسی خاص دن آنیکی اجازت دی تو کیا اسکے بعد کسی اور دن بلا اجازت اوسکے اوس گھر مین جا سکتے ہو - یا کسی دوسرے گھر مین اوسکے جو شل اوسکے ہو بلا اذن داخل ہوسکتے ہو -
	یا اگر کوئی شخص کوئی اپنا کپڑا یا غلام یا گھوڑا تمکو ہبہ کرے تو کیا تم اگر اوسکو نہ ہو تو دوسرا مثل اوسکے اوسکی ملکیت سے بلا اذن اوسکے لے سکتے ہو -
بت پرست تیسرا فرقہ	جی نہین یہ نہین ہوسکتا اسلیے کہ پہلے کے بارے مین تو اجازت تھی دوسرے کے بارے مین وہ اجازت نہین ہے -
حضرت رسالتمآب	پس حق تعالی اولی ہے کہ اوسکے ملک مین بغیر اوسکے اذن و اجازت کے تصرف نکرو -
بت پرست تیسرا فرقہ	بیشک حق تعالی اولی ہے کہ اوسکے ملک مین بغیر اوسکے اجازت و حکم کے تصرف نہو -
حضرت رسالتمآب	پھر تمکو کیونکر معلوم ہوا اور کب تمکو حکم کیا کہ ان صورتون کو سجدہ کرو -
بت پرست تیسرا فرقہ	بہت اچھا پھر اب ہم اپنے امر مین نظر و فکر کرینگے -

کیا ہے جسطرح بعض اور اور باتون مین بھی مجتہدین پر طعن کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن رائے اونکی اس بارہ مین منقح و تحقیقی نہین ہے کیونکہ نہ وہ قدرت رکھتے ہین اور نہ اونکے سوا اور اوس فرقہ والا اسکی طاقت رکھتا ہے کہ تمام کلام کے مضمون کا انکار کر سکے اسلیے کہ بتواتر قطعی منقول ہوچکا ہے کہ معصومین علیہم السلام بھی اس مکالمہ

جناب امام جعفر صادقؑ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۔ ختم ہے اوس خدا کی جسنے اون حضرت رسالتمآب کو برحق نبی قرار دیا تین دن بھی اون لوگون پر نہین گزرے کہ وہ سب بعر خدمت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین حاضر ہوے اور اسلام لائے۔ اور وہ سب پچیس آدمی تھے ہر فرقے کے پانچ آدمی۔

وہی سب فرقے حضرت رسالتمآب سے مخاطب ہو کر

جنھے مثل آپ کے حجت و دلیل کے کسی کی حجت و دلیل اور کوئی برہان قوی نہین پائی یا محمدؐ نشهد انک رسول الله (اے محمدؐ ہم سب دل سے گواہی دیتے ہین کہ تم رسول برحق خدائے قادر مطلق کے ہو) (سب مسلمان ہوے اور ایمان لائے)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ فرمایا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے کہ بعد اس واقعہ کے پروردگار عالم نے آیہ وافی ہدایہ نازل فرمایا۔ الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذین کفروا بربهم یعدلون (جمیع حمد و ثنا سزاوار و لائق ہے اوس خدائے واحد و یکتا کے جسنے تمام آسمانون اور زمین کو پیدا کیا اور ظلمتون اور نور کو بنایا پھر وہ لوگ جو اپنے خدا کے منکر ہین اپنے پروردگار عالم سے پھر گئے) اور اس آیت مین تینون فرقون کی رد ہے الحمد لله الذی خلق السموات والارض (جمیع حمد ہے اوس خدا کے لیے جسنے سب آسمانون اور زمین کو پیدا کیا) رد ہے دہریون اور نیچریون کی جو قائل ہین کہ تمام چیزین دائمی ہین انکی ابتدا نہین ہے۔ پھر فرمایا وجعل الظلمات والنور (ظلمتون اور نور کو بنایا) اس سے رد ہوی ثنویہ (مجوس) کی جو کہتے ہین کہ نور و ظلمت یہی دونون دو مدبر و خالق عالم ہین۔ پھر فرمایا الذین کفروا بربهم یعدلون (وہ لوگ جو کافر و منکر ہین اپنے خدا سے پھر گئے) اس سے رد ہوی مشرکون اور بت پرستون کی جو کہتے ہین کہ ہمارے بت ہمارے خدا ہین۔ پھر نازل فرمایا قل هو الله احد کو آخر سورہ تک اس رد ہوی اون لوگون کی جو کہتے ہین کہ خدا کی ضد یا نِد مثل و مانند ہے۔ جناب امیر المومنینؑ ارشاد کرتے ہین کہ فرمایا جناب رسولخداؐ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر کہو ایاک نعبد یعنی عبادت کرتے ہین ہم خدائے واحد و یکتا کی اور ہم اسکے قائل ہین لیکن نہ اوسطرح جسطرح دہریہ کہتے ہین کہ تمام چیزین دائمی ہین اور انکی ابتدا نہین ہے اور نہ اوسطرح جسطرح ثنویہ قائل ہین کہ نور و ظلمت و خالق و مدبر عالم ہین اور نہ اوسطرح جسطرح مشرکین عرب کہتے ہین کہ ہمارے اوثان (بت) ہمارے خدا ہین فلا نشرک بک شیئا (ہم کسی چیز کو تیرا شریک نہین کرتے اور نہ شرک کرتے ہین) اور نہ سوائے تیرے کسیکو خدا قرار دیتے ہین جیسے یہ کفار کرتے ہین۔ اور نہ ہم اوس قول کے قائل ہین جو نصارا اور یہود کہتے ہین اور تیرے لیے فرزند اور بیٹا قرار دیتے ہین۔ تیرا مرتبہ اس سے کہین بلند و برتر ہے اور تو اس سے منزہ و پاکتر ہے۔ فرمایا کہ یہی ہے قول پروردگار عالم وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا او نصاری (کہتے ہین وہ (یہود و نصاری) ہرگز نہ داخل ہوگا کوئی جنت مین سوائے یہود و نصاری کے) اور دوسرا فرقہ جو انکے خلاف ہے وہ بھی انھین کے قول کی طرح کہتا ہے (یعنے وہ یہ کہتے ہین کہ ہمارے سوا کوئی داخل جنت نہوگا) فرمایا پروردگار عالم نے کہ اے محمدؐ تلک امانیهم (یہ اونکی دلی خواہشین ہین) یہ وہ خواہشین ہین جنکے بغیر حجت و دلیل کے خواہش کرتے ہین قل هاتوا برهانکم (کہو انسے اے محمدؐ) لاؤ اپنے برہان)

اور کلام کے عامل تھے اور مکالمہ کا حکم بھی فرماتے تھے اور رغبت دلاتے تھے اسی سبب سے اون فاضل صاحب کے
کلام مین اس مقام مین نہایت اضطراب و اضطرار ہے کسی بات کا ٹھیک نہ کسی پر قرار ہے۔ کبھی کہتے ہین کہ کلام
مستحسن (جسکی اجازت ہے) وہ ہے جسکی دلیل یا مدلول کلام معصوم علیہ السلام سے ثابت ہو۔ اور کبھی اونکے کلام
سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلام مستحسن ہی کی قسم سے وہ دلیل عقلی ہے جسمین وجود دلیل نقلی بھی ہو۔ اور کبھی کہتے ہین
کہ کلام مستحسن وہ ہی جو لفظ بلفظ معصوم نے فرمایا ہو یا مدلول اور غرض مطلوب معصوم سے وارد ہوئی ہو۔
کبھی بیان کیا ہے کہ کلام غیر مستحسن وہ کلام ہے جو مقدمہ ظنیہ عقلیہ پر شامل ہے۔ اور یہ عبارت اسکی مقتضی
ہے اور اسکا یہ ضرور حاصل ہے۔ کہ اگر مقدمہ سمعیہ پر شامل ہو خواہ وہ سمعیہ ظنیہ ہو یا وہمیہ تو بھی کلام
مستحسن مین داخل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمپر تو اسکے کلام کا حاصل کچھ بھی نہین ظاہر ہوتا اور نہ ہماری
امثال کو اوسکے کلام سے تعرض کرنا چاہیے۔

ہان اگر تمھارا جی چاہتا ہے کہ حقیقت و واقعیت سے واقفیت ہو۔ تو ہم جو بیان کرتے ہین اوسکو توجہ
اور دل سے سنو۔ کافی مین اپنے اسناد سے زبانے یونس ابن یعقوب کے بیان کیا ہے۔ یونس بن
یعقوب کہتے ہین کہ مین خدمت ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مین حاضر تھا میرے سامنے
حضرت کی خدمت مین ایک مرد اہل شام سے حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مین علم فقہ و فرائض و علم کلام مین کمال
رکھتا ہون۔ ملازمان درگاہ عالی سے مناظرہ کے واسطے حاضر ہوا ہون۔ یہ سنکر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے
ارشاد فرمایا کہ تیرا کلام جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے مستنبط و ماخوذ ہے یا اپنے دل سے باتین
تراشتا ہے اوس شخص نے کہا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے بھی اور اپنی طرف سے بھی دونوں سے
بحث کرتا ہون۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو کیا تو رسولخدا ص کا شریک ہے۔ اوسنے کہا جی نہین۔ حضرت نے
فرمایا پھر تجھپر وحی نازل ہوتی ہے خود خدا تجکو (اون باتون کی جو جناب رسولخدا ص کا کلام نہین ہے تیرے دلکی
نکالی ہوئی ہین) خبر دیتا ہے۔ اوسنے کہا جی نہین۔ یہ بات بھی نہین ہے۔ اوسپر حضرت نے فرمایا کہ پھر کیا
جس طرح اطاعت و فرمان برداری رسولخدا ص کی واجب تھی اوسی طرح تیری بھی اطاعت فرض ہے۔ اوس
شامی نے کہا جی نہین یہ بھی نہین ہے۔ یونس بن یعقوب راوی حدیث کہتے ہین کہ یہ کلام ناکامی اوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۱۔ اپنی حجتین اپنے دعوے پر لاؤ ان کنتم صادقین (اگر تم سچے ہو) جس طرح محمد مصطفیٰ
نے اپنی دلیلین اور حجتین تمسے بیان فرمائین۔ پھر فرمایا بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن (ہان جو
ایمان لائے اور خدا کا فرمان بردار بنے اور نیک کردار ہو) جس طرح یہ لوگ ایمان لائے رسول خدا اوپر
جب اونکی حجتون اور دلیلون کو سنا اور وہ نیک کردار بھی ہو فلہ اجرہ (اوسکے لیے اوسکا اجر ہے)
اوسکا ثواب ہے عند ربہ (اوسکے خدا کے پاس) اوس روز جس روز سب قصے فیصل کیے جائینگے (روز
قیامت روز جزا) ولا خوف علیھم (اور کوئی خوف اونپر طاری نہوگا) جبکہ کفار پر خوف طاری ہوگا اسلیے کہ وہ
عذاب الٰہی کا فرون کے لیے مقرر ہے) مشاہدہ کرتے ہونگے ولا ھم یحزنون (اور نہ حزن ہوگا اونکو) نزدیک
موت کے اسلیے کہ بشارت دی جائیگی اونکو بہشت کی ۱۲ مترجم۔ اللھم اغفرلی ولوالدی وللمومنین والمومنات
واجعلنا من الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

شومی شامی کا سُنکر حضرت یہ طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ سُنا تمنے یہ اپنے ہی منہ سے کیسا خود ہی قائل ہو گیا اپنے ہی نفس سے اپنے خود ہی مخاصمت کی پھر فرمایا کہ کیون یونس تمکو کچھ مناظرہ مین مداخلت ہے مینے عرض کیا کہ مین نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ عرض کرتا ہون کہ مین اسمین دخل نہین رکھتا - اور یہ بھی عرض کیا کہ فدوی حضرت پر فدا ہو مینے حضرت سے سُنا تھا کالمہ ومناظرہ کو منع فرمایا تھا اور ارشاد ہوا تھا کہ ویل وعذاب اون لوگون کے لیے جو کلام کرتے ہین - کہتے ہین کہ یہ دلیل درست ہے وہ درست نہین ہے اس سے مطلب نکلتا ہے اوس سے نہین نکلتا یہ ہماری سمجھ مین آتا ہے وہ ہماری سمجھ مین نہین آتا - یہ سُنکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہان یہ مینے کہا تھا مگر اون لوگون کے لیے کہ جو ہمارے قول کو ترک کرتے ہین اور جو اونکے دلمین آتا ہے کہتے ہین پھر مجھسے ارشاد ہوا کہ باہر ڈیوڑہی پر جا کر دیکھو کہ کوئی متکلمین مین سے ہے اگر ہو تو اوسکو اذن حضوری دو اور اپنے ساتھ لیے آؤ - مین گیا اور حمران بن عین اور احول - اور ہشام بن سالم کو بلا لایا اور انکو علم کلام ومناظرہ مین اچھی مداخلت تھی اور قیس بن ماصر کو بھی حاضر کیا اور میرے نزدیک قیس بن ماصر ان سب سے بہتر تھے اور انہون نے علم کلام حضرت علی بن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت مین حاصل کیا تھا — سب حاضر ہوے اور باطمینان بیٹھے -

یہ واقعہ مکہ کا ہے - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا معمول تھا کہ چند روز قبل حج کے اوس پہاڑ پر جو حرم کے پہلو مین واقع ہے دو چوبہ خیمہ مین جو خاص حضرت کے واسطے نصب کیا جاتا تھا تشریف فرما رہتے تھے - جب یہ سب لوگ بیٹھ لیے تو حضرت نے اوس خیمہ سے باہر سر مبارک نکالکر ملاحظہ فرمایا یکایک نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ ایک اونٹ دوڑتا چلا آتا ہے اوسکے دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے خدا ے خانہ کعبہ کی ہشام ہین - یونس بن یعقوب کہتے ہین کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید ہشام کوئی شخص اولاد حضرت عقیل مین سے ہین جنسے حضرت کو اسدرجہ شدید محبت ہے - ابھی مین یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ وہ آپہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ہشام بن الحکم ہین اور ابھی اونکے سبزہ خط آغاز ہے - اور ہم مین سے کوئی ایسا نہ تھا کہ اون سے سن مین زیادہ نہو راوی حدیث کا بیان ہے کہ حضرت نے اونکے واسطے جگہ کشادہ کی اور فرمایا کہ خوشا حال ہمارے ناصر کا کہ دل سے اور زبان سے اور ہاتھ سے ہمارے نصرت ومدد کرتا ہے - اسکے بعد حضرت نے - حمران سے - فرمایا کہ اس مرد شامی سے کلام کرو - حمران نے اوس سے مکالمہ کیا اور اوسپر غالب آئے - پھر حضرت نے احول سے فرمایا کہ تم اس سے کچھ باتین کرو اونہون نے بھی کلام کیا اور اوسپر غالب آئے - پھر حضرت نے فرمایا ہشام بن سالم تم اسنے مکالمہ کرو پس اون دونون مین گفتگو ہوی پھر حضرت نے قیس بن ماصر سے ارشاد کیا کہ تم اس سے گفتگو کرو اونہون نے بھی تعمیل حکم کی - اور گفتگو کی ان دونو کی گفتگو سُنکر حضرت بہت ہنسے کہ اس شامی شومی نے کیسی کیسی افتادین اوٹھائین اور خجو زبان کھائین - پھر حضرت نے اوس شامی سے فرمایا کہ اب تو اس کمسن لڑکے سے مناظرہ کر لیجے ہشام بن الحکم سے اوسنے کہا بہت اچھا (دلمین سمجھا ہوگا کہ بچے کو دو باتون مین بہلا لونگا جبھی بہت خوشی سے کہا جی ہان بہتر) یہ کہکر ہشام سے کہنے لگا کہ اے لڑکے اس شخص کی (اشارہ کر کے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف) امامت مین میری تسلی کر دی - یہ سنکر (بی ادبانہ کلام) ہشام بن الحکم کو غضب وغیظ آگیا اور مارے غصہ کے کانپنے لگے (مگر غصہ کو روک کے) کہا کہ اے شامی یہ بتا کہ تیرا خدا اپنے مخلوقات اور بندون کا نگہبان اور اونکے حال کا ناظر ہے یا ہر بندہ اپنی خوشی خاطر اپنا آپ ہی حافظ وناصر ہے - شامی نے کہا بلکہ میرا پروردگار مالک ومختار اون سب کا نگہبان ہے

ہشام نے کہا کہ پھر اوسنے اونکے لیے کیا کیا اور کونسا طریقہ بنایا۔ شامی نے کہا کہ اونکے واسطے حجت و دلیل کو قائم کیا تاکہ وہ متفرق اور مختلف نہو اور وہ حجت خدا اون سبکو ایکجا رکھے اور اونکی تالیف کرے اونمین محبت کو قائم کرے اور اونکے خدا کی غرض و غایت سے اونھین خبر دی۔ ہشام نے کہا وہ حجت خدا کون ہے۔ شامی نے کہا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ہشام نے کہا کہ بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون ہے۔ شامی نے کہا کہ کتاب خدا اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ہشام نے کہا کہ آج بھی ہمکو کتاب و سنت سے یہ نفع پہنچ سکتا ہے کہ وہ ہم مین سے اختلاف و نزاعات کو برطرف کرے۔ شامی نے کہا کہ ہان۔ ہشام نے کہا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم مین اور تم مین اختلاف ہے اور خاص کر تم ہماری مخالفت مین شام سے یہانتک آئے۔ یہ سُنکر شامی ساکت ہو گیا۔ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اوس شامی سے ارشاد فرمایا کہ اب کیون نہین کلام کرتا کیون ساکت بیٹھا ہے۔ شامی نے کہا کہ اگر کہتا ہون کہ ہم مین اور تم مین اختلاف نہین ہے تو جھوٹ ہے اور اگر کہتا ہون کہ کتاب و سنت دونو ہمسے اختلاف کو رفع دفع کرتے ہین تو بھی قول باطل ہے اسلیے کہ ان دونو کے تو معنون مین کئی کئی احتمال نکل سکتے ہین۔ اور اگر کہتا ہون کہ اختلاف تو ہے مگر ہم تم دونو حق پر ہین تو پھر کتاب و سنت کا کوئی نفع اور فائدہ نہین رہتا۔ اور اسوقت مین ہماری یہی حجت تھی۔ یہ سُنکر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے ارشاد کیا کہ پھر تو انھین ہشام سے یہ سوال کر کہ تجکو جواب دینگے اور تو انکو علم کلام و کمال سے بھرا پُر اپائیگا۔ پس اوس شامی نے ہشام سے کہا کہ ذرا سنیے۔ آپ کا پروردگار نگہدار مخلوقات اور اونکا ناظر حالات ہے یا خود ہر شخص اپنا حافظ و ناصر اور اپنے احوال کا ناظر ہے۔ ہشام نے کہا کہ اونکا پروردگار اونکے نفسون سے زیادہ اونکے حالات سے خبردار اور اونکے نفع و ضرر سے واقف کار اور اونکا ناظر و نگاہدار ہے۔ شامی نے کہا تو کوئی راہ اونکے لیے ایسی بتائی ہے جو اونکو ہمزبان کرے اور آپس مین ارتباط کا سامان اور اونمین حق و باطل کا بیان کرے ہشام نے کہا عہد رسالتمآب مین پہنچتے ہو یا اب اس زمانہ کا حال دریافت کرتے ہو۔ شامی نے کہا کہ موجودگی جناب رسالتمآب مین تو خود حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اب اس زمانہ مین کون ہے۔ ہشام نے کہا کہ اب اس زمانہ مین یہ جناب ہین جو یہان تشریف رکھتے ہین (یعنے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ) جنکی خدمت مین تمام لوگ قریب وبعید کے حاضر ہوتے ہین اور اپنے باپ طاہرین و اجداد طیبین سے ورثہ حالات و اخبار سموات ہم لوگونسے بیان فرماتے ہین۔ شامی نے کہا کہ مجھے یہ کیونکر معلوم ہوا اور اسکی تصدیق کیونکر کرون۔ ہشام نے کہا جو تیرے جی مین آئے ان حضرت سے دریافت کر۔ شامی نے کہا بیشک تمنے میرے عذر کو رفع کیا اب مجھپر سوال و دریافت حال لازم ہوا۔ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اوس شامی سے ارشاد فرمایا کہ مین تیرے حالات و طریقہ سفر بیان کرون۔ تیرا سفر اس طرح ہوا اور تجھپر سفر مین یہ یہ واقعہ گزرا۔ شامی نے توجہ سے سنا اور قبول کیا اور کہتا تھا کہ آپ صحیح ارشاد فرماتے ہین۔ اب مین اسوقت سے مسلمان ہوا۔ حضرت ابو عبداللہؑ نے ارشاد فرمایا۔ بلکہ اب تو مومن باللہ ہوا اور خدا کا ایمان لایا اسلیے کہ اسلام قبل ایمان ہے اور اسلام ہی کی بناپر آپسمین میراث پاتے ہین اور نکاح صحیح ہوتے ہین۔ اور ایمان لانے سے مثاب ہوتے ہین اور ثواب و نعمتہاے اُخروی پاتے ہین۔ یہ سنکر شامی نے کہا بجا ارشاد ہوا۔ اب مین سچے دل سے گواہی دیتا ہون اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وانک وصی الاوصیاء

اسکے سومن ہونیکی بعد حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام متوجہ ہوے حمران کی جانب اور فرمایا کہ تم کلام موافق احادیث کرتے ہو اور ٹھیک ٹھیک کہتے ہو اور راہ صواب درست پر چلتے ہو - اور ہشام بن سالم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم قصد و ارادہ احادیث و روایات کا کرتے ہو لیکن اچھی طرح اوس سے معرفت نہین رکھتے - پھر احول کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم بڑے قیاسی ہو عقلی تکے لگاتے ہو اور باطل کو باطل ہی سے مٹاتے ہو مگر بات یہ ہے کہ تمہارا کلام اگرچہ باطل ہے مگر اوسکے باطل سے روشن اور زیادہ ظاہر اسکا حاصل ہے - پھر قیس بن ماصر کی طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم کلام کرتے ہو اور بہت قریب ہوتا ہے کلام تمہارا اخبار جناب رسالت مآب سے اور دور ہوتا اس بات سے کہ اوسمین باطل مخلوط ہو اور ملے - اور تھوڑا کلام حق کافی ہے کلام باطل سے اگرچہ زیادہ ہو - تم اور احول بڑے غصہ ور اور بڑے جھگڑالو ہو - یونس - کہتے ہین کہ واللہ مجھے گمان تھا کہ ہشام کے بارے مین بھی قریب اسی کے ارشاد ہوگا جیسا کہ ان دونون کے بارے مین ارشاد فرمایا - پھر حضرت نے ہشام سے ارشاد فرمایا کہ اے ہشام یہ بھی نہین ہونے پاتا کہ تمہارے تلوون سے زمین چھو جاے کہ تم پھر فراٹے بھر کر طیار ہو جاتے ہو - تمہارہی طرحکے لوگون کو چاہیے کہ لوگون سے مکالمہ اور مناظرہ کیا کرین - تمکو چاہیے کہ لغزش سے بچے رہو اور اسکے بعد تو انشاء اللہ ہم شفاعت کر ہی لینگے - مولانا صالح کہتے ہین کہ اس قول مین حضرت کے فانت اذن شریک رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ (تو اب تو اسوقت مین شریک رسول خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہے) دلالت اور اشارہ ہے کہ اصول عقائد مین بھی چاہیے کہ موافق کلام صاحب شرع کے ہو اور اونھین کی طرف اوسکے اسناد ہو جس طرح فروع دین مین اونھین کے قول و حکم پر اعتماد ہے - اور سید شریف نے بھی شرح مختصر کے حاشیہ مین اسکی تصریح کی ہے - اور فاضل امین استرابادی نے فوائد مدینہ مین اس بارہ مین بہت مبالغ کیا ہے اور جو لوگ اپنی عقل سے معارف الٰہیہ اور اصول دینیہ مین کلام کرتے ہین اونپر طعن و تشنیع کی ہے اور یہی حق صریح اور مذہب صحیح ہے - الا لازم آیگا کہ جو اپنی عقلون کے موافق اس راہ مین چلین اور طریقہ مین خطا کرین وہ بھی روز قیامت معذور رہین - پھر اسکے بعد لکھتے ہین کہ یہ جو حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ترک کرینگے اون باتون کو جنکو مین کہتا ہون اور چلین گے اوس راہ پر جنکو انکا جی چاہتا ہے دلکے نکالے ہوے مطلبون پر اور بدعتی مقدمون پر جنکا چلنے والا حق سے دور ہوتا ہے اور ٹھیک ٹھیک راہ سے بھٹک کر گمراہی مین پڑتا ہے " اسمین اشارہ اور دلالت ہے کہ علم کلام حق ہے لیکن ضرور ہے کہ وہ باتین معصومین علیہم السلام سے سنے ہوے ہون - اور عامہ (اہل سنت) نے کلام کے نہایت شدت سے مذمت کی ہے اور اگر تم اسکی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو تو سنو ہم کہتے ہین کہ عیاض نے تفسیر و بیان مین اس روایت کی جو مسلم نے جناب رسالتمآب سے نقل کی ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے "کہ سب سے بڑھ کے خدا کا دشمن جسپر سب سے زیادہ خدا غضبناک ہوتا ہے الالد الخصام ہے" کہا ہے کہ الالد وہ ہے جو بہت شدید خصومت و رنجش رکھتا ہو اور الخصم وہ ہے جو حاذق و کامل خصومت مین ہو - اور قرطبی نے اسکے حل مین لکھا ہے کہ خصم بسکون صاد اور بکسر صاد اسم ہے

خاصم اور خصومت رکھنے والیکا - اور خصم مبغوض وہ ہی جو اپنے خصومت کے سبب سے حق کو دفع کرے فاسد و باطل جو ہوتا ہے
اور زیادہ بدتر وہ ہے جو ایسی خصومت دین کی باتو مین رکھے جیسے اکثر متکلمین[1] ہین کہ اوس طریقہ سے جسکی ہدایت اور
رہنمائی کی ہے کتاب و سنت اور سابقین امت نے اعراض و روگردانی کرتے ہین اون طریقون کی طرف جو اونہون نے
دل سے نکالے ہین اور اون اصطلاحون کی طرف جو قرار دیے ہین اور جعلی قاعدون کی طرف جو مقرر کیے ہین
اون قاعدون کے لینے والے اونہین قاعدون کے سبب سے کبھی ایسے شبہہ مین پڑتے ہین کہ جسکو اوٹھا نہین سکتے اور
اوسکے دفع کرنے سے عاجز ہو جاتے ہین اور کبھی ایسے شبہہ وارد ہوتے ہین کہ جسکے سبب سے ایمان جاتا رہتا ہے - اور اونمین
زیادہ انفصال اور خوب جھگڑا فیصل کرنے والا وہ شخص ہے جو زیادہ جہل اور بہت مجادلہ کرنے والا ہو لیکن موقوف
نہین ہے کہ سب سے بڑا عالم ہو کیونکہ بہت سے ایسے عالم اونمین ہین کہ یہ تو جانتے ہین کہ فلان شبہہ باطل[2] و فاسد ہی
مگر اوسکے حل کرنیکی قوت نہین رکھتے - اور بہت سے انفصال و شبہہ کے رد کرنیوالے ہین کہ وہ شبہہ رد کر دیتے
ہین مگر اوسکے حق و باطل ہونے کا علم نہین رکھتے اور اوسکی حقیقت کو خوب نہین سمجھتے - پھر انہین متکلمین نے
طرح طرح کے محالات و خیالات نکالے ہین جنکو بچے بھی پسند نہین کرتے کبھی جوہر کے متحیز ہونے کا بیان کرتے
ہین کبھی احوال و اکوان پر لڑتے ہین - پھر یہی متکلمین ہین کہ اون چیزون مین بحث کرتے ہین جسمین پہلے
لوگون نے بحث نہین کی اور ساکت رہے - یہ بحث کرتے کہ صفات خدا کے تعلق کی کیونکر کیفیات ہین اور
کہتے ہین کہ ذات خدا سے صفات متحد ہین یا عین ذات ہین یا غیر ذات ہین - اور کلام خدا واحد ہے
یا منقسم ہے اور تقسیم کلام خدا بطور نوعون کے ہے یا بطور وصفون کے اور اس کلام کو ازل سے
مامور کے ساتھ کیونکر تعلق ہوا یہ تعلق باقی ہے یا نہین اور امر نماز عین امر زکوۃ ہے یا زائد اسی طرح
اور بہت سی بحثین ہین جنکی بحث کا شارع نے حکم نہین کیا اور اوسکے اصحاب نے اور اونکے تابعین نے اونمین سکوت کیا
اسلیے کہ یہ بحث ہے اوسکی جسکی حقیقت و ماہیت کا علم نہین ہے اور جو شخص کہ عاجز اپنے نفس کی حقیقت و ماہیت
دریافت کرنے سے ہو حالانکہ وہ ہر وقت اسکے پہلو مین موجود ہے تو ایسا شخص بہت زیادہ عاجز ہوگا اوسکی حقیقت
دریافت کرنے مین جو ایسی شے نہین ہے - اور منتہائے علم علما اور نہایت ادراک عقلا یہ ہے کہ وہ قطع و یقین کرین

---

[1] اور مثل انہین کے اس زمانہ مین نیچری لوگ ہین کہ اپنے کو سچا اور پکا مسلمان بتاتے اور ٹھہراتے ہین حالانکہ طریقہ کتاب
و سنت پر نہین چلتے بلکہ اپنے مطلب کے موافق کتاب خدا کے معنے ٹھہراتے ہین خلاف سنت کے اور یہی مراد
تفسیر بالرائے سے ہے البتہ اگر احتمالاً اون معانی کا ذکر کرین جو خلاف سنت نہون اگرچہ روایات مین وارد نہون نہ بطور جزم و یقین
تو احتمال جائز ہے حالانکہ وہ ایسا نہین کرتے بلکہ سنت کی مخالفت کرتے ہین اور آیات کے معنی پر موافق اپنی رائے کے جزم
و یقین کرتے ہین یہ ناجائز ہے محض عربی جاننے اور لفظی معنی پہچاننے سے قرآن کے معنو مین جرات نکرنا چاہیے بلکہ تا وقتیکہ
علم حدیث و علم کلام و فقہ و اصول وغیرہ سے واقفیت نہو آیات کی تفسیر نہین ہو سکتی - کیا معنی ظاہری اور لفظی یہ ان
آیات کے "ید اللہ" ہاتھ خدا کا "وجہ اللہ" منہ خدا کا "عمل جائز ہے اسی طرح سب آیات کو سمجھنا چاہیے - اپنی طرف سے جرات
معنی ظاہری لفظی سمجھ کے نکرنا چاہیے ۱۲ مترجم -

[2] یعنی یہ خلاف عامہ الورود کہ اوسکا باطل ہونا سبکو معلوم مگر اوسکے حل مین کیا کیا دقتین اوٹھا رہے ہین ۱۲

وجود فاعل مصنوعات و صانع کائنات کا جو منزہ ہے صفات مخلوقات سے اور موصوف ہے تمام کمال صفات سے
پھر جب ہمکو خبر دی کوئی صادق اوسکے کسی نام یا کسی اوسکے کسی صفت سے اوسکو قبول کرین اور جس سے وہ تعرض
نکرین ہم بھی اوسمین ساکت رہین اور یہی اگلے لوگون کا طریقہ ہے جسپر چلا کیے ہین - اور کافی ہے زجر و توبیخ مین عادم
خوض سے طریقہ متکلمین مین وہ کلام جو اگلے لوگون نے کہا ہے اور عمرو بن عبد العزیز سے بھی نقل ہوا کہ یہ جدال مناظرہ
دین کی کسی شے مین داخل نہین ہے اور شافعی نے کہا ہے کہ اگر بندہ سوائے شرک کے کسی گناہ سے بھی باز رہے اور
جنکو خدا نے منع فرمایا ہے عمل مین لائے یہ بہتر ہے اس امر سے کہ کلام و مناظرہ مین زبان ہلائے اور یہ شافعی کا قول ہے
جب کسی شخص کی زبان سے سُنو کہ وہ کہتا ہے کہ اسم عین مسمی ہے یا غیر مسمی تو گواہ رہو کہ وہ اہل کلام سے ہے اور
دین سے اوسکو سروکار نہین ہے - اور یہ بھی اوسکا کلام ہے کہ حکم میرا اہل کلام کے بارے مین یہ ہے کہ اونکو خوب
مارو اور تمام شہرون مین اور قبیلون مین پھراؤ کہ یہی جزا و سزا اوس کی ہے جو کتاب و سنت کو ترک کرے اور کلام
کو لے - اور احمد نے کہا ہے اہل کلام کو کبھی خیر و خوبی حاصل نہوگی اہل کلام زنادقہ ہین - اور ابن ابی عقیل کا بیان ہے
کہ مجھے قطع و یقین ہے کہ صحابہ مرگئے اور جوہر و عرض سے واقف و عارف نہوئے پس اگر تم چاہتے ہو کہ اونکی طرح ہو تو
بہتر کہ اونہین کی طرح ہو اور اگر تمہاری رائے یہ ہے کہ متکلمین کا طریقہ اونکے طریقہ سے اچھا ہے تو بہت بری تمہاری رائے ہے
بہت ایسا ہی ہوتا ہے اہل کلام کو کلام سے شکوک و اوہام حاصل ہوتے ہین اور بہت سے کفر و الحاد کی طرف مائل ہوتے
ہین - اور اصل یہ ہے کہ وہ لوگ اون باتون پر جو شریعتون مین وارد ہوے ہین قناعت نہین کرتے اور حقیقتون اور
ماہیتون کا چیزون کے حاصل کرنا چاہتے ہین بھلا عقل کو اتنی قوت و طاقت کہان ہے کہ وہ خدا کی باتون اور اوسکی حکمتون کو
جسمین اوسکا کوئی شریک نہین ہے دریافت کرسکے -
بہت سے متکلمین ایسے تھے جنھون نے بعد مدت مدید کے جب لطف خدا اونکے شامل حال ہوا اور حق تعالی نے
اونپر اپنے آیات و علامات کو ظاہر فرمایا کلام سے رجوع کی - اونہین مین سے امام ابو المعالی ہین جنکی حکایت
معتمد و موثق لوگون نے بیان کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ٹھیک ٹھیک بات یہ ہے کہ اہل اسلام اور اونکے علم نہایت
جلیل المنزلت رفیع المرتبت ہین مین دریاے عظیم ذخار ناپیدا کنار پر چڑھا اور جس سے اونھون نے منع کیا تھا
اوسمین مینے غوطہ لگایا - اسکی رغبت تھی کہ حق کو طلب کرون اور تقلید سے کسی طرح بھاگ کر نکلون - لیکن اب
ان سب باتون کو چھوڑا اور اس لا حاصل سے مُنہ موڑا - اور کلمہ حق کی طرف آیا (جسپر اگلے لوگون کو اہل اسلام
سے پایا) تمکو لازم ہے کہ دین عجائز اختیار کرو - (بڑھیون بڈھے مسلمانون کے مضبوط دین و طریقہ پر چلو) اور
اپنی عاقبت امر کو جل چلاؤ کے وقت کلمہ اخلاص پر ختم کرتا ہون (اور دین اسلام پر مرتا ہون) -
اور ابن جوینی کا اپنے اصحاب و احباب سے یہ قول تھا کہ تم کلام مین مشغول نہو - اگر مین پہلے سے جانتا کہ کلام مجکو
اس حالت پر پہنچا دیگا جس پر مجکو پہنچایا تو مین کبھی اسمین مشغول نہوتا - اور احمد بن سنان کا بیان ہے کہ میرے ماموں
ولید بن ابان کا جب وقت انتقال قریب ہوا تو اونھون نے اپنے لڑکون سے کہا کہ تمکو معلوم ہے کہ کوئی شخص مجھے زیادہ
علم رکھتا ہے اون سبھے کہا کہ نہین ولید بن ابان نے کہا پھر مین جو تمکو وصیت و نصیحت کرون اوسکو مانو اور عمل کروگے
سب نے کہا جی ہان - ولید بن ابان نے کہا کہ تمکو واجب و لازم ہے اصحاب و علماے حدیث ہی کا مذہب و طریقہ اختیار
کرو اونہین کے چلن پر چلو کیونکہ مینے حق کو انہین کے ساتھ دیکھا ہے اور میری رائے مین حق اونکے ساتھ ہے -

اور ابن ابی عقیل نے کہا ہے کہ مینے تمام عمر اپنی علم اصول و کلام مین کاٹی لیکن پھر اولٹے پاؤن کتابون کے مذہب پر پھر آیا (اور اہل حدیث و کتاب کی طرف پلٹا) اور شہرستانی نے اوسکے حال کا وصف بیان کیا لیکن کلام مین سے کچھ بھی نہ پایا اور اوسکے مآل تک نہ پہنچا آخر کو تمثیلاً ان شعرون کو نظم کیا۔ ؎ لعمری لقد طفت المعاهد کلها ✤ وسیرت طرفی بین تلک المعالم ✤ فلم ار الا واضعاً کف حائر ✤ علی ذقن اوقارعاً سن نادم ✤۔

(مجکو اپنی جان کی قسم کوئی مقام اس کوچہ کا مینے نہین چھوڑا کہ وہان کا پھیرا نکیا۔ اور جہان جہان علم کا نشان اور سراغ ملا اودھر اودھر مین جبیٹا اور نظر کو دوڑایا۔ مینے تو کسی کو کبھی ندیکھا کہ وہ حیران و پریشان نبیٹھا ہو اور ہاتھ پر سر جھکائے اور دانتون مین اونگلی دبائے نہو (اپنی بوٹیان نہ کاٹتا ہو)۔

اور بعض علمانے جو کہا ہے کہ قوم نے بہت انکار علم کلام سے کیا ہے۔ اور شرف و بزرگی علم کلام کی طرف سے غفلت کا پردہ اونپر پڑا ہے۔ اسلیے کہ یہ علم کلام سب علمون سے اشرف و برتر ہے۔ کیونکہ اسکا موضوع (جسکے حالات سے بحث کرین) وہی ذات خدائے لایزال ہے۔ اور جو اوسکے لیے واجب اور جو کچھ اوسپر محال ہے تمام علمون کے موضوعات سے افضل و بزرگ تر ہے۔ اور اسلیے کہ جو علم سوائے علم کلام کے ہے وہ آخرت مین معدوم ہو جائیگا اور یہ علم معدوم و فانی نہوگا۔ کیونکہ یہ جسکے متعلق ہے وہ باقی رہے گا۔ بلکہ اسکا علم اور زیادہ وسعت پائیگا۔ اسلیے کہ جو حکم علم کلام سے دنیا مین نظر و دلیل سے حاصل ہوگا۔ وہ آخرت مین عیان و ظاہر و بدیہیات مین داخل ہوگا۔ اور یہ تحقیقی بات ہے کہ علمانے اتفاق و اجماع کیا ہے کہ ہر زمانہ مین واجب ہے کہ کوئی شخص ایسا ہو جو علم کلام کا عارف اور اوسکو جانے۔ تاکہ شبہون کو ہٹائے اور جو کہ مسلمانون کے عقیدون پر اعتراض کرے اوس سے مناظرہ کرے اور اوسکے اعتراضون کو ہٹائے۔

پس جواب ان بعض علما کے قول کا یہ ہے کہ جو شخص علم کلام کی تردید کرتا ہے اوسکا مقصود یہ نہین ہے کہ وہ شرف علم کلام سے انکار کرے اور اسکے فوائد کے منقطع اور مٹنے کو نہین کہتا اور علاوہ اسکے کسی ایسی چیز کا انکار کرتا ہے جو اوسمین نقص پیدا کرے بلکہ وہ منکر کلام یہ کہتا ہے کہ علم کلام ایک غامض و دقیق و مشکل علم ہے جسکی حقیقت سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا یا وہ جانتا جسکو حق تعالی خطاؤن سے محفوظ رکھے (یعنے معصومین ع) اور انکے سوا اگرچہ کیسا ہی مبلغ علم اوسکا ہو احتمال اوس سے خطا و ضلالت کا اور بہک اور بھٹک جانیکا ہے اسلیے کہ معصوم وہی ہو جسکو خدا معصوم رکھے اور اوسکی حفاظت کرے (ہر شخص ایسا نہین ہو سکتا) خلاصہ یہ ہے کہ اہل کلام کو واجب و ضرور ہے کہ وہ معصوم ہو یا معصوم سے اوسنے سُنا ہو۔ اور قول معصوم بیان کرے اور قول امام جعفر صادق علیہ السلام مین بھی اسکی تصریح ہے یہان تک تمام ہوا کلام جناب مولانا صالح رہ کا۔

اب مین کہتا ہون اور حق تعالی سے توفیق چاہتا ہون تحقیق مین اس مقام کے اور تنقیح مین اس مقصود و مرام کے۔ وہ یہ ہے کہ الحمد للہ مینے توفیق و تائید پروردگار عالم سے سابق مین ثابت کیا کہ معرفت خداوند عالم بدیہی فطری نہین ہے اور اسکی تائید و شہادت مین بہت سے علمائے محققین کا قول بیان کیا۔ اونہین مین سے جناب شیخ صدوق علیہ الرحمۃ اور جناب شیخ مفید رحمہ اللہ ہین۔ اور آیات کثیرہ اور احادیث مستفیضہ بکثرت اس قول پر دلالت کرتے ہین کہ بعد ان کے ملاحظہ کے جنکو مینے بیان کیا پھر کسی عاقل بصیر و ناظر خبیر کو جحود انکار ہمارے قول سے نہین رہتا۔ اور یہ بھی دریافت ہو چکا کہ اتفاق و اجماع ہے اس امر پر کہ معرفت خدا واجب ہے مگر چند لوگون نے اسمین اختلاف کیا ہے کہ وہ قابل اعتنا نہین ہین

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس معرفت کا وجوب ہمارے نزدیک عقلی ہے۔ پس ایسی صورت مین ہر عاقل کو ضرور اور واجب ہے کہ جب بالغ ہو یا اوسکے قبل ہی نظر و فکر کرے تاکہ معرفت باری تعالی اوسکو بدلیل حاصل ہو۔ اور اسمین بھی کوئی شبہ و شک نہین ہے کہ یہ کہنا کہ استدلال کرنا وجود صانع عالم پر اور پھر اوس چیز پر کہ جسکی معرفت معرفت نبی پر مقدم ہے واجب ہے کلام نبی یا وصی نبی سے اوس شخص کے لیے جسکو معرفت واجب تعالی جو مقدم ہے معرفت نبی و وصی پر حاصل نہوئی ہو زیادہ قبیح اور نہایت فاسد ہے قول اشاعرہ سے جو کہتے ہین کہ معرفت خدا کا وجوب سمعی ہے اور منحصر سمعی دلیلون مین ہے۔ اور ہمکو اسکا بھی علم حتمی اور یقین جزمی ہے کہ کل انبیا اور تمام اوصیا علیہم السلام ہمارے قول پر متفق ہین اسلیے کہ ہرگز یہ نہین ہو سکتا اور جائز نہین ہے کہ انبیاء و اوصیاء معاذ اللہ خطا کرین اور مخالف قطعیات و یقینیات عقلی کے حکم کرین۔ اور یہ بھی ایک طریقہ اون راہون سے ہے جنسے تحصیل اجماع اصطلاحی علمی اور یقینی طور سے علماء امامیہ کے نزدیک ہوتی ہے اور یہی مستفاد بھی ہوتا ہے شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی رہ کے کلام سے تو اب ساقط و باطل ہوگیا وہ کلام جو مولانا صالح رہ نے فرمایا ہے کہ اہل کلام کو واجب ہے کہ یا معصوم ہو یا معصوم کے کلام کو سُنا ہو۔ پس اب صحیح و ٹھیک یہ ہے کہ کہا جائے کہ واجب مکلف پر ابتداء تکلیف مین معرفت واجب الوجود کا حاصل کرنا ہے ایسی دلیلون سے جو معرفت تک پہنچا دین۔ خواہ ان دلیلون کے مقدمات حدس صحیح و صائب سے معلوم ہون یا نظر و فکر سے مفہوم ہون یا ہدایت سے عقلاء و کملاء و علماء کے حاصل ہون۔ اور اشرف و افضل اسمین انبیاء و اوصیاء علیہم السلام ہین۔ اور اسی سبب تعلیم و ہدایت سے اور اسی مصلحت کی رعایت سے تمام کتب آسمانی و صحف یزدانی اور اخبار انبیاء و آثار اوصیاء علیہم الاف التحیۃ و الثناء مشحون و مملو ہین اون دلائل عقلیہ اور براہین قطعیہ سے جو واجب الوجود اور اوسکی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کو اور اوسکی عدالت اور انبیاء کے نبوت وغیرہ کو ثابت کرتے ہین اور اس بیان سے ہمارے ایک امر اور ظاہر ہوا کہ ہر دلیل عقلی جو کتاب خدا اور سنت رسول ص مین بیان ہوئی ہے ایسی نہین ہے کہ جسکے تمام مقدمات بدیہیات اولیہ مین سے ہون اور اوسکے اتمام کی ضرورت نظر و فکر سے نہ پڑے۔ تو اب جو شخص چاہے کہ اونکی دلیلون سے اپنا مطلوب حاصل کرے اوسے ضرور و لابد ہے کہ اونکی دلیلون کے مقدمات مین نظر و بحث کرے۔ اور اسی طرح پر عالم متکلم پر واجب ہے کہ نصرت کرے دین خدا اور رسول و آئمہ ہدا علیہم السلام کی اس طرح کہ اون دلیلون کے مقدمات کو اتمام کو پہنچاوے۔ اور مخالفین و معاندین جو شبہے اوسپر وارد کیے ہین اونکو دور کرے اور ہٹاوے۔ اور اسی طرح پھر اوس چیز کو جو مخالفین نے مقدمات فاسدہ سے اپنے مطالب کاسدہ پر استدلال کی دفع کرے اور اوٹھاوے۔ اور یہی مقتضا ہے وجوب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کہ اچھی چیزون کو شایع کرے اور پھیلاوے اور بُری باتون سے منع کرے اور اونکو اوٹھاوے۔ اور یہی مقتضا ہے اون احادیث کثیرہ کا جو شامل ہین حث و ترغیب و تحریص پر نصرت دین کی اور قائم کرنے مین ادلہ و براہین کے رفع و دفع کرنے مین شبہات مخالفین کے۔ اور یہ قول کہ جو مقدمات دلیل کے مقدمات ہون یا دلیلون کے مقدمات کے مقدمات مقدمے ہون وہ سب واجب ہے کہ کلام معصومینؑ سے حاصل ہون اور اونسے سنے گئے ہون بعینہٖ جیسے یہی قول کہ لازم کہ جن چیزون سے شبہات مخالفین و کافرین دفع کیے جائین وہ سب کے سب معصومین سے سنے گئے ہون باب نصرت دین کو بالکل مسدود و بند کرتا ہے اور دلائل و براہین کو پاس نہین آنے دیتا ہے اور اسکے سبب ارکان شرع متین مین بہت بڑا وہن آتا ہے اور فساد پڑتا ہے اسلیے کہ یہ بات بدیہی ہے کہ بہت سے مقامات لا تعد و لا تحصی ان

ان امور سے خالی ہین اور اونمین احادیث صحیحہ وارد نہین ہوی ہین - اور یہ امر جو مسائل علم کلام پر نظر کرے اوسپر ظاہر ہوجائیگا اور رجوع کرنے والا اصول دین کے مسائل مین اس امر سے خوب ماہر ہوجائیگا - اور ہم یہ بھی کہتے ہین کہ جو شخص تتبع کرے احادیث واخبار کا اور تصفح کرے آثار و روایات آئمہ اطہار کا تو وہ بخوبی واقف ہوجائیگا اور اوسپر مخفی نرہے گا کہ ہمیشہ ہمارے اسلاف گزشتہ واصحاب ماضیہ کا جو صحبت آئمہ علیہم السلام سے مشرف ہوے ہین جنکے حق مین مدائح عظیمہ ومناقب جلیلہ وارد ہوے ہین یہی داب اور یہی عادت تھی کہ کیا حثہ ومناظرہ کرتے تھے ہر اوس شخص سے جو اصول دینیہ مین اونکے مخالف ہوتا تھا اور ایسا اکثر مقامات مین واقع ہوا ہے کبھی ایسی دلیلون سے جو محض خالص عقلی ہوتی تھین کبھی ایسے براہین سے جو مرکب دلیل عقلی ونقلی دونو سے ہوتی تھین مختلف مضمون کی کئی طریقون سے دلیلین لاتے تھے جسمین کسی طرح تاویل نہین ہوسکتی اور یہ نہین کہا جاسکتا کہ وہ سب آئمہ معصومین علیہم السلام سے سُنی ہوی تھین - شیخ الاسلام ورئیس المسلمین جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ جنکے واسطے دو توقیعین دو فرمان واجب الاذعان جناب حضرت صاحب العصر والزمان علیہ صلوات اللہ المنان سے وارد ہوی جو جناب شیخ ممدوح کی مزید جلالت وعلو قدر ومنزلت پر پیش خدا اور رسول خدا اور آئمہ ہدا علیہم السلام دلالت کرتے ہین - وہ اپنی کتاب مجالس مین ارشاد فرماتے ہین - کہ اگر کہا جاے کہ گروہ معتزلہ اور فرقہ حشویہ ہم شیعون پر یہ گمان کرتے ہین کہ ہم جو مناظرہ کرتے ہین وہ اصول امامیہ سے خارج ہے اور اونکے اجماع کے مخالف ہے کیونکہ ایک قوم کی قوم شیعون کی مناظرہ کو دین مین داخل نہین لیتے اور مناظرہ کرنے کو منع کرتی ہے - اور اپنے امامون سے روایت کرتی ہین کہ مناظرہ کرنے والا بدعت کرتا ہے اور اوسکی مذمت مین روائتین بیان کرتے ہین - تو اسکا جواب آپ کیا دینگے اور کوئی روایت آئمہ علیہم السلام کی آپ کے پاس ہے اس مناظرہ کی صحت مین یا محض اعتماد عقل کی مجحتون پر ہے اور اوسکے مخالف پر اگرچہ اجماع قوم ہو التفات ونظر نہین ہے - پس اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ معتزلہ اور حشویہ خطا کرتے ہین کہ جو ہمپر یہ دعوا کرتے ہین کہ ہم مخالف اپنی جماعت اہل مذہب کے مناظرہ کا استعمال کرتے ہین - اور اسی طرح جو امامیہ فرقہ مین سے بھی اسکا مدعی ہو کہ مناظرہ مخالف مذہب امامیہ ہے وہ بھی خطا پر ہے اور جاہل ہے - اسلیئے کہ فقہا امامیہ وعلما ورؤسا فرقہ اثنا عشریہ برابر علم دین مین مناظرہ کا استعمال کرتے رہے ہین اور اسکی صحت کی تصدیق کرتے رہے اور خلف عن سلف نے اسکی صحت کو قبول کیا اور اسکے جواز پر اعتقاد رکھا اور دین مین اسکو سمجھا کیے ہین - اور مینے اپنی کتاب الکامل فی علوم الدین وکتاب الارکان فی دعائم الدین مین بہت اچھی طرح اس قول کو بیان کیا ہے اور اون لوگون کے نام جو مناظرہ مین مشہور ومعروف تھے اور اونکی کتابون کو ذکر کیا ہے اور جو مدائح ومناقب آئمہ علیہم السلام سے اونکے بارے مین وارد ہوے ہین بیان کیے ہین اور اوسی مین سے ایک حدیث یہان تمھارے لیئے بیان کرتا ہون اون احادیث مین سے جو مینے اسمین ذکر کی ہین - خبر دی مجکو ابو الحسن احمد بن الحسن بن الولید نے اپنے باپ سعید بن عبد اللہ سے اور اونہون نے احمد بن محمد بن عیسی سے سُنا کہ یونس بن عبد الرحمن مولی ال یقطین ابو جعفر محمد بن نعمان کی زبانی حکایت کرتے ہین اور وہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق ؑ سے روایت کرتے ہین -

کرتے ہین۔ ابوجعفر محمد بن نعمان کہتے ہین کہ فرمایا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مخاصمہ و مناظرہ کرو اونسے (مخالفین سے) اور طریق ہدایت کو جسپر تم ہو اونسے بیان کرو اور اوسپر ظاہر کرو اور اونکے ضلالت و گمراہی اونسے بیان کرو اور اوس سے اونھین ماہر کرو۔ اور جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے مین اونسے مباہلہ کرو۔ انتہی۔ اور اونھین جناب شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب اعتقادات ابن بابویہ رح کے شرح مین تحریر فرمایا ہے۔ کہ جدال کی دو قسمین ہین ایک جدال بالحق۔ دوسرے جدال بالباطل۔ جدال بحق۔ مامور بہ اور واجب ہے اور مرغوب و مطلوب ہے اور جدال باطل ممنوع جسکے استعمال پر زجر و توبیخ کیے گئے ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے رسول سے ارشاد فرمایا ہے وجادلهم بالتی هی احسن (مجادلہ کرو اونسے اوس طریقہ سے جو خوب و بہتر ہے) حکم کیا حضرت کو مخالفین سے جدال کرنیکا اور وہ اونکا مجروح کرنا ہے تو اب جدال جناب رسالتمآب حق ہوا۔ اور تمام فرقۂ مسلمین سے خطاب فرمایا ولا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن (نہ مجادلہ کرو اہل کتاب سے مگر اوس طریقہ سے جو احسن و خوب تر ہو) پس جائز کیا اونکے لئے جدال اہل کتاب سے حق کے ساتھ اور منع فرمایا اونھین جدال قبیح سے۔ اور حضرت نوح علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے حال کی حکایت مین ارشاد فرمایا یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا (اے نوح تمنے ہمسے اے قوم کہتی ہے جدال کیا اور کثرت سے ہمسے جدال کیا) پس اگر جدال بالکلیہ باطل ہوتا تو حق تعالے اپنے نبی کو کیون جدال کا حکم فرماتا۔ اور جو انبیا حضرت کے قبل مبعوث ہوے وہ کبھی استعمال جدال نکرتے۔ اور مسلمانون کو اسکی اجازت نہوتی۔ اب رہا جدال باطل تو اوسکو حق تعالے اپنے اس آیت مین بیان فرمایا ہے الذین یجادلون فی ایات الله انی یصرفون (وہ لوگ جو جدال کرتے ہین اور جھگڑتے ہین آیات اور خدا کی نشانیون مین کدہر پھیرے جائینگے) پس حق تعالے نے مذمت کی اونکی جو آیات خدا مین جھگڑا کرتے ہین اور اوسکا انکار کرکے اوسکو مٹاتے ہین اور حق تعالے کے بارے مین شبہے ڈالتے ہین۔ اور پروردگار عالم نے اپنے خلیل جلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے مین کہ اونھون نے کافر سے اپنے پروردگار کی حجتین بیان کین ارشاد فرمایا ہے الم تر الی الذی حاج ابراهیم فی ربه الایہ (کیا نہین دیکھا تو نے طرف اوس شخص کی جسنے حجت و تکرار کی ابراہیم سے اونکے خدا کے بارے مین) اور اون حضرت کی حجتون کو جو اپنی قوم سے بیان کین ارشاد فرمایا وتلك حجتنا اتیناها ابراهیم علی قومه نرفع درجات من نشاء (یہ ہین حجتین ہماری جو دین ہمنے ابراہیم کو اونکی قوم کیلئے بلند کرتے ہین ہم درجون کو جس شخص کے چاہتے ہین) اور جناب رسولخدا کو حکم فرمایا اونکے مخالفین کی حجت و تکرار کے بارے مین قل هل عندکم من علم فتخرجوه لنا (کہو اے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو نکالو اوسکو ہمارے لیے) اور فرمایا باری تعالے نے کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الایہ (ہر طعام حلال تہا بنی اسرائیل کیلئے) اور اپنے نبی سے ارشاد فرمایا۔ فمن حاجك فیه من بعد ما جاءك من العلم الایہ (پس جو شخص تمسے حجت و تکرار کرے اسمین بعد اسکے کہ تمہارے پاس علم آگیا ہے) اور ہمیشہ انبیا علیہم السلام دین خدا مین مناظرہ فرماتے ستھے اور اعدا خدا پر حجتین لاتے تھے۔ اور اکابر صحابہ ہر زمانہ مین نظر کرتے رہے۔ اور حجتون پر اعتماد اور حق پر جدال کرتے تھے۔ اور باطل کو حجج باہرہ و براہین قاہرہ سے توڑتے تھے۔ اور ائمہ علیہم السلام از راہ لطف و احسان اس امر پر اونکی تعریف و مدح و ثنا فرماتے تھے۔

اور جناب کلینی رحمہ اللہ نے کتاب کافی مین ذکر کیا ہو کہ کتب شیعہ مین جلیل المرتبہ کثیر الفائدہ حدیث یونس بن یعقوب سے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے جب ایک مرد شامی مناظرہ کیلئے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے یونس سے ارشاد فرمایا کہ اے یونس اگر تم اچھی طرح کلام کر سکو تو اس سے مکالمہ کرو یونس نے عرض کی یا حضرت فدا ہون مین آپ پر مینے سنا ہے کہ آپ کلام کو منع فرماتے ہین اور ارشاد کرتے ہین کہ ویل ہے اہل کلام کے لیئے کہ وہ کہتے ہین کہ یہہ دلیل مطلوب کو پہنچتے ہین اور یہہ نہین پہنچتے اور یہہ مطلب برآری کرسکتے ہین اور یہہ نہین کرتے اور اسکو ہم سمجھتے ہین اور اوسکو ہم نہین سمجھتے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ویل اون لوگون کے لیئے ہے جو ہمکو ترک کرین اور ہمارے خلاف چلین۔ پھر حضرت نے حمران ابن اعین کو و محمد بن طیار اور ہشام بن سالم اور قیس بن الماصر کو طلب فرمایا اور حضرت کے سامنے مکالمہ و مناظرہ کیا۔ اور ہشام نے سب کے بعد مکالمہ کیا۔ حضرت انکی بہت مدح و ثنا فرمائی اور ہشام سے فرمایا کہ تمہارے امثال کو چاہیئے کہ لوگون سے مکالمہ کرین۔ اور جب طیار کی خبر وفات حضرت نے سنی تو فرمایا کہ خدا اپنی رحمت نازل کرے پھر اور اونکو فرحت و نزہت و سرور ہو۔ ہم اہلبیت کی طرف سے بہت خصومت و مجادلہ کرتے تھے اور حضرت ابو الحسن امام موسے بن جعفر علیہ السلام نے محمد بن حکیم سے ارشاد فرمایا لوگونسے مکالمہ کرو اور حق کو اونسے بیان کرو جسپر تم ہو اور جس ضلالت اور گمراہی پر وہ ہین اوسکے ظاہر کرو۔ اور حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ لوگونسے ہمارے کلام سے حجتین اور دلیلین لاؤ پس اگر وہ تمسے جھگڑا کرین اوس کلام پر تو اونہون نے ہمسے جھگڑا مول لیا۔ اور ہشام بن الحکم سے جب انہون نے اسماے باری تعالے اور اونکے اشتقاق و معانی کو دریافت کیا تھا اور حضرت نے جواب مرحمت فرمایا تو بعد جواب ارشاد کیا کہ اے ہشام تم خوب سمجھ گئے اسطرح سے کہ ہمارے اعداے ملحدین اور منکرین دین خدا کو دفع کرسکو اور اونکے شبہونکو باطل کرسکو ہشام نے عرض کیا کہ جی ہان مین خوب سمجھ گیا۔ اوسوقت حضرت نے دعا دی اور فرمایا کہ خدا تمکو توفیق عطا کرے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب سے ارشاد فرمایا۔ کہ لوگون سے بیان کرو اس راہ ہدایت کو جسپر تم ہو اور وہ جس ضلالت پر ہین اونسے اونکی گمراہی بیان کرو۔ اور مباہلہ کرو اونسے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے مین۔

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے کلام کرنیکا حکم فرمایا اور مکالمہ کے خواہش کی اور اونکو ترغیب و تحریص فرمائی۔ اور اونہین حضرت سے یہہ روایت ہے کہ ایک شخص کو حضرت نے کلام کی ممانعت فرمائی اور دوسرے شخص کو حکم فرمایا۔ یہہ حال دیکھکر بعض اصحاب نے عرض کیا کہ فدا ہون مین آپ پر یہہ کیا کہ فلان شخص کو آپنے کلام کی ممانعت فرمائی اور اس شخص کو آپ نے حکم دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا یہہ شخص دلیلون سے خوب واقف ہے اور اوس شخص کے بہ نسبت یہہ اوفق ہے۔

اس بیان سے اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ حضرات معصومین علیہم السلام نے جو بعض کو بالخصوص کلام سے ممانعت فرمائی اوسکے وجہ یہی ہے کہ وہ اشخاص اچھی طرح اوسکو نہ کرسکتے تھے اور اوسکے طریقے سے واقف نہ تھے کلام سے اونکے دین مین مفسدہ پڑنیکا خوف تھا۔ اور جن لوگون کو حکم فرمایا وہ اوسکے طریقون اور اوسکی راہون سے خوب ماہر تھے سب طریقہ استدلال کے اونپر روشن و ظاہر تھے۔ اور خدا کے بارے مین جو کلام

کے ممانعت ہے۔ وہ ممانعت مخصوص ہے کہ مخلوقات سے اوسے تشبیہ ندین اور اوسکے حکم مین جور و ظلم کو تجویز
نکرین۔ اب رہا اوسکے توحید مین کلام کرنا اور تشبیہ کی نفی کرنا اور اوسکا نہ ماننا اور مشابہت مخلوقات سے اوسے
منزہ جاننا اور عیبون سے اوسے مقدس سمجھنا یہہ تو مامور مطلوب ہے اور محبوب و مرغوب ہے۔
اور اس امر مین بہت کثرت سے روایتین اور حدیثین وارد ہوئی ہین جن سے یقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے
اور ہمنے اپنی کتاب لارکان فی دعائم الایمان مین اون روایات سے بقدر کفایت بیان کی ہین۔ اور
کتاب الکامل فی علوم الدین کے ایک باب مین اس بارے مین خوب اچھی طرح تمام و کمال بیان کیا ہے
اور عقود الدین مین بھی کچھ کچھ لکھدیا ہے۔ جو انکی طرف رجوع کرے اور انپر اعتماد کرے تو اوسکو کافی
ہے کسی اور کتاب کی ضرورت نرہیگی۔ اور جو شخص قصد کرتا ہے (اخباری) ابطال نظر کا وہ (اگر بانصاف
دیکھے) تو خود اپنی ضعیف رائے کا گواہ ہوگا اور اپنے علم معرفت کا قصور اوسپر ظاہر ہو جائیگا۔ اور مرتبہ
و درجہ متبصرین (مجتہدین باصطلاح اصولیین) سے گھٹا ہوا پائیگا۔ اور نظر اور مناظرہ مین فرق ہے نظر
غیر مناظرہ ہے۔ مناظرہ کی ممانعت اور نہی تو بسبب تقیہ وغیرہ کے ہو سکتی ہے۔ اور نظر سے بھی ممانعت
صحیح نہین ہے اسلیے کہ نظر سے عدول کرنے مین اور اجتہاد و نظر نکرنے سے تقلید کرنا ہوگی۔ اور تقلید کی ممانعت
و مذمت سب عالمون کے نزدیک ثابت ہے اور قرآن مجید اور طریقہ و سنت ہدیٰ سے نص صریح اور مذمت
تقلید کی تصریح ہے۔ پروردگار عالم نے مقلدین کفار کے ذکر مین اور اونکی تقلید کی مذمت مین ارشاد فرمایا ہے
انا وجدنا اباءنا علی امة وانا علی اثارهم مقتدون قل اولو جئتكم باهدی مما وجدتم
علیه اباءکم (ہمنے اپنے اباء (و اجداد) کو ایک طریقہ پر پایا اور (اب) ہم (بھی) اونھین کے طریقہ پر
چلتے ہین۔ کہو اونسے اے رسول ہمارے) اگرچہ ہم تمہارے لئے لائین اچھا طریقہ اوس طریقہ سے جسپر تمہارے
باپ دادا تھے (تو کیا جب بھی تم نہ مانوگے) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو
شخص زبانی باتین لوگون کی سنکر اپنے دین اور اعتقاد کو لے گا اوسکا دین وہ زایل بھی کر دینگے۔ اور جو شخص
کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق اپنا دین قرار دیگا (وہ دین مضبوط ہے) پہاڑ ٹل جائے اور اپنی جگہ سے
سرک جاے مگر دین اوسکا زایل نہوگا وہ کبھی نہ ٹلیگا نہ سرکیگا۔
اور یہہ بھی اونھین حضرت نے فرمایا کہ بچاؤ تم اور تقلید۔ تقلید سے بھاگتے اور بچتے رہو (یعنی اصول دین
مین تقلید نکرو) اسلیے کہ جس نے اصول دین مین تقلید کی وہ ہلاک ہوا۔ (حق تعالے انکی مذمت کرتا ہے)
اور فرماتا ہے اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله اپنے احبار و رہبان کو خدا
ٹھہراتے ہین سوائے خدائے واحد کے) اور قسم ہے خدا کی ہرگز اونھین نے اونکو (احبار و رہبان)
کو سجدہ نہین کیا نہ اونکی نماز پڑھی اور نہ اونکا روزہ رکھا لیکن اونکے لئے حرام خدا کو حلال کیا اور حلال خدا کو
حرام کیا اور وہ لوگ اونکی (احبار و رہبان کی) تقلید و طاعت کرتے ہین ان باتون مین پس وہ عبادت اونکی
ہوئی اور عبادت کرینگے حالانکہ یہہ وہ سمجھے تھے (یعنے سمجھتے تھے) کہ ہم خدا کی عبادت کرتے ہین حالانکہ وہ عبادت
و اطاعت احبار و رہبان کی ہوئی نہ خدا کی) اور فرمایا اونھین حضرت نے کہ جو شخص کسی کہنے والے کی بات کو مانے
اوسنے اوسکی عبادت کی پس اگر وہ کہنے والا خدا کیطرف سے کہتا ہے تو خدا کی عبادت ہوئی۔ اور اگر وہ شخص

اپنی طرف سے کہتا ہے اور شیطان کے بہکانے سے تو شیطان کی عبادت ہوئی - پس اگر تقلید صحیح ہو اور نظر باطل ہو تو ایک گروہ کی تقلید کو دوسرے گروہ کی تقلید پر اولویت نہو گی (اور ترجیح بلا مرجح باطل ہے) اور جو شخص تقلید کے سبب سے ضلالت مین پڑیگا وہ معذور ہو گا - اور جو تقلید سے کسی بدعت کو کرے وہ چاہیے کہ گنہگار نہو - اور یہہ امور ایسے ہین کہ کوئی شخص بھی اسکا قائل نہین ہے - تو اب ہمارے اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ نظر حق ہے اور مناظرہ کرنا امر حق پر صحیح ہے - اور جن روایات کو ابو جعفر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اونکی وہی صورت ہے جو ہمنے بیان کی - اور وہ بات نہین ہے جو اونکے معنون مین اونہون نے (اخباریون نے) خیال کیا ہے اور حق تعالے صاحب توفیق ہے تمام ہوا کلام جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ -

اور مولانا طبرسے رحمہ اللہ نے فرمایا ہے - پہر وہ بات جسنے مجھے اس کتاب کے لکھنے پر آمادہ کیا عدول اور روگردانی کرنا ہے بعض علما کا طریق مناظرہ اور راہ جدال سے بالکل اگرچہ حق بھی ہو - اور آمادہ کیا مجکو اس قول نے اونکے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے کبھی مجادلہ نہین بعمل مین لائے - اور نہ شیعون کو مجادلہ کی اجازت ہے بلکہ شیعون کو مجادلہ کرنیکو منع کیا اور اونسے مجادلہ کو معیوب فرمایا - پس مجکو مناسب معلوم ہوا کہ ایک کتاب ایسی لکھون جو شامل ہو چند مکالمات ومجادلات اصحاب وعلما فروع واصول مین جو اہل خلاف کے اور فضول لوگون کے ساتھ وقوع مین آئے اور امر حق مین اونسے مجادلہ فرمایا ہے اور مناظرہ وکلام کر کے ہر مقصود ومرام کو اتمام کو پہنچایا ہے - اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے جو مکالمہ کو منع فرمایا ہے وہ اون بیچارون کم علمون کو منع فرمایا ہے جنکی زبان اور دین مین قاصر ہین نہ اونکو جو دلیلون اور حجتون مین مخالفین پر غالب آئین اور مناظرہ سے ومکالمہ سے واقف وماہر ہین اسلیے کہ اونکو تو حکم تھا کہ مخاصمین ومنازعین سے ومکالمہ کرین - اور علم کلام کے مداولت ومزاولت مین رہین - اور اسی سبب سے اونکے مرتبے بلند ہوئے اور درجہ بڑہے اور فضائل اونکے مشہور ہوئے اور پہیلے - اور مین ابتداے کتاب شروع کرتا ہون اوس فصل سے جو شامل ہے اون آیات قرآن مجید کے ذکر پر جسمین حق تعالے نے بعض انبیا علیہم السلام کو احتجاج کا صاحبان عدوان ومخالفان سے امر فرمایا ہے - اور یہی فصل شامل اون چند اخبار وروایات پر جسمین فضیلتین بیان ہوئین ہین اون لوگون کی جو دین قویم وصراط مستقیم سے حملون کو بدعتیون کی دفع کرتے ہین - اور حجج قاہرہ اور براہین ظاہرہ باہرہ سے اونکے حملون کو روکتے ہین - پہر شروع کرونگا ذکر چند مجادلات جناب رسولخدا اور ائمہ ہدا علیہم الصلوۃ والسلام کا - یہان تک تھا کلام مولانا طبرسی علیہ الرحمہ کا انتہی اب مین کہتا ہون اون آیات مین سے جنکو مولانا طبرسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا یہہ بھی آیت ہے - وجادلھم بالتی ھی احسن (اور مجادلہ کرو اونسے (کفار سے) اوس طریقے سے جو بہتر ہے) اور یہہ بھی قول حق تعالے ہے (ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن (اور نہ مجادلہ کرو اہل کتاب سے مگر اوس عنوان سے جو بہتر ہو) اور کہا مولانا طبرسی رہ نے کہ روایت کی گئی ہے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ نحن المجادلون فی دین اللہ علی لسان سبعین نبیا (ہمارا مجادل ہونا دین خدا مین ستر نبیون کی زبان پر جاری ہوا ہے) یعنے ہمارے مجادلہ کرنیکی بشارت نبیون نے دی ہے اور ہمارے مجادلہ کی وحی خدا نے انبیا کو کی ہے) اور بسند روایت مین حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام (امام حسن عسکری) سے وارد ہوا ہے کہ فرمایا حضرت

جعفر بن محمدؑ (امام جعفر صادقؑ) سے نے کہ ہمارے شیعون کے علما اوس خندق وغار کے کنارے کفر سے ہین جسمین ابلیس اور اوسکے شیطان ہین تاکہ کم علم وکمزور شیعون پر اونکو خروج کرنے سے روکین۔ اور شیعون کو ابلیس اور اوسکے پیرو ناصبیون کے تسلط سے محفوظ رکھین۔ آگاہ ہو جو شخص ہمارے شیعون سے اس امر کیلیے کھڑا ہو جاے وہ افضل ہے اوس شخص سے جو جہاد کرے کفار ترک وروم وخزر سے ہزار ہزار درجہ۔ اسلیے کہ شخص اول ملعونون کو رد کرتا ہے دین سے ہمارے دوستون کے اور ہمارے دین کے اور شخص ثانی اونکے بدنون سے دشمنون کو دفع کرتا ہے اور یہہ بھی روایت مین اونھین حضرت سے وارد ہوا ہے۔ کہ اگر نہ باقی رہتے بعد غیبت قائم محمد علیہ السلام علما دین کہ جو اون حضرت کے طرف لوگون کو بلاتے ہین اور اونکی طرف ہدایت کرتے ہین اور خدا کی حجتون سے اوسکے دین سے حملہ مخالفین کو دفع کرتے ہین۔ اور ضعیف شیعہ اور کمزور بندگان خدا کو ابلیس اوسکے اور گروہ کے جال سے چھڑاتے ہین۔ اور ناصبیون کے فریب پھندے سے بچاتے ہین۔ تو کوئی بھی دین خدا پر باقی نہ رہتا اور سب مرتد ہو جاتے۔ لیکن وہ علما وہ لوگ ہین کہ زمام قلوب شیعہ ضعفا تھامے ہوے ہین جس طرح ناخدا کشتی کے سکان کو لیے رہتا ہے (اور اوسکو گمراہی سے بچاتا ہے اور راہ پر لگاتا ہے) یہی لوگ خدا کے نزدیک افضل ہین اور بڑی فضیلت رکھتے ہین۔ اور حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مساکین شیعہ (کم علم) ہین انکے ساتھ مواسات اونکی نفقہ سے۔ اور وہ لوگ ہین جنکے اعضا وجوارح شکستہ ہین اور قوتین اونکی ضعیف ہین مکار اعدا سے دین کے جو اون دیندارون کے دین پر مضحکہ کرتے ہین۔ اور اونکی قلوب آگاہ ہو کہ جو اونکو دینیات اور علم وفقہ مین قوت اور اونکی بیچارگی (اور علم کی کمزوری) زائل کرے پھر اونکو ظاہری دشمن ناصبیون پر اور باطنی دشمن ابلیس اور اوسکے شیطانون پر تسلط دے تاکہ وہ اونکو دین خدا سے بہکا سکین اور اولیا آل رسول سے ہٹا سکین کہ حق تعالے اس مسکینیت اور بیچارگی کو اونکے شیطانون کی طرف پھیر دے اور اوسنے گمراہ کرنیسے اونھین عاجز کردے پس اوس شخص نے پورا پورا حق پروردگار کا جو اوسپر تھا ادا کیا جسکو جناب رسولخدا نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہہ بھی فرمایا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے کہ فرمایا علی ابن ابیطالبؑ نے جو شخص دینی مسکین ضعیف المعرفت کو قوت دے اوسکے مخالف ناصب پر اور وہ مسکین اپنے مخالف کو مناظرہ مین بند کرے تو حق تعالے اوس شخص کو قبر مین تلقین کرے گا کہ کہہ اللّٰہ ربی ومحمد نبی وعلی ولی والکعبۃ قبلتی والقران بہجتی وعدتی والمومنین اخوانی اللّٰہ میرا پروردگار اور محمد رسول مختار اور علی ابن ابیطالب میرے ولی وسردار اور قبلہ میرا کعبہ اور قرآن میری راحت کا سامان اور آخرت کا توشہ اور مومنین سے برادرانہ یگانگی کا رشتہ ہے) تب حق تعالے کا ارشاد ہوگا کہ تو نے حجت کو بیان کیا پس تیری راحت کا سامان کیا اور بڑے بڑے درجے جنت کے تیرے لیئے واجب کیئے۔ اوسوقت اوسکی قبر باغ جنت سے زیادہ سبز وشاداب ہو جائے گی۔ اور فرمایا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہما السلام نے کہ ارشاد فرمایا جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے کہ ایکروز دو عورتین منازعت کرتی لڑتی جھگڑتی میرے پاس آئین۔ ایک مومنہ تھی دوسری معاندہ تھی کسی امر دین مین منازعت تھی۔ مینے مومنہ کو حجت ودلیل تعلیم کی اور وہ مومنہ اوس معاندہ پر غالب آئی اور نہایت خوش ہوئی۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کو تیری خوشی سے

آنمیں تجھسے زیادہ خوشی ہے - اور شیطانون اور اونکے گروہ کو اوس معاندہ کے رنج سے زیادہ صدمہ ہے - اور
پروردگار عالم نے ملائکہ سے فرمایا کہ فاطمہ علیہ السلام کیلئے اسکے اجر مین کہ ایک مومنہ کو حجت تعلیم کی ہزار ہزار درجہ
اور زیادہ کرو جو اونکے واسطے بہشت مین معین ہین - اور یہی طریقہ جاری کرو ھر اوس شخص کے لئے جو کسی اسیر مسکین
کو علم دینی تعلیم کرے اور وہ اپنے معاند پر غالب آئے کہ جو اونکے لئے بہشت مین مقرر ہے اوس سے ہزار
ہزار (دس لاکھ) درجہ اور زیادہ کرو - اور یہہ بھی فرمایا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے کہ فرمایا
حضرت جعفر بن محمد امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جس شخص کی ہمت و قصد یہہ رہی کہ ناصبیون کی شدت سے مومنین
و محبین اہلبیت سے توڑتا رہے اور اونکے حملہ اون سے روکتا رہے اونکے فریبون کو کھولے اونکی عیبونکو
ظاہر کرے - اور جناب رسالتمآب کے امور کو بڑہائے اونکی عظمت و بزرگی دیکھائے - تو ملائکہ کی
ہمت اونکے اجر مین یہہ رہتی ہے کہ اونکے لیے بہشت مین عوض ہر حرف کے عدد املاک اہل دنیا سے
قصر اور گھر بنائین - اور قوت ہر فرشتہ کی اونمین سے ایسی ہے کہ آسمانون اور زمینون کو اوٹھا سکین -
تو اب خیال کرنا چاہیئے کہ کتنے قصر اور گھر تمہارے ہون گے اور کسقدر نعمتین ہونگی اور کسقدر قصر ہون گے
جسکی مقدار سوائے پروردگار کوئی شمار مین نہین لاسکتا - اور یہہ بھی ارشاد فرمایا حضرت امام حسن عسکری
علیہ السلام نے کہ جو چیزین ہمارے دوستون اور موالیون کے روز فقر و حاجت و ذلت و مسکنت (یعنی
روز قیامت) آگے آگے ہون گے اونمین افضل اور سب سے مقدم اجر و ثواب ہوگا اوس عمل کا جو کسی
ہمارے دوست مسکین کو دنیا مین ہاتھ سے ناصبی دشمن خدا و رسول کے ہاتھ سے نجات دی ہوگی - پس
جب وہ عالم اپنے قبر سے نکلیگا تو قبر کے کنارے سے اونکے مقام تک بہشت مین ملائکہ قطار باندھے
نعمتون کے ساتھ ہمراہ ہون گے اور اپنے پرون پر اوٹھائے ہونگے اور کہتے جاینگے مرحبا خوشا حال تیرا
خوشا حال اے دفع کرنے والے کلاب کے مضبوط کرنیوالے دین اخیار کے - اور فرمایا حضرت امام
عسکری ع نے اپنے بعض تلامذہ سے جب حضرت کی خدمت مین ایک قوم موالیان و محبان آل محمدؐ سے حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ع ہمارے ہمسائے مین ایک ناصبی ہے کہ وہ ہمکو اذیت دیتا ہے
اور اول - و ثانی - و ثالث کو جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام پر فضیلت دیتا ہے -
اور ہمسے تکرار و حجت کرتا ہے - ہمارے سمجھ مین نہین آتا کہ اوسکو کسطرح جواب دین اور کیونکر اوسکے ہاتھ سے
مخلصی پائین - حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ آپسمین بیٹھے ہوے باتین کرتے ہون تم بھی وہان جاکر
بیٹھو اور اونکی باتین سنو جب وہ تمسے خود سے خواہش کلام کی کرین تو اونسے گفتگو کرو (خود سے نہ چھیڑو
کہ تہمت الزام ہو) پھر جواب مین کوئی بات اوٹھا نرکھو اور اوسکو بند کرو اور اوسکی تیزی کو توڑو پس وہ شخص
اونکے مجمع مین جہان وہ بیٹھے تھے گیا اور اونسے گفتگو کی اور اوسکو جواب مین بند کر دیا کہ وہ متحیر ہوگیا
اور یہہ سمجھتا تھا کہ آسمان پر ہے یا زمین پر - اس سبب سے اون مومنین کو نہایت فرحت و مسرت حاصل
ہوئی اور ناصبیون کو نہایت حزن و حسرت -

پہر ہم جب اپنے امام کی خدمت مین حاضر ہوے تو حضرت نے ہمسے ارشاد فرمایا کہ جو آسمانون مین ہین
ملائکہ وہ تمہاری خوشی سے زیادہ مسرور و فرحناک ہوے بسبب اس ناصبی کے مغلوب ہونیکے

اور ابلیس اور اوسکے تابع بہت زیادہ رنجیدہ ہوے اون ناصبیون کے رنج وصدمے سے - اور خدا
سے طلب رحمت کے اوس مرد مومن کے لیے ملائکہ آسمان اور حجب وکرسی نے اور پروردگار عالم نے
اوسے قبول فرمایا اور اوسکا اکرام فرمایا اور ثواب زیادہ کیا - اور انہین ملائکہ آسمان وحجب وعرش
وکرسی نے لعنت کی دشمن خدا پر جو مغلوب ہوا تہا - اور خدا نے اوسکو قبول کیا اور اوسکا عذاب بڑہایا
اور حساب کو شدید کیا -

اور ان احادیث کا ذکر اگرچہ خطبہ ودیباچہ کتاب مین ہوچکا ہے مگر ازبسکہ اس مقام مین بہی اسکے ذکر
کی حاجت شدید تہے اور ناظرین کو اوسکی طرف رجوع مین دقت تہی لہذا ہمنے پہر اونکو یہان پر ذکر کیا
کہ ناظرین کو زحمت نہو -

اور کتاب احتجاج مین حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے پدر بزرگوار
حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک شخص (مومن ہے اور ایک ناصبی سے
گفتگو ہوئی - اور اوس مومن نے اپنی بحث مین اوسکو ساکت کیا اور اوسکی فضیحتون کو اوسپر ظاہر کیا -
جب وہ مرد مومن حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا -
صدر مجلس مین ایک بڑی مسند بچہی تہی اور حضرت مسند سے الگ تشریف رکہتے تہے - اور
علویین وہاشمین سب حاضر دربار تہے - جب وہ شخص آیا حضرت نے اوسکو مسند پر بٹہایا اور اوسکی
طرف متوجہ ہوے - یہ امر تمام علویین اور ہاشمین پر شاق گذرا علویین نے بپاس ادب عرض
نہ کیا - لیکن بعض بزرگان ہاشمین نے بے ادبانہ عرض کیا - یابن رسول اللہ - آپ اس طرح ایک عامی شخص
کو سادات بنی ہاشم اور طالبیین اور عباسیین پر بزرگی عطا فرماتے ہین -
حضرت نے ارشاد فرمایا - مین نہین چاہتا کہ تم اون لوگون سے ہو اور نہ تمکو ہونا چاہیے اون لوگون سے
جنکے بارے مین حق تعالی نے فرمایا ہے الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یدعون الی
کتاب اللہ لیحکم بینہم ثم یتولی فریق منہم وہم معرضون (کیا نہین دیکہا تو نے اون لوگون
کی طرف جنکو کتاب سے کچہ نصیب وحصہ دیا گیا بلائے جاتے ہین وہ کتاب خدا کی طرف تاکہ وہ
اونکے درمیان مین حکم کرے پہر پہر جاتا ہے ایک فرقہ اونمین سے اور وہ اعراض اور روگردانی
کرتے ہین) کتاب اللہ کے حاکم وحکم ہونے پر تم راضی ہو
سب نے عرض کیا "جی ہان (ہم قرآن کو حکم کرنے پر راضی ہین)"
حضرت نے ارشاد فرمایا "کیا پروردگار عالم نے (قرآن مجید مین) یہ نہین ارشاد فرمایا
ایہا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم اخر قول
والذین اوتوا العلم درجات تک (اے گروہ مومنین جب تمسے کہا جائے کشادگی کرو
مجلسون مین تو کشادگی کرو حق تعالی تمہارے لیے کشائش کریگا (واذا قیل انشزوا فانشزوا
یرفع اللہ الذین امنوا منکم) (اور جب کہا جائے (اٹہو) اوٹہ کہڑے ہو تو اوٹہ کہڑے
ہو بلند (رتبہ) کرتا ہے خدا اونکو جو تم لوگون مین سے ایمان لائے ہین) اور بلند کرتا ہے خدا

اون لوگون کے جنکو علم عطا کیا گیا (بہت) درجے) پس پروردگار عالم نہین راضی ہوا واسطے مومن عالم کے مگر یہ کہ بلند مرتبہ کرے اوسکو مومن غیر عالم پر جس طرح نہین رضامند ہے مگر یہ کہ بلند رتبہ کرے مرد مومن کو غیر مومنین پر جیسے بیان کر پروردگار عالم نے یہ تو فرمایا ہے یرفع اللّٰہ الّذین اوتوا العلم درجات (بلند کرتا ہے خدا اونکے جو علم عطا کیے گئے بہت درجے) کیا یہی ارشاد فرمایا ہے یرفع اللّٰہ الّذین اوتوا شرف النسب درجات (بلند کرتا ہے خدا اونکے جنکو شرف نسب ملا درجے) (یعنے یہ تو ارشاد نہین فرمایا) کیا یہ پروردگار عالم نے نہین فرمایا ھل یستوی الّذین یعلمون والّذین لا یعلمون (کیا وہ لوگ جو عالم ہین اور وہ جو عالم نہین ہین برابر ہین) تو اب بعد ان آیات کے نازل ہونے کے) تم کیون انکار کرتے ہو جو مینے اس شخص کو رفعت دی جسکو خدا نے رفعت و منزلت عطا فرمائی مین صحیح صحیح کہتا ہون کہ اس شخص نے جو فلان ناصبی کی سرکشی کو اون خدا کی حجتون سے جو اسکو خدا نے تعلیم فرمائین تہین توڑا وہ افضل ہے ہر شرف و بزرگی نسب سے۔
یہ سنکر ایک عباسی نے کہا ایسے کہ آپنے شرف اور بزرگی دی ہمپر اور ہمکو گھٹایا اوس شخص سے جو نسبت مین ہمارے برابر نہین ہے اور اوسکا نسب ہمارے نسب کے برابر نہین ہے حالانکہ ہمیشہ ابتداے اسلام سے یہی طریقہ رہا ہے کہ جو شرف مین افضل ہوا وہ مقدم رکھا گیا اوس سے جو شرف مین پست ہوا ہے۔"
حضرت نے ارشاد فرمایا وہ سبحان اللّٰہ کیا عباس نے ابو بکر سے بیعت نہین کی۔ ابو بکر تیمی اور عباس ہاشمی تھے۔ کیا عبد اللّٰہ بن عباس نے عمر بن خطاب کی خدمتگاری نہین کی۔ اور عبد اللّٰہ بن عباس ہاشمی ابو الخلفاء (خلفاے بنی عباسیہ کے باپ ہین) اور عمر عدوی۔ اور کیا سبب تھا کہ عمر نے ایک غلام قریش کو شورے مین داخل کیا اور عباس کو داخل نکیا اور گھسنے نہ دیا۔ پس اگر ہمارا رفعت دینا اوس شخص کو جو غیر ہاشمی ہے ہاشمیون پر برا معلوم ہوتا ہے تو عباس کی بیعت کو بھی ابو بکر سے برا سمجھو۔ اور عبد اللّٰہ بن عباس کی خدمت کو جو بعد بیعت عمر کرتے رہے اوسکو بھی برا مانو پس اگر وہ جائز سمجھتے ہون تو یہ بھی جائز ہے۔"
یہ کلام معجز نظام حضرت علیہ السلام کا سنکر وہ ہاشمی (عباسی) دنگ اور بند ہو گیا۔ گویا اوسکے منہ مین کنکر پتھر ہو گئے۔
پس یہ احادیث مستفیضہ جو متضمن ہین نہایت ترغیب و تحریص پر مجادلہ کرنے پر امور دینیہ اور مطالب حقہ یقینیہ اور اقامت براہین و افحام و اسکات مخالفین پر جو شامل ہین اون مدائح عظیمہ پر جو اون حضرات معصومین علیہم السلام سے اون لوگون کے بارے مین صادر ہوے ہین جنہون نے شورش کو ناصبیون وغیرہ مخالفین فاجرین کے حجج باہرہ و ادلہ قاہرہ قائم کرکے توڑا۔ اور جوابات فاخرہ علما و اصحاب صاف صاف دلالت کر رہے ہین جواز پر اون مباحثات کے جنکا القا و الہام پروردگار علام کی جانب سے ہوتا ہے۔ تمام مقدمات عقلیہ و نقلیہ سے جنسے حجت و احتجاج تمام ہوتی ہے۔ اور جنسے خزی و خسران و لجاج اہل اعوجاج و گمراہان روشن و ظاہر بلا کلام ہوتی ہے۔

اور اون مقدمات مین اسکی ضرورت نہین ہے کہ بالخصوص ہر ایک اونین سے اصحاب عصمت وطہارت (ائمہ معصومین ع) سے سنے گئے ہون۔ خصوصاً بعد نظر کرنے کے اس قول حضرت کی طرف جو روایت اخیرہ مین ہے بحجج اللہ التی علمہ ایاھا (اون حجتون سے جو خدانے اوسے تعلیم فرمائین۔ اور یہ نہین فرمایا بحجج اللہ التی علمناھا (اون حجتون سے خدا کی جو ہمنے اوسے تعلیم کین۔ اور یہ بھی امر ہے (مثبت جواز) ہر کہ مباحثات کی صورتین اور اونکی کیفیتین محدود و محصور نہین ہین۔ پس اس صورت مین یہ کہنا کہ دلیلون اور دلیلون کے مقدمات کا سننا معصوم سے چاہیے بالکلیہ باب مجادلہ و مناظرہ دینی کو مسدود کرتا ہے۔ اور یہ بالکل خلاف ہے اون روایات کے۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ اہل خلاف کو غلبہ ہو اور اہل حق کو سکوت ہو اکثر مقامات مین۔ کیون یہ ضروری بات ہے کہ اکثر موارد مخصوصہ مین روایات نہین ملتے۔ اور یہ ظاہر ہے کوئی پوشیدہ بات نہین ہے۔ اور امر مذکور ظاہر البطلان ہے کہ موجب مغلوبیت اہل حق و ایمان ہے۔

اور انہین شیخ فاضل (شیخ حر عاملی رہ) نے فوائد طوسیہ مین۔ فائدہ مراتب معرفت مین تصریح کی ہے کہ نصیحت مومنین و بیان حق و دفع شبہات دین سے واجب ہے۔ اگرچہ خود آپ ہی اپنے نفس سے مناقضہ کیا ہے اور کلام مین تناقض ہوا ہے۔ جیسا کہ اونکی امثال کا بھی یہی طریقہ اور یہی عادت ہے۔ اور یہ تناقض اوس فائدہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کلام ہے مخالفت مین لکھا ہے۔ اسلیے کہ وہان لکھا ہے۔ کہ یہ جو بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے کہ مجادلہ و مناظرہ واجب کفائی ہے تاکہ کمزور اور کم علمون سے شبہونکو رفع دفع کرے۔ اسکا جواب معلوم ہو چکا اسکے علاوہ یہ ہر کہ یہ وجوب عامہ اور اہل خلاف کے مذہب پر ٹھیک ہے۔ کیونکہ وہ لوگ قائل ہین کہ اہل حل و عقد سے دین و شریعت کی حفاظت ہے۔ اور بنا بر قول امامیہ کے اسکی ضرورت و حاجت نہین ہے۔ کیونکہ حفاظت دین و شریعت کام امام کا ہے نہ رعیت کا۔ تمام ہوا قول شیخ فاضل۔

اب مین کہتا ہون کہ انکے قول اخیر کی رد مین یہ قول حضرت ابو الحسن امام حسن عسکری کافی کہ حضرت نے فرمایا لولا من یبقی بعد غیبۃ قائمکم من العلماء الخ (اگر نہ باقی رہتے بعد غیبت قائم آل محمد کے علما) آخر حدیث تک۔ اور مثل اسکے جیسا سابق مین معلوم ہوا۔

پس اگر مکابرہ اور مجادلہ غیر احسن پر بنا رکھکے تم کہو کہ ہم نہین تسلیم کرتے اور نہین مانتے کہ ان اخبار و روایات کی دلالت تمہارے مذہب کے موافق ہے اور تمہاری تحقیق کے مطابق ہے بلکہ قید استماع اور سننے کے اون حضرات معصومین علیہم السلام سے ہر روایت جو تمنے لکھین ہین معتبر ہے اگرچہ یہ قید روایات مین مذکور نہین ہوئی ہو۔ تو ہم کہین گے کہ ہمپر واجب نہین ہے کہ تمہارے ہر مجادلہ غیر احسن اور تمام ہٹ و ہرمیون کا جواب دین۔ لیکن تبرعاً تمپر احسان کرتے ہین اور واسطے مزید اظہار حق کے اسکا بھی جواب دیتے ہین۔ الحمد للہ کہ احادیث اور کئی امر ایسے ہین جو صراحۃً ہمارے مذہب کے موافق دلالت کرتے ہین جس سے تمھین کسی طرح جحد و انکار ممکن نہین ہے۔ اونمین سے وہ روایت ہے جو محمد بن یعقوب کلینی نے بسند صحیح منصور بن حازم سے روایت کی ہے۔ منصور ابن حازم کہتے ہین کہ مینے خدمت بابرکت

حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام مین عرض کیا۔ صحیح صحیح بات یہ ہے کہ پروردگار عزوجل اکرم و اجل بزرگ و برتر ہے اس امر سے کہ اوسکی شناخت اوسکی مخلوقات سے ہو بلکہ مخلوقات کی معرفت خدا ہی کی صنعت اور خلق کرنے سے ہوی ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا سچ کہا تمنے۔

پھر مینے عرض کیا۔ کہ جسنے یہ پہچانا کہ اوسکا کوئی خدا ہے۔ تو اوسکے لیے یہی ضرور وہ سمجھے اور جانے کہ اوسکے رب و مالک کے لیے رضا و سخط خوشنودی و غضب ہی۔ اور رضامندی و نارضامندی کا معلوم ہونا بغیر وحی اور رسول کے معلوم نہین ہو سکتا۔ پس جسپر وحی نازل نہین ہوتی اوسکو چاہیے کہ رسول کی تلاش کرے اور اوسکو ڈھونڈھے۔ جب اوسنے ملاقات ہوی تو سمجھے کہ وہ حجت خدا ہین اور واجب الطاعت اور مفروض الطاعت ہین۔

اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ مینے لوگون سے (اہل خلاف) سے کہا کہ کیا تمکو یہ خیال نہین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ خدا کی طرف سے اوسکے بندون پر تھے۔ اونہون نے کہا کیون نہین (وہ حجت خدا تھے) مینے کہا جب رسولخدا (اس جہان سے) گذر گئے تو کون حجت خدا خلق اللہ مین تھا۔ اونہون نے کہا قران مجید و فرقان حمید۔ تو اب مین نے نظر کی قران مجید مین تو دیکھا تو اسی قران سے تمام فرقے مرجیہ اور قدریہ۔ اور وہ کافر و زندیق جو قران کو نہین مانتے وہ سب اسی قران سے اپنے مطلب کے موافق اور اپنے مذہب کے مطابق دلیلین لاتے ہین۔ اور لوگون پر غالب آتے ہین تو مجکو معلوم ہوا کہ یہ قرآن بغیر قیم کے جو اسکے ٹھیک ٹھیک معنے سمجھ سکے اور اسکو قائم رکھے اور جو وہ کہے وہی حق ہو۔ حجت نہین ہو سکتا پس مین نے اونسے کہا کہ قران کا قیم (قائم رکھنے والا) کون ہے۔ اونہون نے کہا۔ ابن مسعود عالم قران تھے عمر اوسکے عالم تھے۔ حذیفہ اوسکو سمجھتے تھے۔ مین نے اونسے کہا کہ تمام قران کے عالم تھے۔ اونہون نے کہا نہین۔ تو اب مین تو سواے علی بن ابیطالب علیہ السلام کے اور کسی کو بھی نہین پاتا جسکے بارے مین کہا جاے کہ وہ تمام قران کا عالم ہے۔ جب کوئی بات قوم کو درپیش ہوتی تھی تو یہ کہتے تھے کہ مین نہین جانتا وہ کہتا تھا کہ مین نہین جانتا اور یہ (جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام) فرماتے تھے کہ مین جانتا ہون۔ پس مین دل سے گواہی دیتا ہون کہ جناب امیر علی بن ابیطالب علیہم السلام قیم (قائم رکھنے والا) قران مجید و فرقان حمید کے تھے۔ اور اونکی اطاعت واجب ہے اور وہ حجت خدا بعد رسول خدا کے تھے اور جو کچھ اون حضرت نے فرمایا وہ حق ہے۔

یہ سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا رحمک اللہ (خدا اپنی رحمت تیر نازل کرے) اور اونہین روایات مین سے وہ روایت ہے جو کافی اپنی سند کے ساتھ آبان سے مروی ہے۔ آبان کہتے ہین کہ مجھسے احول نے بیان کیا کہ زید بن علی بن الحسین علیہم السلام نے مجھے طلب فرمایا اور اوسوقت وہ مین [illegible] مخالف و مخفی تھے۔ جب مین حاضر ہوا مجھسے کہا اے ابو جعفر کیا کہتے ہو تم اگر ہمارے سبب سے کوئی امر عظیم تمکو درپیش ہو۔ کیا تم اوسکا ساتھ دوگے اور اوسکے ساتھ شریک ہوگے اور خروج کروگے مین نے کہا کہ اگر آپ کے پدر عالیمقدار یا برادر بزرگوار ہوتے تو مین اونکا شریک ہوتا اور اوسکے ساتھ خروج کرتا۔ احول کہتے ہین کہ زید بن علی نے مجھسے کہا کہ میرا ارادہ خروج کا ہے کہ اس قوم سے

جہاد کرون پس تم بھی میرے ساتھ خروج کرو۔ مینے کہا کہ مین آپ پر فدا ہون مین تو ہرگز ایسا نہ کرونگا پھر اونہون نے مجھے کہا کہ اپنے جان بچاتے ہو (اور ایسے وقت مین مجھسے آنکھ چراتے ہو) مینے اونسے کہا کہ جان تو ایک ہی ہے (ایک نہ ایک وقت مرنا ہی ہے پھر اوس سے کیا ڈرنا ہے) پس اگر زمین پر کوئی حجت خدا ہے تو آپ سے علیٰحدہ رہنے والا اور آپ کا ساتھ نہ دینے والا ناجی ہے۔ اور آپ کے ہمراہ رہنے والا اور جہاد کرنے والا ہالک ہے۔ اور کوئی حجت خدا زمین پر نہین ہے تو آپ کا ساتھ دینے والا اور چھوڑنے والا دونون برابر ہین۔

احول کہتے ہین کہ یہ سنکر زید بن علی نے مجھے کہا کہ اے ابوجعفر مین اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھا تھا وہ حضرت مجکو عمدہ تر لقمہ کھلاتے تھے اور گرم لقمہ کو ٹھنڈا فرماتے تھے اور ٹھنڈا اور سرد فرماکر شفقت و محبت سے کھلاتے تھے۔ تو گرم لقمے سے میرے جلنے کو بچاتے تھے اور آتش جہنم مین جلنے سے مجھے نہ بچاتے اور اس بارے مین مجھپر شفقت نہ فرماتے۔ کہ تمکو تو دین کی خبر دی اور مجکو راہ دین نہ بتاتے مینے کہا کہ مین آپ پر فدا ہون ایسی شفقت و محبت کی راہ سے تو آپ سے نہین فرمایا کہ آتش جہنم کا آپکے لیے خوف فرمایا کہ اگر آپ قبول نفرماوین تو داخل جہنم ہون۔ اور مجھسے بیان فرمایا کہ اگر مین مانون اور قبول کرون تو نجات پاؤن اور اگر قبول نکرون تو اونکو کچھ پرواہ نہین اگر مین داخل جہنم ہون۔ پھر مینے عرض کی کہ مین آپ پر فدا ہون آپ لوگ افضل ہین یا انبیاء سابقین کہا بلکہ انبیاء افضل ہین۔ مین نے عرض کیا کہ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف علی نبینا وآلہ وعلیہما السلام سے ارشاد فرمایا یا بنی لا تقصص رویاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا (اے میرے فرزند اپنے بھائیون سے اپنا خواب نہ بیان کر تاکہ وہ تجھسے مکر و کید کرین) اون بھائیون کو نہین بتایا (اور بمصلحت و خوف مفسدہ) نہی کیا تاکہ وہ کید نکرین۔ اسی طرح آپکے پدر عالیمقدار نے آپ سے پوشیدہ کیا خوف اسکا ہوا کہ آپ قبول نکرینگے۔

احول کہتے ہین کہ یہ سنکے زید بن علی نے مجھے کہا کہ آگاہ ہو اگر تم مجھسے یہ کہتے کہ تیرے مدینے والے صاحب (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) نے مجھسے یہ کہا کہ مین (زید بن علیؑ) قتل ہونگا اور کناسہ مین مصلوب ہونگا۔ اور اونکے پاس ایک صحیفہ ہے کہ جسمین میرا قتل ہونا اور مصلوب ہونا لکھا ہے تو مین تجھسے حجت و تکرار کرتا۔ احول کہتے ہین کہ یہ سب باتین اور گفتگو زید کی مینے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی حضرت نے فرمایا کہ تمنے اونکو شش جہت سے گھیر لیا خلف و قدام و فوق و تحت و یمین و شمال سے اور کوئی راہ اور جگہ اونکے چلنے کی نہین چھوڑی۔

اور علامہ نے خلاصہ مین لکھا ہے کہ ہشام بن الحکم ثقہ تھے روایات مین اور اس امر مین خوب تحقیق کرتے تھے اور اونکے بڑے مدحین دونون حضرت امام جعفر صادقؑ اور امام موسی کاظم علیہما السلام سے وارد ہوے ہین اور وہی وہ شخص ہین۔ کہ امامت مین جنھون نے کلام کا طریقہ نکالا۔ اور مذہب کو نظر سے مذہب و مہذب کیا اور نہایت حاذق و ماہر علم کلام مین تھے اور خوب حاضر جواب تھے۔

اور شیخ نے اپنی فہرست مین لکھا ہے کہ ہشام کی کنیت ابو محمد تھی۔ اور وہ مولاے بنی شیبان کوفی تھے۔ وہان سے بغداد مین چلے آئے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور اونکے فرزند دلبند حضرت امام

موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت سے مشرف ہوتے تھے۔ اور ان دونوں معصوموں کی بہت سی روایتیں انسے منقول ہوئی ہین۔ اور علم کلام مین۔ نہایت درجہ حاذق و ماہر تھے حاضر الجواب تھے۔

ایک روز معویہ سے کسی نے دریافت کیا (یہ ہشام اوس صحبت مین موجود تھے) کہ آپ جنگ بدر مین موجود تھے۔ انہین (ہشام) نے کہا جی ہان آپ اوس جانب (کفار کی) سے شریک تھے۔ اور کشی مین اپنے اپنے اوستاد کے ساتھ ہشام بن سالم سے روایت ہے ہشام بن سالم کہتے ہین کہ فرمایا ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے کہ ہشام (بن الحکم) سے کہو میرے پاس لکھ بھیجین جس سے قدریہ کی رد کی جاتی ہے۔ ہشام بن سالم کہتے ہین کہ ہشام بن الحکم نے حضرت کو عرضے مین لکھا۔ کہ قدریہ سے پوچھا جاے کہ خدا کا گنہگار کس سبب سے ہوتا ہے اور کس چیز سے ہوتا ہے۔ اوس چیز سے جو خدا کی جانب سے ہے یا اوس چیز سے جو بندون کی طرف سے ہے یا اوس چیز سے جو نہ خدا کی طرف سے ہے اور نہ بندون کی جانب سے۔

جب یہ عرضے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئی تو ارشاد فرمایا۔ کہ حربی کو وہ لوگون نے وہ خط حربی کو دیا ام حربی نے دیکھا اور کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہین ہے اسمین کیا کیا ہے۔ حضرت ابوالحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ اسمین کوئی بات اور کوئی چیز بھی نہین چھوڑی ہے (خوب ہی چارون طرف کے قدری کی گردن مروڑی ہے)، اور مجالس شیخ مفید علیہ الرحمہ مین ہے کہ یحیی بن خالد برمکی نے ہشام بن حکمؒ سے سامنے ہارون رشید عباسی کے پوچھا۔

یحیی بن خالد برمکی۔ اے ہشام یہ تو بتایئے کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ دو مختلف باتین ایک دوسرے کے مخالف ہون اور پھر دونون حق در صحیح اور صحیح ہون"

ہشام بن الحکم۔ نہین ہرگز ایسا نہین ہوسکتا کہ دو مختلف باتین اور دونون حق ہون"

یحیی بن خالد برمکی۔ اگر دو شخص آپس مین جھگڑا کرین کسی حکم دینے مین اور دونون نزاع مین مختلف ہون تو کیا ان صورتون سے خالی ہوگا۔ کہ یا تو وہ حق پر ہون یا وہ دونون باطل پر ہون۔ یا ایک اونمین سے حق پر ہو اور ایک باطل پر ہو"

ہشام بن حکم۔ ہان ٹھیک ہے ان صورتون سے خالی نہین ہے۔ اور یہ نہین ہوسکتا کہ وہ دونون حق پر ہون اور یہ تو مین پہلے ہی کہہ چکا ہون"

یحیی بن خالد۔ تو اب بتایئے کہ علیؑ اور عباسؓ مین جو جھگڑا ہوا میراث کے بارے مین اور ابوبکر کے پاس لڑتے ہوئے گئے تو کون انمین سے حق پر تھا اور کون باطل پر تھا۔ کیونکہ تم تو کہتے ہو کہ نہ تو دونون حق پر ہوسکتے ہین اور نہ دونون باطل پر ہوسکتے ہین"

ہشام بن حکم۔ (دل مین) "اگر مین یہ کہتا ہون کہ علی علیہ السلام (معاذ اللہ) باطل پر تھے تو کفر ہوتا ہے دین و مذہب جاتا ہے۔ اور اگر کہتا ہون کہ عباسؓ باطل پر تھے تو ابھی ہارون رشید گردن مارتا ہے اور قتل کرتا ہے (عجب سخت مشکل ہے) نیا مسئلہ درپیش آیا کبھی کسی نے مجھسے اسکا سوال نہ کیا تھا اور نہ اسکا جواب مینے مہیا کیا تھا۔ اوسوقت مجکو قول جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا اپنے بارے مین یاد آیا۔

گروہ حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے ہشام تم جب تک ہماری نصرت زبان سے کرتے رہوگے ہمیشہ روح القدس (اور جانب خدا سے) تمہاری تائید ہوتی رہیگی۔ یہ سمجھکر میرا دل مضبوط ہوا اور میٔنے کہا کہ مین ذلیل ہونگا۔ یہ خیال آنا ہی تہا کہ فوراً اوسی وقت جواب ذہن مین آگیا اور میٔنے اونسے کہا کہ ہشام بن حکم۔ (زبان سے) "ان دونون مین کوئی خطا پر نہ تھا دونون حق پر تھے اور حق کو ثابت کرتے تھے اور اسکی نظیر قرآن شریف مین موجود ہے حضرت داؤد علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام کے قصہ مین۔ جہان حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے آیت وھل اتٰیک نبأ الخصم اذ تسوروا المحراب سے آیت خصمان بغیٰ بعضنا علیٰ بعض تک۔ (اور کیا پہونچی ہے تمکو خبر نزاع کہ جب پشت دیوار محراب سے ظاہر ہوئی (اور کہا اون دو فرشتون نے کہ ہم) دو نزاع کرنے والے ہین کہ ہم سے بعض نے بعض پر بغاوت کی ہے) پس ان دونون فرشتون مین سے کون خطا پر تہا اور صواب پر کون تہا۔ کیا تم یہ کہوگے کہ وہ دونون خطا پر تھے۔ تو اس صورت مین جو جواب تمھارا ہے وہی جواب بعینہ ہمارا ہے"

یحیی بن خالد۔ "مین یہ کیون کہونگا کہ وہ دونون فرشتے خطا پر تھے۔ بلکہ مین کہتا ہون کہ وہ دونون ٹھیک ٹھیک کہتے تھے۔ اور یہ اسلیے کہ اونمین درحقیقت آپس مین نزاع اور جھگڑا ہی نہ تہا اور نہ کسی حکم مین آپس مین اختلاف تہا۔ یہ دونون فقط اسلیے ظاہر ہوے کہ حضرت داؤد کو خطا سے آگاہ کرین اور حکم اونکو بتادین اور اونکو اوس حکم سے واقف کردین"

ہشام بن حکم۔ "پس اسی طرح علی علیہ السلام اور عباسؓ حکم مین اختلاف نہین رکھتے تھے اور نہ درحقیقت آپس مین نزاع رکھتے تھے۔ یہ اختلاف ونزاع فقط اسلیے ظاہر کیا تہا کہ ابوبکر کو اوسکی غلطی پر تنبیہ کرین اور اوسکی خطا پر اوسے واقف کرین اور میراث مین جو ظلم اونپر ہوا تہا اوسے ظاہر کرین۔ اور خود اونکو اپنے امر مین کوئی شبہہ نہ تہا۔ یہ امر اونکا مثل اونہین دو فرشتون کے امر کے تہا۔ یہ جواب باصواب سنکر یحیی ابن خالد برمکی ساکت ہوگیا اور پھر اوسی کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور ہارون رشید عباسی نے بھی یہ جواب پسند کیا"

اور کشی مین مناظرہ ہشام اور عمرو بن عبید کی حکایت مین لکھا ہے۔ کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اے ہشام یہ بات تمکو کس نے سکھائی ہشام نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ۔ خود بخود میری زبان پر جاری ہوگیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ہشام یہی قسم بخدا حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ کے صحیفون مین لکھا ہوا ہے۔

اور کشی مین علی بن یونس سے ہے کہ مینے خدمت بابرکت حضرت امام رضا علیہ السلام مین عرض کیا کہ مین فدا ہون آپ پر ہمارے اصحاب مین اختلاف ہے۔ حضرت نے فرمایا کس چیز مین اختلاف ہے کوئی بات اومین سے بیان کرو۔ علی بن یونس کہتے ہین کہ اوسوقت مجکو اور تو کچھ یاد آیا مگر یہ یاد رہا اور مینے عرض کیا اونمین ایک یہ ہے کہ زرارہ مین اور ہشام بن الحکم مین اختلاف ہے زرارہ کہتے ہین کہ ہوا (خواہش نفس) کوئی چیز نہین ہے۔ اور ہشام کہتے ہین کہ یہ ایک چیز ہے جسکو خدا نے مخلوق کیا ہے۔ یہ سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہشام کے قول کا قائل ہو۔ اور زرارہ کے قول پر نہ چل۔ اور قریب اسی کے ہے جو شیخ مفید علیہ الرحمہ

مجالس میں لکہا ہے۔ ابو الحسن بن ہشیم رہ نے ایک مرد نصرانی سے کہا کہ تم اپنے گلے میں صلیب کیون لٹکاتے ہو۔ اوس نصرانی نے کہا کہ یہ شبیہہ ہے اوسکی جسپر حضرت عیسےٰ کو سولی دی تہی۔ ابو الحسن بن ہشیم رہ نے کہا کہ کیا حضرت عیسےٰ کیا یہ چاہتے تھے کہ اوسکی تصویر بنائی جائے۔ اچہا یہ تو بتاؤ کہ کیا حضرت عیسےٰ حمار پر سوار ہوکر اپنے کام اور حاجت کے لیے جاتے تھے۔ اوس نصرانی نے کہا ہان۔ ابو الحسن رہ نے کہا تو حضرت عیسےٰ یہ چاہتے ہونگے جب تک مین اپنی حاجت اور اپنا کام کرون یہ حمار زندہ اور باقی رہے اوس نصرانی نے کہا کہ ہان۔ ابو الحسن بن ہشیم نے تو یہ کیا کہ جسکو حضرت عیسےٰ دوست رکہتے تھے اور اوسکی بقا و زندگی چاہتے تھے اور اپنی حیوۃ مین اوسپر بخوشی وخواہش سوار ہوتے تھے اوسکو تو تمنے چہوڑ دیا اور جسکو دشمن رکہتے تھے اور بکراہت جبر اوسپر سوار کیے گئے (صلیب) اوسکو تمنے اختیار کیا اور اوسکی تصویر گردن مین لٹکائے پہرتے ہو۔ اس قاعدہ کے موافق تو تمکو لائق ہے کہ گدہے کی تصویر بناکے گلے مین ڈالو اور صلیب کو اوتار پہینکو۔ اور اگر ایسا نہین کیا تو یہ تمہاری محض جہالت وہٹ دہرمی ہے۔

اور اوسی کتاب مین یہ بہی ہے۔ کہ ایک دن فضال بن حسین کوفی کا گزر ابو حنیفہ کی طرف سے ہوا جہان مجمع کثیر مین فقہ و حدیث لوگون کو لکہوائی اور بتائی جا رہی تہی۔ فضال نے اپنے ساتہی سے کہا کہ مین تو یہان نہ ٹلونگا جبتک ابو حنیفہ کی گرم بازاری سرد کرون۔ انکے ساتہی نے کہا۔ کہ ابو حنیفہ کا علم وفضل مشہور ہو رہا ہے بہت بڑا لوگ اوسے سمجہتے ہین۔ لوہا اوسکا مانے ہوے ہین۔ دلیلین اور حجتین ظاہر ہو رہی ہین فضال نے کہا۔ نہین۔ کبہی تمنے دیکہا ہے کہ مومن پر کسی کی حجت ودلیل بالا رہی ہے۔ یہ کہکے ابو حنیفہ کے قریب گئے سلام کیا۔ ابو حنیفہ نے اور سب نے جواب سلام دیا۔ فضال نے کہا کہ اے ابو حنیفہ رحمک اللہ میرا ایک بہائی ہے وہ کہتا ہے کہ تمام لوگون سے بہتر اور سب سے برتر بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ علی بن ابیطالب علیہ السلام ہین۔ اور مین کہتا ہون کہ ابو بکر اور بعد اونکے عمر۔ آپ اس بارہ مین کیا فرماتے ہین۔ یہ سُنکے ابو حنیفہ تہوڑی دیر سر کو جہکا کر سکوت کیا۔ پہر سر اوٹہا کر کہا کہ اونکی منزلت اور رفعت و بزرگی جو رسول خدا کے نزدیک تہی وہ اونکے فخر کے لیے کافی ہے۔ کیا تم یہ نہین جانتے کہ وہ دونون جناب رسول خداؐ کی قبر کے پاس ہر وقت پہلو مین ہین۔ اور اس سے بڑہکر اور زیادہ کونسی حجت ودلیل روشن ہو سکتی ہے۔ فضال نے کہا کہ یہ تو مینے اپنے بہائی سے کہا تہا لیکن وہ یہ کہتا ہے۔ کہ اگر یہ مکان ومقام رسول خداؐ کا تہا اور انکا نہ تہا تو انہون نے اپنے دفن ہونے مین ظلم اور غصب کیا کہ جو مقام اور جگہ انکی نہ تہی اور جسمین انکا کوئی حق نہ تہا وہان دفن ہوے۔ اور اگر وہ جگہ انہین کی تہی اور جناب رسالتمآب صلعم کو ہبہ کر دی تہی تو بہی بُرا کیا اور اچہا نہ کیا کہ پہر دی ہوی جگہ پہیر لیا اور عہد توڑ ڈالا۔ یہ سُنکر ابو حنیفہ نے بہی تہوڑی دیر سر جہکایا۔ اوسکے بعد کہا کہ یہ زمین (بعد حضرت کے) حضرت کی نہ تہی اور نہ بالخصوص ان دونون کی تہی۔ بلکہ ان دونون صاحبون نے بنظر حق عائشہ وحفصہ کے اپنے دفن کا استحقاق حاصل کیا اور اپنے بیٹیون کے حق اور حصے مین دفن ہوے۔ فضال نے کہا یہ بہی مینے اپنے بہائی سے کہا۔ وہ جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی نو ازواج تہے تو ہم دیکہتے ہین کہ ہر ایک کا اونمین سے آٹہوین حصہ مین کا نوان حصہ ہوا۔ پہر جب او سجگہ کا

خیال کرین تو اوس مکان کا حصہ آٹھوین حصہ کا نوان حصہ ایک بالشت ہوتا ہے۔ تو کیونکر یہ دونون مرد ایک ایک بالشت سے زیادہ کے مستحق ہیں۔ اور اوسکے بعد یہ ہے کہ یہ کیا سبب کہ عائشہ اور حفصہ تو رسولخدا کے وارث بنین اور فاطمہ اونکی بیٹی میراث نپائین اور اونکو میراث نملے۔ یہ سنکر ابوحنیفہ نے کہا اے لوگو اسکو میرے پاس سے دور کرو ہٹاؤ واللہ یہ خبیث رافضی ہے یہانتک تھی روایت مجالس کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس طرحکی بہت مثالین ہین جو سمجھدار اور باخبر و ماہر ہو تتبع روایات و حالات اصحاب کرے اوسپر پوشیدہ نہین رہ سکتین۔ اور تمام اصحاب آئمہ اطیاب کے نام ذکر کرنا اور اونکے مکالمات و مناظرات کا لکھنا جو دلالت ہمارے مطلب پر کرتے ہین طریقہ کتاب سے خارج ہین۔

پس اب ظاہر ہوگیا کہ یہ جو بعض اخباریون نے کہا ہے۔ کہ طیار (ایک صحابی ہین) نے عرض کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہ اگر آپ ایک انار کے ٹکڑے کیجیے اور بعض حلال اور بعض کو حرام فرمائی تو مین گواہی دونگا کہ بیشک جسکو آپ نے حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسکو آپ نے حرام فرمایا وہ حرام یہ سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمکو کافی ہے کہ اون جناب کے قول کے قائل رہو یعنے حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے۔

پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طیار مکالمہ و مناظرہ اونہین باتون سے اور اوسی کلام سے کرتے تھے جو امام سے سنتے تھے یا جسکا مدلول و حاصل امام سے سنتے تھے۔ (یہ ہی قول اخباریون کا ہے) اور ہمارے علما نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ہشام بن الحکم سے ابوالحسن جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے مقام منے مین پانچسو مسئلہ علم کلام کے دریافت کیے ہشام کہتے جاتے تھے کہ وہ (مخالفین) یہ کہتے ہین۔ حضرت ارشاد فرماتے تھے تم اوسکے جواب مین یون کہو پس حضرت نے اون پانچسو مسئلون کا اونہین جواب دیا اور ہشام اونہین جوابات سے مکالمہ کرتے تھے۔ اور یہ معلوم ہے کہ علم کلام کے مطالب اس سے زیادہ ہونگے۔ پس جو شخص التزام اسکا کرے (یعنے کلام امام ہی سے جواب مخالفین دے) وہ نہی و ممانعت مین داخل ہوگا۔" یہانتک کلام اونہین بعض اخباریون کا۔

(جناب غفرانمآب طاب ثراہ جواب مین ارشاد فرماتے ہین) یہ کلام اونکا رجماً بالغیب سے خالی نہین ہے۔ اسلیے کہ یہ تو احادیث کثیرہ اور اخبار مستفیضہ سے معلوم ہوچکا کہ مجادلہ کرنا مخالفین سے امور دین مین تمام مقدمات صحیحہ سے خواہ وہ معصومین علیہم السلام سے سنے ہون اور خواہ نسنے ہون جائز ہے۔ تو اب کوئی وجہ اسکی نہین ہے کہ طیار کلام عقلی صحیح سے جو معصوم سے نسنا ہو کلام کرتے ہون۔ اور وہ روایت جسکو اون بعض اخباریون نے ذکر کیا اونکے قول پر کچھ بھی دلالت نہین کرتے۔ بلکہ وہ روایت حسن عقیدت طیار پر دلالت کرتی ہے جو اونکو آئمہ علیہم السلام کے ساتھ تھا۔ اور تحسین امام علیہ السلام بظاہر اسی عقیدہ پر ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تمھاری فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ جو میرے پدر بزرگوار نے فرمایا اوسکے قائل ہو عصمت آئمہ علیہم السلام مین اور اونکے واجب التسلیم ہونے مین۔

اور وہ روایت جو ہمارے علما نے سوالات ہشام و جوابات حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے

بارے مین بیان کی ہے۔ تو اوسمین پہلے یہ بحث ہے کہ وہ جوابات اور اونکی تفصیلین اس زمانے مین کچھ بھی باقی نہین رہی ہین تو اب اونکے حاصل ہوجانے مین علم و یقین ہوجانا اور اونکے ساتھ مکالمہ و مناظرہ مین جواب دینا اب ممکن ہی نہین ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہ پہلے معلوم ہوچکا کہ ہشام خود مکالمہ اوس کلام سے بھی کیا کرتے تھے جسکو معصوم علیہ السلام سے سنا بھی نہ تھا جیسا کہ سابقاً ذکر ہوچکا تو اب دوسری کو کیا ہوا۔ تیسری بحث یہ ہے کہ یہ کہنا کہ مطالب علم کلام پانچسو سے زیادہ ہونگے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اصلی مطالب اس سے زیادہ ہونگے تو یہ کچھ بعید نہین ہے لیکن کلام عام ہے بالذات و اصلی۔ اور بالعرض و فرعی سے۔ اور اگر مراد عام ہے اصلی و غیر اصلی سے تو پھر یہ مسلم نہین ہے مطالب علم کلام پانچسو سے زیادہ ہون اور یہ کیونکر ہوسکتا حالانکہ کشی کہتے ہین کہ مینے محمد بن شاذان کی کتاب مین خود اونکے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا۔ وہ لکھتے ہین کہ مینے ابو محمد قماص حسن بن علویہ سے جو ثقہ تھے سُنا وہ کہتے تھے کہ مینے فضل بن شاذان سے سنا ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ یونس بن عبد الرحمن نے چوّن حج کیے اور چوّن عمرہ بجالائے اور ایک ہزار جلد ین رد مخالفین مین تالیف کین۔ تو اب مسائل امامت اور اوسکے متعلقات کے جب یہ کثرت اور یہ مقدار ہے تو تمام مسائل دینیہ مین تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کسقدر ہونگے۔ اور سب سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے جسپر غمزدہ عورت جسکا جوان لڑکا مرگیا ہو اوسکو بھی ہنسی آجائے کہ بڑے بڑون کے اس فرقے کے جو گیارہوین صدی یا بارہوین صدی ہجری مین حادث ہوے جو تمام اصحاب متکلمین اور سب علما مجتہدین پر طعن کیا کرتے ہین داب و عادت یہ ہے کہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہین۔ اور عوام کے سامنے علما پر اپنی بڑی تعلی جتاتے ہین۔ اور زبان کے طعن و زخم لگاتے ہین اور عمل کرنے مین سب بھول جاتے ہین یا بھلا ڈالتے ہین۔ اور اگر اپنے کلام کو بھول جاتے ہین تو بھول جاتے ہین لیکن اس کلام خدا کو کیون ذہول مین ڈالتے ہین اور بھلاتے ہین۔ لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (کیون ایسی بات کہتے ہو جسے نہین کرتے یہ بڑی ناخوشی کی بات ہے خدا کے نزدیک کہ جسے کہو اوسے پھر نہ کرو)۔ اور تفصیل اس مقال کی اور تبیین اس حال کی انکی مصنفات اور اونکی فتاوے مین ہے اور جو اونکے موجودین کے حالات اور اعمال سے متعلق ہے اس امر کی مقتضی ہے کہ ایک رسالہ علیحدہ لکھا جاے اسلیئے اسکو ہمنے اصحاب اذہان زکیہ و ارباب افہام المعیہ کے تفحص و تجسس پر حوالہ کیا۔ لیکن اس لحاظ سے کہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ (جو سب بنا سے تو سب کو ترک بھی نکرے) (ساری کے لیے آدھی کو نچھوڑے) اور یہ بھی زبان زد خلائق و مثل مشہور ہے کہ مشکل بات کے پیچھے پڑکے آسان کو نہ چھوڑے۔ لہذا مین کچھ باتین اونکی بطور نمونہ کے بیان کرتا ہون۔ ایک یہ ہے کہ بعض افاضل اخباریین نے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فخری رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین لکھا ہے تفسیر مین ولقد قال لهم هارون من قبل یا قوم انما فتنتم به وان ربکم الرحمن فاتبعونی آخر آیت تک۔

(اور تحقیق کہا ہارون نے قبل مراجعت حضرت موسیٰ کے ای قوم تمہاری آزمایش کیگئی اسکے ساتھ اور پروردگار تمہارا رحمٰن ہے پس میری تابعداری کرو) یہان ایک دقیقہ اور باریک بات ہے وہ یہہ ہے کہ رافضی تمسک کرتے ہین اور دلیل لاتے ہین کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علی منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ (جو منزلت ھارون کو موسیٰ سے تھی وہی علی کی منزلت ونسبت مجھسے ہے) ہارون نے تو تقیہ نہین کیا اور اس جمع کثیر اور جم غفیر مین منبر پر چڑھ گئے اور اپنی متابعت اور پیروی کرنے کو سب سے کہا اور کچھ انکا خوف نکیا۔ پس اگر امت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باطل پر تھے تو علی کو واجب تھا کہ جیسا ہارون نے کیا تھا ویساہی یہہ بھی کرتے۔ اور جب انہون نے یہہ نہین کیا تو ہمکو معلوم ہوگیا کہ امت حق پر تھی۔ تمام ہوا کلام رازی اسکے بعد ان فاضل صاحب نے لکھا کہ میری خاطر قاصر مین بارہ وجہون سے خطور کیا کہ ہر ایک ادنیٰ سے جواب کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پہلی یہہ کہ یہ حدیث جو دو فرقون شیعہ وسنی مین متواتر ہے اسطرح پر ہے علی منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی (علی کو نسبت مجھسے ویسی ہی جیسے ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہہ کہ کوئی نبی میرے بعد نہین ہے) پس استثنا کرنا مرتبہ نبوت کا جو مختص تھے حضرت ہارون کے موجب و باعث استثناء توابع ولوازم نبوت ہے۔ اور منجملہ لوازم نبوت یہ ہے کہ نبی پر تقیہ جائز نہین ہے اور یہ بات علماء اہل سنت مین متفق علیہ اور اجماعی ہے اور اہل تشیع کے علماء مین اجماعی نہین ہے مگر قول مشہور یہی ہے دوسری وجہ اور جواب جسکا حاصل یہ ہے کہ ہارون نے جن باتون کو بیان کیا اور انکی تصریح کی وہ اس سبب سے تھی کہ انکے ناصر ومددگار اور تصدیق کرنیوالے وہان موجود تھے اور وہ حضرت موسیٰ تھے بخلاف جناب علی بن ابیطالب علیہ السلام کے کہ کوئی ناصر ومعین بعد وفات جناب سید المرسلین نتھا۔ یہانتک تھا بعض کلام اس بعض افاضل اخباری کا۔ مین کہتا ہون کہ پھر اسکے بعد انھون نے بارہ وجہین پوری کی ہین۔ اب انپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مولانا صاحب انکا مذہب تو یہ ہے کہ جو کلام معصوم علیہ السلام سے نہ سنا ہو ہرگز ہرگز اس سے مکالمہ کرنا جائز نہین ہے۔ پھر آپنے اپنے لئے ان بارہ وجہون سے جنکا خطور انکی خاطر مین آپکے فخر یہ جواب دینا کیونکر جائز کر لیا۔ حالانکہ شبہون کا دفع کرنا بھی آپ پر واجب نتھا۔ بلکہ یہ کام تو امام کا تھا اور یہی امر ہے استشناد عدم تقیہ جناب امیر علیہ السلام بمجرد استثنائی نبوت ظنی ہے اور اسی طرح عدم تقیہ حضرت ہارون کا بسبب وجود حضرت موسیٰ کے باوجود مسافت بعیدہ پر ہونیکے وہمی ہے اور اسیطرح تمام جوابات آپ کے پس کیونکر انکی زبان پر اسطرح سے ظنیات ووہمیات جاری ہوئے حالانکہ آپ انپر جو کلام ظنی سے تکلم کرے نہایت شدومد سے طعن وتشنیع کرتے ہین۔

اور انھین امور مین سے یہہ ہے کہ انہین فاضل صاحب نے نقیض موجبہ جزئیہ مین تکلم کیا ہے اور اس قول مین کہ لازم عام کا لازم خاص کا ہوتا ہے یہ کہ اسمین بہی کلام کیا ہے اور عبارت بیضاوی مین تکلم کیا اور عبارت حاشیہ خطائی مین تکلم کیا ہے اور اسیطرح کی بہت مثالین ہین خلاصہ یہ کہ اگر علمائے امامیہ کے علم کلام کی کتابون مین تامل کیا جائے تو بہت ایسی باتین نکلینگی جنکو مطالب ومضامین حقہ سے اگرچہ دور ہی کا صحیح کچھ علاقہ ہے اور مبادی بعیدہ مطالب حقہ کے ہوسکتے ہین جیسے ان فاضل صاحب کا قول تہا نقیض موجبہ جزئیہ کے بارہ مین یا جیسے انکا کلام تہا اور اسکے اس قول مین "لازم عام کا ملازم خاص کا ہے" پس اگر ان فاضل صاحب کو کچھ عذر تہا اور کوئی سبب ہو جو انہون نے ان بحثون مین خوض وغور کیا باوجودیکہ علمائے متکلمین پر طعن کیا کرتے ہین تو علمائے متکلمین کیلئے تو بطریق اولیٰ اور اسنے بہتر سبب عذر نکل سکتا ہے۔

اب اگر ہم یہ کہو کہ کیا کہتے ہو تم تکلم کرنے مین کلام ظنی اقناعی سے جو مفید یقین نہو جائز ہے یا حرام ہے جیسا کلام سے ان فاضل کے نکلتا ہے تو ہم کہینگے کہ اسمین تحقیق ہماری یہ ہے کہ جزم و جستم مطلوب پر جسطرح دلیل و برہان سے حاصل ہوتا اسی طرح کبھی بسبب کثرت قرائن اور امارات و مقدمات ظنیہ سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اکثر اعتقادات مین ایسا ہی ہے۔ پس اگر مطلوب اس قبیل سے ہے تو ایسے کلام کے رجحان مین شک نہین ہے۔ اگرچہ مفید یقین نہو اور اسپر دلیل عقلی بھی ہے اور نقلی بھی ہے۔ دلیل عقلی یہ ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ دلیل ظنی کبھی بطور مقدمات ہوتی ہے تحصیل مطلوب کی جو یقیناً مطلوب و ضمناً جزماً واجب ہے اور یہ بھی مقرر ہو چکا ہے کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے (پس اس دلیل ظنی سے تکلم کرنا واسطے حصول مطلوب واجب کے واجب ہے۔) اور دلیل نقلی پس عمل ائمہ علیہم السلام اور انکے اصحاب کا اور عمل علماء شیعہ اس زمانہ تک کیونکہ اکثر اصول دین سنت مین ظواہر آیات و اخبار کیطرف اور ظواہر سے ظن ہی حاصل ہوتا ہے اسکے علاوہ بہت سی اخبار احاد ہین جنکے الفاظ و معنی دونون ظنی ہین اور بہت سے احتجاجات ائمہ علیہم السلام اور احتجاجات اصحاب رضوان اللہ علیہم از قبیل الحق واحری اور بطور انسب واولے کے ہین جیسا کہ تفحص و تدبر سے ظاہر ہو سکتا ہے اور اگر اسپر بھی معترض (اخباریون) کو شک باقی رہے تو دیکھین کہ بہت سی آیتین ایسی ہین جو فضائل مین احتجاج پر آمادہ ہے[۵۱] وجود صانع عالم پر اور اسکے علم و قدرت پر اور تمام اسکی صفات کمالیہ پر جنکی دلالت ظاہری لگنکے (اصطلاحًا) ظنی ہین اور مفید یقین نہین ہین پس برہانیات (اصطلاحی) مین داخل ہونگے۔ اور ایکجماعت محققین نے تصریح کی ہے کہ یہ لمواد و مقدمات اقناعیات ظنیات ہین نہ برہانیات اور دیکھو روایت ہشام بن الحکم مثلاً ہشام کہتے ہین کہ ابن ابی العوجا دہری آیا۔ اور کہنے لگا کہ مین مصنوع نہین ہون (مین مخلوق نہین ہون میرا کوئی خدا اور خالق پیدا کرنے والا اور بنانے والا نہین ہے۔) اسکے جواب مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اچھا اگر تو مصنوع (اور کسیکا بنایا ہوا مخلوق) ہوتا تو پھر کسطرح اور کیسا ہوتا۔ پس آنکا اعتراض وہ بند ہو گیا اور کچھ جواب لیکا

سلہ[۵۰] روایات و اخبار دو قسم کے ہین یا متواتر ہین کہ اس کثرت سے راویون نے بیان کیا اور ہر طبقے مین ایسے کثرت سے ہے کہ جس سے یقین اوس روایت کے الفاظ کا یا معنون کا ہو گیا اور اگر ایسی کثرت راویون کی نہین ہوئی کہ جس سے ہر زمانہ مین اور ہر طبقہ والون کی روایت سے یقین ہو سکتا تو اسکو روایت احاد کہتے ہین اگرچہ کیسے ہی موثق و معتبر لوگ اسکو بیان کرین اور متعدد راویون سے روایت ہونہ یہ کہ احاد وہی ہے کہ جو ایک شخص کہے پس ان روایت احاد کو ہم لوگ مفید علم نہین قرار دیتے اگرچہ اس زمانہ کے تھوڑے علم والے اور نئی تعلیم یافتہ لوگ علم و یقین ہی کے درجہ پر سمجھتے ہین پس ہم مین اور ان مین بڑا فرق ہو گیا۔ وہ لوگ جب بعض معتبر اور موثق لوگون سے کسی بات کو سنتے ہین اوسکو قطعی سمجھ لیتے ہین اور ہم جبتک اوس بات پر دلیل عقلی قائم ہو یا بشرائط قطعی و متواتر اوسکا وجود و حصول ثابت نہو قطعی نہین سمجھتے پس ہم اصطلاحا جسکو ظنی کہتے ہین اوسکا مرتبہ بھی ایسا ہے کہ جسکو اور لوگ بڑے بڑے آجکل کے علمی و قطعی سمجھتے ہین ۱۲ مترجم

سلہ[۵۱] اگرچہ اصطلاحا برہان نہین ہین مگر یہ امر نہین کہ کسی طرح پر مفید علم و یقین نہون بلکہ یہ آثار اس کثرت سے ہین کہ مجموع من حیث المجموع سے یقین و قطع وجود واجب الوجود اور اسکی علم و قدرت و اختیار و تمام صفات کمالیہ کا ہوتا ہے اور ہر چیز اسکے وجود کی گواہی دور ہی ہے۔ تو کیونکر یقین نہو گا ع برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ٭ بلکہ ع ہر گیاہی کہ از زمین روید وحدہ لاشریک لہ گوید تو اب انسان صاحب عقل کیونکر اسکے وجود و قدرت کا یقین نہ کریگا۔ ۱۲ مترجم

اور چلا گیا۔ اور دیکھو اوس روایت کو جو حضرت ابوالحسن امام علی بن موسی الرضا علیہما السلام سے وارد ہے کہ ایک شخص آیا اور کہنے
لگا کہ یا ابن رسول اللہ کیا دلیل ہے حدوث عالم پر اور دنیا کے حادث ہونیکی حضرت نے ارشاد فرمایا (ایک دلیل یہی ہے)
کہ تم پہلے نہ تھے پھر موجود ہوگئے اور یہ بھی تمکو معلوم ہے کہ نہ تمنے خود اپنے نفس کو پیدا کیا اور نہ تمہاری مثل نے (کسی آدمی نے)
تمکو بنایا۔ اور توحید میں فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو مذہب ثنویہ رکھتا تھا حضرت ابوالحسن امام علی بن موسی
الرضا علیہما السلام سے عرض کیا اور فضل بن شاذان کہتے ہین کہ مین بھی حاضر خدمت تھا۔ اوس شخص نے کہا کہ مین قائل ہون کہ صانع
عالم اور خدا دو ہین آپ ارشاد فرمائین کہ خدا کے واحد ہونیکی کیا دلیل ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارا کہنا کہ دو ہین یہی
دلیل ہے اوسکے ایک ہونیکی اسلیئے کہ جب تمنے دوسرے کا دعوہ کیا پہلے ضرور ایک کو مان لیا۔ جب دوسرے کا دعوہ کیا پس ایک کے وجود
پر تو ہم اور تم دونون متفق ہوئے۔ اور ایک کا ہونا تو ضروری ہوا۔ اب ایک سے زیادہ کا ہونا اختلافی ہوا۔ (پس اب وجود واحد
ثابت کرنیکی ضرورت نہین ہی کیونکہ وہ مسلم فریقین ہے) اب دوسرے کو ثابت کرنا تمپر لازم ہے ہمکو نفی و عدم تسلیم کافی ہے۔ اور دیکھو جسکی وصیت کی جناب امیر نے
اپنے فرزند ارجمند حضرت امام حسن علیہ السلام کو کہ اعتقاد یقینی رکھو اسکا کہ تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اوسکی طرف
سے بھی رسول تمہارے پاس آتے اور اوسکے بھی سلطنت اور مملکت کے بھی کچھ آثار تم دیکھتے اور اوسکے افعال و صفات کو
پہچانتے۔ لیکن (ایسا نہین ہے بلکہ) وہی خدا واحد و یکتا ہے۔ کہ خود اوسنے اپنی ذات کو وحدانیت سے متصف کیا ہے اور اسی
طرح کی بہت روایتین ہین اونمین سب سے قریب وہ ہے جسکا ابھی ذکر ہو چکا اور اطلاع اور رجوع اسکی طرف آسان ہے وہ روایت
منصور بن حازم ہے جو ابھی ذکر ہوئی اور اوسمین امامت کو ثابت کیا ہے۔ اور روایت احول اور روایت کشی اور مقالہ ہشام اور ہشیم وغیرہ
اونکی طرف رجوع کرو۔ اور بغور و تامل دیکھو۔ البتہ اگر مقصود و مطلوب اون مطالب اصولیہ سے جنمین تحصیل یقین یا توقف
ضروری ہو تو اونمین تنہا دلیل ظنی کے قائم ہونیسے حکم جزمی و حتمی نہوگا جبتک اور قرائن و امارات سے اسکی تائید و تقویت
نہو۔ اور علم و یقین حاصل نہو۔ اب اسکے قول منصل مجادلہ حسنہ اور مجادلہ غیر حسنہ ہین۔ تو اوسکا بیان اس روایت مین ہے
جو احتجاج تفسیر حضرت امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کہ حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام کے سامنے جدال فی الدین کا ذکر ہوا۔ اور یہ بھی ذکر ہوا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ معصومین صلوات
اللہ علیہم اجمعین نے دین مین مجادلہ کرنیکی ممانعت فرمائی ہے یہ سنکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ
مطلقاً مناظرہ کی ممانعت نہین فرمائی بلکہ اوس مناظرہ اور مجادلہ کو منع فرمایا ہے جو بغیر احسن ہو۔ کیا تم لوگون نے قول پروردگار
عالم نہین سنا ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن (نہ مجادلہ کرو اہل کتاب سے مگر اس طریقہ سے جو احسن ہو)
اور یہ قول پروردگار عالم کا ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (دعوت کرو
اور بلاؤ لوگون کو اپنے پروردگار کی راہ کیطرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے اور مجادلہ کرو انسے اس طریقہ سے جو احسن ہے)
پس وہ جدال جو بطریقہ احسن ہو اسکو علما نے دین سے ملایا ہے اور دین مین داخل کیا ہے اور وہ جدال جو غیر احسن ہو
وہ حرام ہے۔ اور ہمارے شیعون پر خدا نے حرام فرمایا ہے۔ اور یہ کہان ہوسکتا ہے کہ بالکل جدال خدا نے
حرام کیا ہے۔ کیونکہ خود ارشاد فرماتا ہے وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ (وہ کہتے ہین یہود
و نصاریٰ) داخل جنت نہوگا کوئی سوائے یہود و نصاریٰ کے) اسکے بعد ارشاد کیا ہے تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم
ان کنتم صادقین (یہ دلی خواہشین انکی (یہود و نصاریٰ کی ہین) کہو (ای ہمارے رسول) انسے کہ لاؤ اپنی
دلیلین اپنے دعوے پر) اگر تم سچے ہو) پس پروردگار عالم نے شناخت صدق کی دلیل و برہان کا لانا قرار دیا۔ اور

اور بہلا سوا اوس جدال کے جو بطریق احسن ہو کہین برہان لائی جاتی ہے۔ بعض حاضرین نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ جدال احسن کیا ہے اور جدال غیر احسن کیا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جدال اس طریقہ سے جو غیر احسن ہو یہ ہے کہ کسی مبطل سے تم مناظرہ کرو اور وہ مبطل کوئی امر باطل وارد کرے اوسکا جواب صحیح نہ دیکو اور محض اسکا انکار کرو یا کسی امر حق کو جو معترض نے اپنے دعوی باطل کی اعانت کے لیئے ذکر کیا ہے اور تم اس امر باطل کا جواب نہ دیکر اوسی امر حق کا انکار کر بیٹھے اس خوف سے[۱] کہ اگر اس امر حق کو ہم قبول کرتے ہین اور مانتے ہین تو وہ ہمپر غالب آجاتا ہے اور اسکی حجت تمام ہوی جاتی ہے

[۱] جسطرح کہ آجکل کی نئی تعلیم یافتہ اور نیچری لوگ کہ اپنے کو پکا اور سچا مسلمان بتاتے ہین مگر اس سبب سے کہ پوری اعتقادات اہل ایمان پر واقف نہین ہین اور ادلہ عقلیہ سے پوری واقفیت نہین رکھتے اور نہ طریقہ مناظرہ کوی جانتے ہین۔ اپنے کم عقل اور کم علم پر بڑا اعتماد و بھروسا کرتے ہین اور سنے سنائے اقوال و احکام کو جسمین کچھ جدت ہوتی ہے اختیار کرتے ہین اور ضروریات دین و مذہب جو قطعی دلیلون اور یقینی برہانون سے ثابت ہین اونسے انکار کر بیٹھتے ہین اور ضعفاء مومنین کے لیئے باعث فتنہ و فساد ہوتے ہین ہر شخص کی عقل اس لائق نہین کہ ذرا تھوڑی سے معلومات پر دخل و معقولات کر بیٹھے۔ اگرچہ ہمارا مذہب کی عقلی خالص قطعی پر بنا ہے مگر نہ یہ کہ ہر ادنی اوسے اپنے ادراک کے موافق عمل کرنیلگی اور جسکو کہ اوسکی عقل ادراک نکر سکے اس سے انکار کردے۔ ہم مین سما اور ہماری عقل ہی کیا ہے لاکہون کرورون چیزین ایسی ہین کہ ہماری عقل پر مخفی ہین۔ تمام حکمای حکمت قدیم متقدمین اور متاخرین اور فلاسفہ موجودین سب متفق اور ہمزبان ہین۔ اور اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہین کہ تمام اشیا اسوقت تک معلوم نہین ہوسکی ہین اور نہ وہ اشیاء جو معلوم ہوئی ہین انکی پوری پوری حقیقت و ماہیت معلوم ہوئی ہے اور ابہی تک ہرگز ہرگز ان اشیاء معلومہ کی تمام شرائط و موانع تاثیر و تاثر دریافت نہین ہوئے ہین۔ پس جبکہ سب اقرار عاجزی ادراک ماہیات و تاثیرات اشیا کرتے ہین تو کسطرح ہو سکتا ہے کہ کسی اثر کو جسکی تائید برہان قطعی عقلی سے ہوتی ہو۔ اور اسکا لازم ذاتی و فطری ہونا معلوم ہو اس اثر کو ہم لاآف نیچر اور قانون فطرت قرار دین ہرگز ایسا نہین ہوسکتا تا وقتیکہ پوری پوری ماہیت اور شرائط اور موانع تاثیر و تاثر کے معلوم ہون۔ اسکے علاوہ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے جو قانون فطرت و لاآف نیچر جس چیز کا قرار دیا ہے وہ موافق حکمت و مصلحت کے مقرر ہے جسکی خوبیان اور حسن کبہی بعض اشیاء مین ہملوگون کو بہی معلوم ہوجاتے ہین اگرچہ تمام جہات حسن و خوبی کا ادراک تو ممکن ہی نہین ہے پس ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی مصلحت و حکمت اور حسن و خوبی کی جہت اوسکے حسن و خوبی خلقت و فطرت سے زیادہ کسی وقت مین پیدا ہو تو اوسوقت وہ قانون فطرت اوسکا بدل دیا جائے جسطرح مثلاً کسی زمانہ مین اپنی اظہار قدرت و اختیار و اپنے نبی کی اظہار صدق و تصدیق کی مصلحت سے جو اوسکے خلقت و فطرت کی مصلحت سے و حکمت سے کہین زیادہ مصلحت رکہتی ہے اوسکی خلقت و فطرت کو بدل دے تو ہرگز ہرگز کسی طرح کا محال لازم نہین آتا مگر آجکل کی نئی تعلیم یافتہ مہبلی ہی مصلحت کو دیکہکر اسکو اسدرجہ قانونی فطرت لاآف نیچر سمجہے کہ معجزات و خرق عادات کا بالکل انکار کر بیٹھے یہ نہین سمجہتے کہ جو ایک وقت کسی شی کی حکمت و مصلحت پر نظر کرکے اوسکی ایجاد فطرت پر قادر ہے وہ دوسرے زمانہ مین اوس سے زیادہ کسی مصلحت پر نظر کرکے اوسکی فطرت بدلدینے پر قادر نہین ہے۔ یہ محض استبعادات وہمی ہین جسطرح کفار جو منکر معاد تہے جیسے آجکل کے نیچری ہی جو منکر معاد نہین کہتے تہے جنکی حکایت پروردگار عالم نے قرآن مجید مین ارشاد فرمائی ہے وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وھی رمیم (یہلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ مٹی ہوئی خاک یا ہڈیان پہر زندہ ہونگی اسکے جواب مین خدا تعالی ارشاد فرماتا ہے قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل شیء علیم ۞ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون (یس خدا نے اول مرتبہ اسکی ایجاد و خلقت کی وہی اسکو پہر دوبارہ زندہ کریگا اور وہ سب اشیاء کا عالم و واقف ہے

اور یہ انکار حق اسی سبب ہوا ہے کہ تم سمجھ لینگے اوس باطل کا صحیح جواب کیا ہے۔ اور اُس سے مخلصی کیونکر ہو سکتی ہے
لب راستہ احکام مناظرہ و مجادلہ ہمارے شیعہ۔ اور یہ امر ہے کہ پھر بموجب سنت سنہ و فساد ضعفای شیعہ کے مٹنے اور مبطلین کے
لئے ہو جاتا ہے مبطل کو ایک زور ہو جاتا ہے کہ ضعیف شیعونکو اپنی حجت دبا لیتا ہے۔ اور انکے حق امر کو ضعیف کر کے دکہاتا ہے اور بیچارے کمزور
شیعون کو رنج و صدمہ ہوتا ہے۔ جب دیکھتے کہ وہ امر حق کو ضعیف کر کے دکہاتا ہے۔ اور جدال اُس طریقہ سے جو احسن ہے وہ
یہ ہے کہ جسکا حکم پروردگار عالم نے اپنے نبی کو فرمایا۔ اور اسکا طریقہ بتایا کہ جس سے ان لوگون سے جو حشر و نشر کا اور بعد موت
کے زندہ ہونیکا انکار کرتے تھے اونسے مجادلہ فرمایا۔ اور اوسکی حکایت بیچ آیہ وافی ہدایہ یا وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہ
قال من یحی العظام وہی رمیم ○ (ہمارے لیے ضرب المثل کرتا ہے اور اپنی خلقت بھولا جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ کون ان ہڈیونکو زندہ
کریگا۔ حالانکہ وہ فنا ہو گئین۔ اور اونکا نشان تک باقی نرہے گا۔ پس اوسکے رد مین خلاق عالم نے ارشاد فرمایا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰ جسنے سبز و شاداب تر و تازہ درخت سے آگ کو نکالا ہے جب ابتدا کرنے مین اور ایجاد کرنے مین اس سے عاجزی
نہوئی تو پھر دوبارہ زندہ کرنے مین کیا عاجز ہوگا۔ اور جب کہ وہ تمام چیزون کی پوری پوری ماہیت حقیقت و شرائط موانع و تاثیر و تاثر سے
واقف ہے تو کوئی اسکے لئے دشواری نہین ہے کہ ایک زمانہ تک اسکی مصلحت و حکمت کیموافق ایک قانون قرار دے اور دوسرے زمانہ
کی مصلحت سے جو اہی سے اوسنے دوسرے زمانہ کیلئے اسکی فطرت مین ایسی چیزین قرار دی ہون کہ اس دوسرے زمانہ مین وقت خاص پر وہ کسی
تبدیل ہو جائے اور خلاف آفات تیجر کے بھی ہوا اسی سبب سے ہم لوگ اون باتون کا جو بظاہر خلاف عادت و فطرت مین لیکن محال
عقلی نہین ہے انکے وقوع کا بعد ثبوت اخبار متواترہ سے اعتقاد کرتے ہین اور انکار نہین کرتے۔ اور نہ انکار کی کوئی وجہ ہے۔
مذہب اہل تشیع عقلی خالص نقلی ہے۔ یعنی جو چیزین مخالف عقلی قطعی ہین اوسکو ہم لوگ ہرگز ہرگز قبول و باور نہین کرتے۔ بلکہ اگر قرآن مجید
و فرقان حمید مین یا سنت و حدیث متواترہ مین ایسے امور جو بظاہر عقلی قطعی کے خلاف ہوتی ہین تو اونسے وہ معنی ظاہری مراد نہین لیتے۔ بلکہ
اوس لفظ کے دوسرے معنی جو ظاہری نہین ہین مگر موافق عقل قطعی ہین وہ مراد لیتے ہین جیسے قطعی دلیلون اور عقلی برہانون سے ثابت ہوا ہے
کہ خداوند عالم جسم و جسمانیات سے مبرا ہے۔ تو اب ید اللہ۔ وجہ اللہ وغیرہ سے خدا کا ہاتھ خدا کا موہنہ مراد نہین لے سکتے۔ بلکہ ید
کے معنی قوت کے بھی ہین۔ اور وجہ کے معنی آیات و نشانی یا ذات کے مراد لیتے ہین اور اسی کو تاویل کہتے ہین۔ نہ یہ کہ اپنے
مطلب و خواہش کے موافق جو وہمی و ہوائی و غضبی امور ہون اونکے مخالف قرآن مین باتین ہون تو بھی قرآن کے معنی ظاہری کی تاویل کر کے
اون وہمی و ہوائی و غضبی معنون کے موافق کرین اور یہی تفسیر بالرائی ہے جیسا کہ اس زمانہ مین بعض حضرات اپنے خیال وہمی کے موافق
حضرت مریم علیہا السلام کو خنثی ٹھرا کر اور آیات قرآنی کے معنے بدلتے ہین۔ یا معراج جسمانی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی
تاویلات واہیات کرتے ہین۔ اور شق القمر سے اور تمام معجزات سے انکار کر گئے ہین۔ اور تاویلات رکیکہ ایات قرآنیہ مین کرتے
ہین حالانکہ کسی بات کو ان امور سے کوئی دلیل عقلی قطعی محال نہین ٹھرا سکتے پس جو چیزین مخالف عقلی قطعی کے ہین اون چیزون کو ہم
نہین قبول کرتے۔ اور جو باتین ایسی ہین کہ مخالف عقل قطعی خالص کے نہین ہین اگرچہ انپر کوئی دلیل عقلی بھی بسبب عدم ادراک
عقل کے قائم نہ ہو سکی اور کتاب و سنت مین اور حدیث متواتر مین وارد ہون تو انپر اعتقاد کرنا اور ان کا ماننا از بسکہ مخالف عقل
قطعی کے نہین ہے اور قول صادقین و مصدقین مین وارد ہوئی ہین۔ اور سچے سچے لوگون سے بتواتر یقینی اونکی خبر ہم تک پہونچی ہے
تو اوسپر اعتقاد کرتے ہین اور یہی مراد ہماری بنا عقلی نقلی سے ہے یہ نہین ہے کہ جو امور عقل ادراک نکر سکی اور محال قطعی ہونا انکا ثابت
نکرے اسکو ترک کر دین۔ یہی سبب ہے کہ معراج جسمانی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ اور معجزہ شق القمر اور وجود آسمانون کا

کہ کہو انسے ای محمد مصطفی ﷺ یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم ۰ الذی جعل لکم من
الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون ۰ آخر سورۃ تک (وہ انکو زندہ کریگا جسنے انکو اول مرتبہ (جب
بالکل نیست و نابود تھین) پیدا کیا اور وہی تمام خلق و مخلوقات کا علم رکھنے والا ہے - جسنے تمہارے لیے درخت سبز و شاداب
سے آگ کو بنایا اب تم اس سے آگ روشن کرتے ہو -) پس جبکہ پروردگار عالم نے اپنے نبی سے یہ چاہا کہ وہ
مجادلہ کرین - اوس مبطل سے جو کہتا ہے کہ یہ خاک ہوئی ہڈیان کیونکر دوبارہ زندہ ہونگی - اور اوسکے جواب مین کہا کہ اس سے
کہو کہ جسنے اول مرتبہ انہین پیدا کیا ہے وہ ہی انکو زندہ کریگا - اور ہر اپنی مخلوقات کا علم رکھتا ہے پس اگر دشواری اور
عاجزی کسیکو ہوتی ہے تو کوئی نئی چیز پیدا کرنے مین نہ یہ کہ اسکو ایکمرتبہ پیدا کر چکا ہو اوس خاک کو اور ریزونکو جمع کرکے دوبارہ زندہ کرنے مین علاوہ برین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۱ ہمارے نزدیک یقینی و قطعی ہے کیونکہ کوئی دلیل قطعی اسکے محال و باطل ہونے پر قائم نہین ہوئی اور صادقین سے برابر متواتر خبر
وقوع کی ہمکو پہونچی تو کیونکر قطعی نہوگی - اگرچہ کوئی دلیل عقلی اوس پر قائم نہو لیکن اوسکے محال ہونے پر اور عدم پر بھی اسکے کوئی دلیل
قائم نہین ہے اور محض یہ نہ دیکھنا کہ آسمان ہمکو دکھائی نہ دے اگرچہ رصد اور دوربینون سے بھی معلوم نہو یہ دلیل اسکے عدم کی
نہین ہوسکتی عدم وجدان دلیل عدم نہین ہے دیکھئے ہوا جو ہمسے متصل ہے اور اسمین ہر وقت رہتے ہین مگر آنکھ سے نہین دیکھ سکتے
پس آسمانون کو اگرچہ ہمنے آنکھ سے نہین دیکھا اور نہ دکھائی دیتے ہین بسبب اپنی صفائی کے تو کیا اسسے انکا وجود معدوم ہو جائیگا جو برابر انکا متواترہ بنا پر صادقین سے سنا
گیا ہے اور خدا نے خبر دی ہے اور بعض رسولون نے جسکو خود بچشم خود دیکھا اور بیان کیا - اگر ایک انگریز بیان کرے کہ ہمنے فلان
رصد خانہ سے فلان ستارہ کو دیکھا کہ وہ ٹوٹ گیا اور پھر کشش مرکزی سے جھڑ گیا تو باور کر لیا جاتا ہے جیسا کہ علوم ہیئت
جدیدہ کی تصنیفات کے مطالعہ کرنیوالے پر ستارہ کا ٹوٹ جانا اور جھڑ جانا بخوبی معلوم ہے تو کیا مقام استبعاد ہے اور
کونسا محال لازم آتا ہے کہ صادق الامین رسول رب العالمین خبر دے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا تو ہم نہ مانین ہمکو تو
فقط اوسکے کہنے سے قبول کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جسکو ایک گروہ کے گروہ نے دیکھا اور خبرین دین مگر ہم انکو بھی جھوٹا بنائین اور معجزہ شق القمر کو نہ مانین اور
پھر اپنے کو سچا اور مسلمان بنائین کیا خوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو جھٹلا کے ہم تو سچے بنے - وجود مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کا جسنے اسے
آنکھ سے نہین دیکھا ہے سوائے اخبار متواترہ کے کیونکر باور ہو سکتا ہے اور جب متواتر خبرون سے وجود اسکا سنا گیا تو
ضرور اسکے وجود کا یقین ہو گیا - اگرچہ دلیل عقلی انکے وجود پر قائم نہین ہے لیکن انکے محال ہونے پر بھی دلیل قائم نہین ہے
خلاصہ یہ کہ حکومت عقل یا علم وجود شے مین ہے جسکا وجود عقل قطعی ثابت کرے یا علم عدم شے مین ہے
جسکا عدم قطعی ثابت کرے اور عدم علم مین جو عقل کو معلوم ہے نہو اسمین حکومت عقل نہین ہے - بلکہ وہ
صیغہ حکومت ناموس و شریعت کا ہے جسکو علام الغیوب جانتا ہے اور ہمکو ایسی باتون کی خبر اگر رسول یا امام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے ذریعہ سے جو صادق و مصدق تھے ملی تو ضرور قابل قبول ہے اور ہم اسکو مانینگے بسبب اسکے صدق
کے نہ یہ کہ اوسکو رد کرین اور اسکا انکار کرین اور پھر سچے مسلمان بنے رہین اللہم اجعلنا من المؤمنین ولا تجعلنا من الجاحدین
۱۲ منہ مترجم

لہ اور جب عظام و ذرات [illegible] اور کسی امر محال [illegible] انسان [illegible] علاوہ [illegible] محال نہین [illegible] نطفہ [illegible] منتشرہ [illegible] اور اجزائے [illegible]
زندہ ہونا واجب و حق ہے ۱۲ منہ مترجم

یہانتک کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہی جدال ہے جو بطریقہ احسن ہے اسلیئے کہ اسمین قطع کرنا ہے کافرون کے عذرونکا اور زائل کرنا ہے اونکے شبہون کا اور جدال اس طریقہ سے جو غیر احسن ہے وہ یہ ہے تم انکار کرو کسی امر حق کا اس سبب سے کہ امر حق مین اور اس باطل مین جسکو مجادل نے وارد کیا فرق نکر سکو اور اس باطل کو دفع نکر سکو یہانتک کہ حق کا انکار کرو پس یہ حرام ہے اور تم بہی اسوقت مین اسی کے شریک ہوگئے کیونکہ اوسنے بھی ایک امر حق سے انکار کیا اور تمنے بہی دوسرے امر حق سے انکار کردیا یہانتک کلام حضرت کا تہا۔ اب مین کہتا ہون کہ اس کلام معجز نظام سے ظاہر ہوگیا کہ کلام غیر مستحسن وہ کلام ہے اون لوگونکا جو کم عقل ہون اور علم زیادہ نہو اور مخالفین پر احتجاج اور دلیل لانیکا ملکہ اور عادت اور طریقہ انکو حاصل نہو تو بات ٹہیک ہے اور حق ہے۔ اور عقل سلیم بہی اسکا حکم کرتی ہے اسلیئے کہ تکلم سے ایسے کم عقل و کم علم کے یا تو یہ ہوگا کہ اسکو سکوت ہوجائیگا یا بعض مطالب حقہ کا انکار کریگا تاکہ مغلوب نہو اور یہ دونون باتین قبیح اور بری ہین اور فتنہ و فساد دین و ایمان کی باعث ہونگی۔ جیسا کہ روایت بہی اسپر شامل ہے اسی سے یہ بہی ظاہر ہوگیا کہ روایت محمد بن عیسی کی جو شروع تکمیل مین۔ توحید ابن بابویہ علیہ الرحمہ سے لکہی ہے کہ محمد بن عیسی کہتے ہین کہ مینے علی بن بلال کے خط مین پڑہا جو حضرت ابوالحسن امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت مین لکہا تہا کہ ہمارے اصحاب نے آپکے آباء طاہرین سے روایت کی ہے آخر حدیث تک۔ وہ متروک الظاہر ہے بالاتفاق کہ اسکے ظاہری معنون پر کوئی عمل نہین کرتا اسلیئے کہ قران مجید کے مخالف ہے کیونکہ حق تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وجادلهم بالتي هي احسن ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن (مجادلہ کرو اونسے اوس راہ سے جو بہتر ہے۔ اور نہ مجادلہ کرو اہل کتاب سے مگر اوس طریقہ سے جو خوبتر ہے۔) اور حدیث کے بہی خلاف ہے اسلیئے کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ بیشک ویل و عذاب کو اوس شخص کیلیئے کہا ہے کہ ہمارے قول کو ترک کرکے اور جدہر اسکا جی چاہے موہنہ اوٹہائے چلا جائے۔ جیسا حدیث طولانی جو کافی مین یونس بن یعقوب سے منقول ہوئی ہے یونس بن یعقوب کہتے ہین کہ مین حاضر خدمت فیضدرجت امام جعفر صادق علیہ السلام تہا۔ اور پہر آخر حدیث تک بیان کیا ہی اور اس حدیث مین جسکا ذکر ابہی گذرا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مینے مطلقا اور بالکلیہ ممانعت مناظرہ کی نہین کی ہے آخر حدیث تک۔ اور کشی نے اپنے اسناد سے طیار سے روایت کی ہے۔ طیار کہتے ہین کہ مینے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مینے سنا ہے کہ آپ لوگون کے مناظرہ کرنیکو اور خصومت کرنے کی کراہت فرماتے ہین حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری طرح کے لوگون کے کلام سے کراہت نہین کرتا وہ شخص کہ جسوقت اوڑتا ہے تو اسکے اترنیسے بہتر ہے اور جسوقت اترتا ہے تو اوسکے اوڑنے سے بہتر ہے۔ پس اگر اسطرح کا کلام ہو تو اوس کلام سے ہم کراہت نہین رکہتے اور پہر یہی امر ہے کہ اہم واجبات سے نظر و فکر ہے معرفت واجب تعالی مین اور اسکے صفات ثبوتیہ و سلبیہ مین اور اسی طرح معرفت عدالت و معرفت نبوت مین اور امامت اور معاد مین اور جو کچہ اس سے متعلق ہے پس کیونکر کلام علی الاطلاق اور بالکل ممنوع و منہی عنہ ہوسکتا ہے۔ حالانکہ مراد نظر و فکر سے یہ ہے کہ معرفت اصول دینیہ کو براہین یقینیہ و ادلہ قطعیہ سے حاصل کرے اسی سبب سے تم دیکہتے ہو کہ طریقہ الٰہیہ و نبویہ و امامیہ کتاب و سنت مین اسی پر جاری ہوا ہے جیسا کہ اوس شخص پر جو کتاب و سنت مین نظر و تدبر کرے اور احتجاجات نبی اور ائمہ کو دیکہے مخفی نہین ہے اور اسی پر عمل تمام اصحاب ائمہ علیہم السلام کا تہا جیسا سابق مین معلوم ہوا۔ اور اظہر میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ روایت (محمد بن عیسی کی) محمول بر تقیہ جو وارد ہوئی ہے۔ اسلیئے کہ یہ معلوم ہے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانہ مین نہایت شدید تقیہ کا زمانہ تہا

کہ حضرت کا نام بسبب تقیہ کے نہ لے سکتے تھے خصوصاً خط و کتابت مین کہ اسمین رعایت تقیہ کی بہت ضروری تھی اور تیسرے
ہر شخص عالم عاقل پر ظاہر ہے اور ہر ماہر و کامل اس سے ماہر ہے اور وہ قرینہ قویہ جسپر اعتماد ہو سکتا ہے یہ ہے کہ
کشی مین اپنے اسناد کے ساتھ یونس سے روایت کی ہے - یونس کہتے ہین کہ مینے ہشام سے کہا کہ لوگون کو گمان ہے
کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے عبد الرحمن بن الحجاج کو تمہارے پاس بھیجا اور حکم فرمایا کہ سکوت اختیار کرو -
اور کلام نکرو - اور تمنے اس فرمان پر عمل نہین کیا - تو مجھے بتاؤ وہ کیا بات تھی اور کسیکو تمہارے پاس بھیجا تھا - اور کلام
کی ممانعت کی تھی یا نہین اور اوسکے بعد پھر تمنے مکالمہ و مناظرہ کیا یا نہین - اوسپر ہشام نے کہا کہ زمانہ سلطنت مہدی
مین اصحاب آرا و صاحبان اہوا پر بہت شدت کیجاتی تھی - اور ابن المقفع نے سب فرقون کو علیحدہ علیحدہ اسکو تفصیل وار
اوسکو لکھکر بھیجا تھا اور وہ خط سب لوگون کو سنایا گیا - یہ سنکے یونس نے کہا کہ ہان مینے بھی اس خط کو سنا تھا - باب الذہب
مین لوگون کو پڑھکر سنایا جارہا تھا - اور دوسری مرتبہ مدینہ الوضاح مین مینے سنا تھا - پس ہشام نے کہا کہ ابن المقفع
نے ایک ایکفرقہ کے لوگون کو اوسمے لکھا یہانتک کہ اپنے خط مین لکھا کہ ایک فرقہ ہے کہ اسکو زراریہ کہتے ہین اور ایکفرقہ
عماریہ ہے جو عمار ساباطی کے اصحاب ہین - اور ایک فرقہ ہے کہ اوسکو یعفوریہ کہتے ہین - اور ایک فرقہ سلیمان اقطع کے
اصحاب کا ہے اور ایکفرقہ کہ اسکو جوالقیہ کہتے ہین - یونس نے کہا کہ اوسدن ہشام بن الحکم اور انکے اصحاب کا ذکر
نہین آیا - پس ہشام نے یونس کو گمان دلایا کہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام نے انکے پاس کسی کو بھیجا تھا اور کہلوا بھیجا
کہ اس زمانہ مین اپنی زبان روکے رہو اور مناظرہ نکرو کہ یہ زمانہ نہایت شدت و سختی کا ہے - ہشام نے کہا کہ مین نے
مناظرہ سے اپنی زبان کو روکا یہانتک کہ مہدی مرگیا - اور ھیجان مین سکون ہوا - پس یہ تھا امر اونکا اور انتہا میری
انکے قول کیجانب - اور پھر بھی کشی مین ہے اپنے اسناد سے یونس کہتے ہین کہ مینے ہشام سے کہا کہ تمہارے اصحاب
کہتے ہین کہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام نے عبد الرحمن بن الحجاج کے ہمراہ تمہارے پاس فرمان بھیجا کہ مکالمہ و مناظرہ سے
زبان کو روکو - اور ہشام بن سالم کو بھی یہی فرمان پہونچا - ہشام نے کہا کہ میرے پاس عبد الرحمن بن الحجاج آئے تھے اور
مجھسے کہا کہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تم مناظرہ سے ان دنون مین باز رہو اور یہ وہ زمانہ تھا کہ مہدی کو سب
فرقون کے حالات و مقالات لکھے گئے تھے اور اسمین لکھا تھا قول جوالقیہ ہشام بن سالم کا - اور یہ خط تمام گذرگاہون
مین پڑھا گیا - اور کلام ہشام (ہشام بن الحکم) کا ذکر نہ تھا - اور گمان ہوا یونس کو کہ ہشام بن الحکم نے کہا کہ مینے بالکل مناظرہ سے
سکوت کیا تھا یہانتک کہ مہدی مرگیا - اور مجھے اسی زمانہ تک کو کہا تھا - پس اوس زمانہ مین مینے سکوت کیا تھا یہانتک کہ
مہدی زندہ رہا - اور یہ بھی کشی مین اپنے اسناد سے عبد الرحمن بن حجاج سے روایت ہے راوی کہتا ہے کہ وہ ہشام بن الحکم
کے پاس بحکم حضرت ابو الحسن علیہ السلام کے لیکے گئے - اور اونسے کہا مکالمہ نکرو مجھے حضرت نے حکم کیا ہے کہ تمکو حکم
کرون کہ مکالمہ نکرو - ہشام بن الحکم نے کہا کہ یہ کیا کہ ہشام (ہشام بن سالم) تو مکالمہ کرین اور مین نکرون - انھون
نے کہا کہ حضرت کا مجھے حکم ہے کہ تم سے حکم کرون کہ تم کلام نکرو - اور مین حضرت کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آیا ہون -
ابو یحیی راوی اس روایت کے زبانی عبد الرحمن کے نقل کرتے ہین کہ ہشام بن الحکم نے ایک مہینے تک مکالمہ نہین کیا - اسکے
بعد پھر مناظرہ شروع کیا - اور عبد الرحمن بن الحجاج آئے اور ہشام سے کہا کہ سبحان اللہ اے ابو محمد (کنیت ہشام)
تمنے مکالمہ کیا حالانکہ تمکو مکالمہ کی ممانعت ہو چکی ہے - ہشام نے کہا کہ میری طرح کے لوگ کب مکالمہ سے باز رہ سکتے ہین
ابو یحیی کہتے ہین جب دوسرا روز ہوا پھر عبد الرحمن بن الحجاج آئے اور ہشام سے کہا کہ اے ہشام حضرت نے تمسے فرمایا ہے

کہ کیا یہ تمھاری خوشی کی بات ہے کہ تم کسی مرد مسلمان کے خون مین شریک ہو۔ ہشام نے کہا نہین۔ عبد الرحمن نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ پھر میرے خون مین کیون شریک ہوتے ہو۔ اگر تنے سکوت کیا تو خیر و الا قتل و ذبح رکھا ہوا ہے۔ اسپر بھی وہ مکالمہ سے باز نرہے۔ یہان جو حضرت پر گذرا وہ گذرا۔ بس اس طرح کی روایتین قرینہ قویہ ہین اس بات کی کہ حضرت ابو الحسن امام موسی کاظم علیہ السلام نے جو مکالمہ کی نہی اور ممانعت فرمائی تہی وہ بسبب تقیہ کے تہی اور اپنے جان کا خوف تھا۔ اسلیے کہ حضرت کے اصحاب کا مکالمہ و مجادلہ کرنا مخالفین سے خصوصاً مسئلہ امامت مین اور جو اوسکے متعلقات سے تھا۔ اسمین گمان ضرر تھا حضرت کو اپنے لیے جیسا کہ تمنے پہچانا۔ اور اس قول مین حضرت کے اثمہ اکبر من نفعہ (گناہ اوسکا اوسکے نفع سے کہین زیادہ ہے) اشارہ اسی طرف ہے جسکو ہمنے بیان کیا (گمان ضرر) واللہ اعلم بالصواب۔

اب رہی روایت طیار جو اس روایت (محمد بن عیسی) کے بعد ہے اوسمین کوئی بہی دلالت کلام کی ممانعت پر نہین ہے اور اسکا اشارہ ہم پہلے ہی کر چکے ہین۔ اور یہ قول حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کا ھلک المتکلمون ونجی المسلمون (ہلاک ہوے کلام کرنے والے وسلامت رہے تسلیم کرنے اور ماننے والے) تو وہ فقرہ اخیرہ اسکا قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد متکلمین سے اس قول مین وہ لوگ ہین جو مخالفت کرتے ہین آئمہ علیہم السلام کے اپنے تنہا ناقص عقلون پر اعتماد کرکے اور کلام آئمہ معصومین کو جو اون لوگون کی سمجھ سے باہر ہے رد کرتے ہین۔ حالانکہ تسلیم و انقیاد اور اوسکا قبول کرنا اونپر واجب و لازم ہے۔

اب رہی روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ جو ہمارے علوم سے تمنے پہچانا ہے اوس سے مخاصمہ اور مناظرہ کرو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ علوم آئمہ علیہم السلام کے عام ہین جزئیات مخصوصہ و اصول کلیہ سے کہ کبھی وہ حضرات امور کلیہ کبھی امور جزئیہ کا افادہ فرماتے تھے۔ یہان تک کہ جواب ہشام کا جو سوال یحیی بن خالد کے وقت اوسکے ذہن مین برکت دے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیا وہ بہی مستفاد اونہین آئمہ علیہم السلام کے علوم سے اور مقتبس اونہین کے ارشادات و اشارات سے تھا۔ اور یہ بہی احتمال ہے کہ اس روایت مین وہ لوگ مراد ہون کہ جنکو عادت تکلم کی نہین ہے اور طریقہ مناظرہ سے واقف نہین ہین اور اتنا علم نہین ہے کہ بمقابلہ بات حقہ کی طرف اونکا ذہن منتقل ہو واللہ اعلم بالصواب۔

اب رہی روایت مغرفی تو اوسمین تو سوائے اسکے اور کچھ دلالت نہین ہے کہ مخالفت آئمہ اطہار علیہم السلام نکرو کہ جو اہل عصمت و طہارت ہین۔ اور اسمین شک نہین ہے ایسا ہی چاہیے کہ اونسے مخالفت نکرے۔ اور روایت طویلہ مین جو کافی مین مذکور ہے جسمین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے شامی سے فرمایا تھا کلامك من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ او من عندك (کلام تیرا رسول خدا کے کلام سے ہے یا تیری جانب سے) تو مراد اوس سے یہ ہے کہ کلام تیرا موافق و مطابق ہے کلام رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ کے یا اوسکے مخالف ہے

کہ اسکے کیا معنی اور یہ کہان ہوسکتا ہے کہ اثبات واجب الوجود اور وہ چیزین جنپر اثبات نبوت موقوف ہی کلام نبی سے واجب ٹھہرائین (اسلیے کہ جب تک نبوت ثابت ہوگی اوسوقت تک یہ کلام وجوب اوس سے کیا ثابت ہوسکتا ہے) اور مولانا صالح رہ نے جو یہ کہا اصول عقائد کو چاہیے کہ وہ صاحب شرع کی طرف استناد رکھتے ہون یہان تک کہ اونھون نے کہا کہ یہی حق صریح و مذہب صحیح ہے۔ والالازم آئیگا کہ جنسے عقل کے طریقہ پر چلنے مین خطا ہوئی اور مقتضاے عقل مین دہوکا ہوگی وہ روز قیامت معذور سمجھے جائین۔ تو اوسکا جواب یہ ہے اجتنی عقلین سالم ہین۔ وہ اس بات پر حاکم ہین کہ اصول دین کی دو قسمین ہین۔ ایک وہ کہ جنپر ثبوت نبوت موقوف ہے۔ دوسرے وہ کہ جو قول رسول خدا ص سے نکلین ہین۔ اور یہ نہین ہوسکتا کہ پہلے قسم کی ین کہ اوسکا ہی حاصل ہونا شرع سے واجب ہے۔ اسلیے کہ یہ اوسکا موجب ہے۔ ہان یہ ضرور ہے کہ جب وہ اصول ثابت ہوجائین جنپر نبوت موقوف ہے۔ اور نبوت ثابت ہوچکے تو قول نبی اور وصی نبی معاضد اون دلیلون کے ہونگے اور سمعی دلیلونسے بھی اونکی تائید ہوگی۔ اسلیے کہ معصوم پر خطا جائز نہین ہے (پس ضرور ہے کہ وہ موافق اون قطعی دلیلون اور یقینی برہانون کی فرمائینگے) اب رہا یہ قول مولانا صالح کا۔ والالازم آئیگا کہ خطا کرنے والے عقل مین معذور رہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اعتراض دونون طرح لازم آتا ہے۔ خواہ عقلی دلیلونسے حاصل کرنا واجب کہین یا سمعی دلیلون سے (کیا سمعی دلیلون سے حاصل کرنے مین خطا نہین ہوسکتی) پس چاہیے کہ جو سمعی دلیلون پر چلنے مین خطا کرے وہ قیامت مین معذور رہے (حالانکہ ایسا نہین ہی) اور حل اسکا اور صحیح جواب یہ ہے کہ حق تعالی نے ادلہ حقہ عقلیہ کو اصول دینیہ حقہ پر نصب کردیا ہی۔ اسی طرح سمعیات حقہ پر اون اصول پر جنپر وہ سمعیات موقوف تھے مقرر فرمایا ہے۔ اور اون تک پہنچنے کا راستہ بتا دیا ہے اور مطلوب و مقصود حاصل کرنے کا دروازہ کھولدیا ہے۔ پس اب جو خطا اون لوگون سے ہوتی ہے وہ اونکے سوء اختیار سے ہے کہ بری راہ سے چلے اور اونکے نفسون کی خباثت سے ہے اور اونکی طبیعتون کے عدم استقامت سے ہے۔ نہ خداوند عالم کی جانب سے۔ اور یہ جو مولانا صالح نے (اپنے قول تائید مین بیان کیا ہے) کہ مخالفین اہل خلاف بھی کلام اور متکلمین کی مذمت کرتے ہین۔ پس اسکا علم اور اعتقاد رکھنا چاہیے کہ راہ ہدایت و رشد اونکے خلاف مین ہے (کیونکہ وہ حق سے مخالفت کرتے ہین۔ پس اونکے مخالفت عین حق ہے) اور اونکی جہل کے لیے ہمارے نزدیک یہی کافی ہے کہ وہ مذمت کرتے ہین اون علما کی جو بحث کرتے ہین کہ صفات واجب تعالی عین ذات ہین یا غیر ذات ہین۔ باوجودیکہ ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام کے خطبے اور حدیثین مملو ہین اس بحث سے اور اس امر سے کہ صفات اوسکی عین ذات ہین غیر ذات اور علاوہ ذات کے نہین ہین۔ اور اسی طرح قول شافعی کا کہ بندہ سوائے شرک کے جو چاہے گناہ کرے اوسکے لیے بہتر ہے اس امر سے کہ کلام مین زبان ہلائے۔ اور اسی طرح یہ کلام اوسکا۔ کہ جو شخص کلام اس باب مین کہ اسم عین مسمی یا غیر مسمی تو گواہ رہو کہ وہ شخص اہل کلام سے ہے اور اوسکا کوئی دین نہین ہے۔ باطل ہے۔ اسلیے کہ ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام سے بہت حدیثین

وارد ہوئی ہین جنمین تحریص و ترغیب ہے مکالمہ اور مجادلہ کی جو بطریق احسن ہو۔ جیسا کہ سابق مین معلوم ہوا۔ اور اس امر مین حدیثین ہین کہ اسم غیر مسمی ہے جسکو عنقریب جانیگا۔ پس جو شخص کہے کہ جو قائل ہے اسکا کہ اسم غیر مسمی ہے وہ قائل دین نہین رکہتا۔ اوس شخص پر لعنت خدا کی۔ خلاصہ یہ کہ ہمارے کلام کا حاصل یہ ہے۔ کہ علم کلام و اصول اور فقہ سب کے سب آئمہ علیہم السلام کی مخالفت سے مذموم ہین۔ اور جو انکی مخالفت کرے وہ سب مستوجب دخول نار ہین اور ناری ہین۔ اور اون آئمہ معصومین کی متابعت کرنے والا اور انکی نصرت کرنے والا محمدی ہے اور مستحق خلود جنت ہے جسکے نیچے نہرین جاری ہین۔ اور تیسری دلیل اون اخباریون کی یہ ہے کہ معرفت بدیہی ہے خدا کی طرف سے ملتی ہے۔ کسی بندے کا اوسمین دخل نہین ہے اور نہ وہ اوسکا کام ہے پس واجب بہی ہوگی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ تو پہلے ہی باطل ہوچکا اور اسکا بطلان حاصل ہوچکا۔

پانچوان مقدمہ اس بات کی تحقیق مین کہ معرفت کے واجب ہونے سے کیا مراد ہے آیا وہ معرفت یعنی یقین ہے۔ کہ اوسکا یعنی یقین جزمی مطابق واقع اور نفس الامر کے حاصل کرنا واجب ہے یا معرفت عام ہے یقین و ظن سے کہ ظن ہی کافی ہے۔ پس ہم کہتے ہین کہ جسپر برہان قائم ہے اور دلیل جس طرف لیے جاتی ہے اور علما اعلام بہی اوسی پر ہین۔ اور بہت سے علمانے دعوا اتفاقی اور اجماعی ہونے کا بہی کیا ہے وہ یہ ہے کہ مراد معرفت سے یہ ہے کہ اصول دین مین یقین کا حاصل کرنا واجب ہے۔ مثل وجود صانع عالم کے اور جو اوسکے لیے واجب ہے اور جو اوسپر محال و ممتنع ہے۔ اور مانند عدالت و نبوت کے (کہ انمین یقین کا حاصل کرنا واجب و لازم ہے) اور مثل انہین کے اور اصول مین (اور اسکی بہت دلیلین ہین) پہلے یہ کہ حق تعالی علم و یقین کا حاصل کرنا رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ پر واجب کیا اپنے اس قول سے **فاعلم انہ لا الہ الا اللہ** (علم و اعتقاد رکہو اسکا کہ سوا اللہ واحد و یکتا کے اور کوئی خدا نہین ہے) پس جب حضرت پر واجب ہوا تو تمام امت پر بہی حضرت کے واجب ہے بسبب تاسی حضرت کے اسلیے کہ تاسی و پیروی حضرت کی واجب ہے کیونکہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اگر تم خدا کو دوست رکہتے ہو تو میری متابعت کرو کہ خدا تمکو دوست رکہے) اور اس متابعت مین فرق نہین ہے توحید و غیر توحید مین۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حق تعالی نے اہل ظن کے اپنی کتاب مین مذمت کی ہے کئی مقامون پر۔ جیسے یہ قول حق تعالی ما لہم بہ من علم ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (اونکے ساتھ کچھ علم و یقین تو ہے نہین وہ فقط ظن کی پیروی کرتے ہین اور صحیح یہ ہے کہ ظن امر حق سے بے احتیاج نہین کرتا) اور مثل اس قول پروردگار عالم کے و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون (اگر اطاعت کریگا اکثر اونکی جو زمین پر ہین تو وہ تجہکو راہ خدا سے گمراہ کردینگے۔ نہین پیروی کرتے ہین وہ مگر گمان (باطل) کی اور نہین ہو تم مگر تخمینہ اور اٹکل پر چلتے ہو) اور مثل اس قول حق تعالی کے ان نظن الا ظنا و ما نحن بمستیقنین (ہم تو گمان ہی گمان پر ہین ہمکو یقین تو ہی نہین) خداوند عالم نے

گمان کی اور وہ اونکے جو ظن وگمان پہ چلتے ہین مذمت فرمائی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سب کو ضرور ہے کہ علم ویقین حاصل کرین۔

تیسرے یہ کہ پروردگار عالم نے ہدایت وصلاح دنیا وسعادت وفلاح عقبی کو اہل علم ویقین ہی مین منحصر فرمایا ہے کیونکہ قرآن مین نازل کیا ہے والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ہم یوقنون اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون (اور وہ لوگ جو ایمان ہین اوس چیز کا جو تیپر نازل ہوی اور اوسکا جو تمہارے قبل نازل ہوی اور آخرت کا وہی وہی یقین رکھتے ہین وہ لوگ تو ہین اوس راہ ہدایت پر جو اونکے پروردگار کی طرف سے اور وہی لوگ تو فلاح پانے والے ہین) پس اس آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ غیر اہل علم ویقین اس طرح نہین ہین بلکہ اسکی ضد ہین۔ تو اب علم ویقین واجب ولازم ہوا۔

چوتھے یہ کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (طلب وتحصیل علم ویقین ہر مسلم پہ لازم ہے) اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول کافی مین نقل کیا ہے حضرت نے فرمایا انہاک عن الخصلتین فیھما ھلک الرجال ایاک ان تفتی الناس برایک وتدین بما لا تعلم (مین تمکو دو خصلتون دو باتون سے منع کرتا ہون کہ انہین دونو مین تمام لوگ ہلاک ہوتے ہین۔ ایک تو یہ کہ ہرگز ہرگز کبھی خود برائے نکرنا اپنی رائے سے فتوا ندینا۔ دوسرے یہ کہ بغیر علم ویقین کے کسی بات کا اعتقاد نکرنا اور اوسکو دین مین داخل نکرنا۔ اور اسی طرح کی ایک دوسری حدیث بھی کافی مین ہے۔ اور یہ بھی اوسی کتاب کافی مین ہے کہ فرمایا حضرت عالم امام موسی کاظم نے کہ جو شخص ایمان مین علم ویقین کے ساتھ داخل ہوا وہ اوسپر ثابت بھی رہیگا اور اوسکا ایمان اوسکو نفع بھی دیگا۔ اور جو شخص بغیر علم ویقین کے ایمان مین آئیگا وہ اوسی طرح اوس سے خارج بھی ہو جائیگا جس طرح اوسمین آئیگا۔ اور اوس روایت کی بھی دلالت ہمارے مطلب پر ہے جو اوسی کافی مین ہے اوستاد سے حسین بن کلیم سے روایت کیئے۔ حسین بن کلیم لکھتے ہین کہ مین عبد صالح حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو عریضہ لکھا اوسمین گزارش کی۔ کہ مجھے ابھی شک ہے۔ اور حضرت ابراہیم علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام نے ارشاد فرمایا رب ارنی کیف تحیی الموتی (پروردگارا مجھے دکھا دے کہ تو کیونکر مردون کو زندہ کرتا ہے) مین بھی یہ چاہتا ہون کہ آپ بھی مجکو کچھ دکھائیے۔ حضرت نے اوسکے جواب مین لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مومن تھے خدا پر ایمان لاچکے تھے اعتقاد رکھتے تھے۔ اونکو یہ مرغوب ومحبوب معلوم ہوا کہ اعتقاد اور بڑہے اور ایمان اور[له] زیادہ ہو جائے۔ اور تو ابھی شاک (شک کرنے والا) ہے اور شاک مین کوئی خیر وخوبی نہین ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ شک

[له] جیسا کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے یہ صاف ظاہر ہے بلی ولکن لیطمئن قلبی یہ امر نہین ہے کہ مین ایمان واعتقاد اسکا نہین رکھتا بلکہ ضرور اسکا اعتقاد رکھتا ہون لیکن تا کہ اطمینان قلب ہو اور ایمان بڑہے اسکی خواہش کرتا ہون ۱۲ مترجم۔

جب ہی تک ہے کہ جب تک یقین نہ آئے اور جب یقین آگیا تو شک جائز نہین ہے۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وما وجدنا لاکثرهم من عهد وان وجدنا اکثرهم لفاسقین (اور نہین پایا ہمنے اونکے اکثرون کے لیے عہد (اور پیمان بلکہ جسپر وہ باقی ہین) اور ہمنے تو اونکے اکثرون کو فاسق ہی پایا) اور اوسی کتاب کافی مین اپنے اسناد سے ابی اسحق خراسانی سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام اپنے خطبے مین ارشاد فرماتے تھے لا ترتابوا فتشکوا ولا تشکوا فتکفروا۔ (نہ دل مین ریب کرو کہ شک میں پڑو اور نہ شک کرو کہ کافر ہو جاؤ) اور یہ بھی اوسی کتاب مین ہے محمد بن مسلم سے۔ محمد بن مسلم کہتے ہین کہ مین خدمت باسعادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مین حاضر تھا مین حضرت کے بائین جانب بیٹھا تھا اور زرارہ دہنی جانب اسی اثنا مین ابو بصیر آئے۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت آپ اوس شخص کے لیے کیا ارشاد فرماتے ہین جو خدا کے بارے مین شک کرے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کافر ہے۔ پھر ابو بصیر نے عرض کیا کہ کیا حکم ہے اوسکے واسطے جو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ مین شک کرے حضرت نے ارشاد فرمایا کافر ہے۔ پھر حضرت متوجہ ہوے زرارہ کی طرف اور فرمایا کہ جب جحد و انکار کریگا تو کافر ہو جائیگا۔

جناب ملا صالح نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآب مین اوسیوقت تک شک ہو سکتا ہے جبوقت تک حجت و دلیل قائم نہوی ہو۔ اسلیے کہ یہ تو ضروری اور بدیہی بات ہے کہ بعد قیام دلیل کے شک باقی نہین رہتا۔ تو اب شک کرنے والا قبل قیام دلیل کے جب ہی کافر ہوگا کہ جب جحد و انکار کرے۔ بخلاف اوسکے جو جحد و انکار نکرے پس وہ مستضعف اور ضعیف الایمان ہے۔ اور اسکا بیان آیندہ بھی آئیگا۔ اب رہا شک کرنے والا خدا کے بارے مین پس وہ کافر ہے۔ کیونکہ خدا کی حجتین اور اوسکے وجود کی دلیلین روشن و ظاہر ہین۔ ہر شئے اوسکے وجود کی شہادت دے رہی ہے۔ اور یہ بھی اوسی کتاب مین حدیث مفضل بن عمر سے ہے مفضل کہتے ہین سُنا مینے کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص شک کرے یا ظن کرے اور اوسی پر قائم رہے تو حق تعالیٰ اوسکے اعمال حبط کر لیتا ہے (اونکو قبول نہین کرتا اونکی جزا نہین دیتا) یہ خوب سمجھ لو کہ خدا کی حجتین نہایت روشن حجتین ہین۔ اور اسکے سوا اور بھی اس طرح کی حدیثین اوس کتاب مین ہین۔ وجہ دلالت ان احادیث کی جو شامل شک پر ہمارے مطلوب پر یہ ہے کہ شک خلاف یقین ہے۔

صاحب قاموس نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔ اور مجمع البحرین مین لکھا ہے کہ شک ارتیاب کو کہتے ہین۔

ف۱ یعنے اب یہ تیرے شک نہین ہے بلکہ جحد و انکار اسلیے کہ جب ہمارے آیات و دلالات و معجزات بکثرت مشہور ہو چکے اور تم لوگ دیکھ چکے تو اب شک کہان ہو سکتی ہے یہ شک نہین ہے جحد و انکار حق سے ہے۔ اور یہی سبب تھا کہ حضرت نے اوسکو معجزہ نہ دکھایا اسلیے کہ جانتے تھے کہ اسکو مفید نہوگا کیونکہ یہ جاحد و منکر حق ہے نہ طالب حق ۱۲ مترجم۔

ف۲ یعنے نہ دل مین خیالات فاسدہ کرو کہ آخر کو زبان سے بھی اوس شک کو ظاہر کرو جب شک ظاہر کرنے لگو گے تو اوسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ منکر ہو جاؤ گے اور منکر کافر ہے ۱۲ مترجم

اور وہ خلاف یقین ہے اور لازم و متعدی دونون طرح اسکا استعمال ہوتا ہے - اسی طرح علما و پیشوایان
اہل لغت سے نقل کیا گیا ہے - پس قول اہل لغت شک خلاف یقین ہے - شامل ہے تردد کو دو
امرون مین خواہ دونون طرفین برابر ہون - خواہ ایک دوسرے پر ترجیح ہو - فرمایا پروردگار عالم نے
فان کنت فی شک مما انزلنا الیک (پس اگر تمکو شک ہوتا اوسمین جسے ہمنے تمھارے لیے نازل کیا
ہی) مفسر نے شک کے معنون مین غیر متیقن کو لکہا ہے اور وہ عام ہے دونون حالتون سے
(شک اور ظن سے) اور فقہانے بھی شک استعمال موافق اہل لغت سکے دونون حالتون مین کیا
ہے جیسے یہ اونکے قول ہین من شک فی الطلاق من شک فی الصلوۃ جو شک کرے طلاق
مین - جو شک کرے نماز مین) یعنی جو شخص کہ یقین رکھے خواہ ایک طرف کو خواہ دوسری جانب پر
ترجیح ہو یا نہو - اور معنی وصیت مفضل کے بنا بر اوسکے جو کلام مولانا صالح رہ سے سمجھے جاتے ہین یہ ہین
کہ جو شخص شک کرے اور اوسکو تردد حاصل ہو خواہ دونون جانبین مساوی ہون یا ایک جانب کو ترجیح
ہو خواہ جانب حق کو خواہ خلاف حق کا گمان ہو اور وہ اوسی پر باقی رہے آخر روایت تک - وہ ہمارے
مقصود کے مخالف نہین ہے پس کوئی توہم نکرے جو ہمنے معنی شک کے نقل کیے اوسکے خلاف ہے
پانچوین یہ ہے کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ وجوب معرفت دفع خوف کے لیے ہے - اور ظن مین احتمال رہتا ہی
کہ یہ مخالف واقع ہو تو وہ اب بہی مستلزم خوف کو ہوگا اور کافی نہوگا بلکہ تحصیل یقین واجب ہوگی - اور
یہ بہی امر ہے کہ حق تعالی دلیلین روشن روشن اور حجتین ظاہر ظاہر اعتقادات حقہ پر قائم فرمائین ہین (جنسے
علم و یقین حاصل ہوتا ہے) پس اگر ظن پر اکتفا ہم جائز جانین تو اغرا بالجہل اور جہالت مین ڈالنا لازم آتا ہے
اور یہ قبیح ہے - اور یہ بھی ہے کہ آئمہ علیہم السلام نے تجویز فرمایا ہے کہ اعتقادات حقہ کو براہین عقلیہ سے
ثابت کرین اور فروع دین مین اسکو تجویز نہین فرمایا بلکہ منع فرمایا ہے - اور قائم کرنا قطعی دلیلون کا ہر زمانے
مین اعتقادات پر نہ عبادات و معاملات پر خصوصا اس زمانے مین - اور ذکر عقلی دلیلون کا کلام خدا مین
اور کلام رسول خدا مین اور کلام آئمہ ہدا علیہم السلام مین اکثر اصول دین پر - یہ سب کہلی دلیلین اور روشن
حجتین ہین اس بات کی کہ اعتقادات مین مطلوب تحصیل یقین ہے - اور یہ امر اوس شخص سے جو صاحب
طبع سلیم و فہم مستقیم ہو مخفی و پوشیدہ نہین ہے - جب یہ معلوم ہو چکا تو یہ بھی ظاہر ہے - کہ اس مقام
مین مسائل اصولیہ واقعیہ ہین کہ جنکی تکلیف حق تعالی نے ہمکو دی ہے کہ اونہین جزم اذعان کے ساتھ
تحصیل کرین ادلہ و براہین سے اور اسیکا نام علم ہے - پس جو شخص اعتقاد رکھے گا اس مسائل مین اونکے
خلاف کا یا شک کرے اوسنے تقصیر کی نظر و فکر مین اونکے مقدمات کی تحصیل و ترتیب مین جو اسکے علم
کی طرف پہنچاتے اور وہ مستحق عذاب ہوگا - اسلیے کہ یہ معلوم ہے - کہ لطف خدا پر واجب ہے - اور منجملہ
لطف یہ ہے کہ وہ قائم واضح و روشن دلیلون کو ہر اوس مسئلہ پر جسکی تحصیل علم و یقین کی تکلیف بندون
کو دی ہے - پس نہ التفات کیا جائیگا مخالفین حق کے ادعا پر بذل جہد و طاقت مین اپنے اعتقادات
باطلہ کے تحقیق مین کہ اوسکا نام وہ علم رکہین - اسلیے کہ حکم کرنا اس امر کا کہ مخالفین نے بذل جہد و
طاقت مین قصور کیا اولی ہے التزام قصور اور قبیح سے بہ نسبت خدا ے تعالی کے - اور یہ قصور علما

مخالفین مین اور اونکے جہال مین مشاہدہ بھی ہے زمانہ جناب رسالتمآب سے اسوقت تک اسلیے کہ دنیا ہمیشہ اہل باطل کے ساتھ رہے۔ اور وہ بھی دنیا ہے کہ ساتھ ساتھ پھرتی رہے جدھر وہ گئے اودھر وہ بھی گئے۔ علم و زہد کو وسیلہ تحصیل زخارف دنیا کا قرار دیا تھا۔ اور ہمیشہ روگردانی و اعراض کرتے رہے نظر و فکر سے تحقیق حق مین جو اونکو بلا کتہاہے اخروی سے نجات دیتا۔ اور ہمارے اس قول مین وہ شخص تو شک لا ہی نہین سکتا جو کہتا کہ اہل باطل کا عذر پیش خدا مقبول ہوگا۔ کیونکہ یہ ضروریات مذہب سے ہے مخالفین مذہب ہمیشہ داخل جہنم و خالد فی النار رہینگے۔ اور اسکو حدیث جناب رسالتمآب بھی پکار کے کہہ رہی ہے وہ حدیث جو عامہ و خاصہ دونون مین مشہور ہے۔

ستفترق امتی علی ثلثة وسبعین فرقة کلها فی النار الا واحدة (قریب ہے وہ زمانہ کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوجائین سب کے سب ناری ہونگے فقط ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ اب مین شروع کرتا ہون ذکر اون لوگون کے اقوال کا جو ہمارے اس طریقہ مین مخالف ہین اور ہر ایک کی دلیلین اوسکے قول پر اور جواب اوسکا۔ پس ہم کہتے ہین کہ جاحظ نے اور عنبری نے کہا ہے کہ ہر مجتہد اصول دین مین مصیبت ہے خواہ خطا کرے یا نہین۔ اور اس سے یہ مراد نہین ہے کہ معتقد کے مطابق اوسکا اعتقاد ہو۔ کیونکہ یہ تو ظاہر بظاہر فاسد ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ شخص بعد اجتہاد و نظر کے گنہگار نہوگا اور عہدہ تکلیف سے باہر آجائیگا۔

اور کتاب نہایہ مین کلام علامہ حلی علیہ الرحمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون (عنبری اور جاحظ) نے تمام مسلمین کے اس قول مین مخالفت کی ہے۔ بعض معتزلہ نے انکے قول کو اس طرف راجع کیا ہے کہ مراد اونکی علم کلام کی وہ مسائل ہین جنمین اہل اسلام نے اختلاف کیا ہے جیسے مسئلہ رویت ہے یا مسئلہ خلق اعمال ہے۔ مگر علما دین یہ تاویل مشہور نہین ہے بلکہ اسکا غیر مشہور ہے (یعنے مطلق اجتہاد کسی مسئلہ مین اور خلاف حق نظر سے حاصل ہو تو بھی ان دونون کے مذہب کے موافق معذور رہیگا) اور دلیل اون دونون کی یہ ہے کہ ٹھیک ٹھیک اور پورا پورا یقین جو دونون مقدمون کی صحیح صحیح ترتیب سے حاصل ہو بہت دشوار ہے ایسے یقین کی طرف سوائے بعض بعض افراد احاد کے کون پہنچ سکتا ہے۔ تو ایسی چیز کی تکلیف بھی تمام خلائق کو ہر خاص و عام کو نہین دی جاسکتی۔

خصوصاً جب اس قول پر جناب رسالتمآب صلی اللہ کے نظر کرین بعثت بالحنیفة السہلة السمحة (مین ایک صاف و پاک سہل و آسان دین پر مبعوث ہوا ہون) اور اس قول پروردگار عالم پر بھی نظر کرین وما جعل علیکم فی الدین من حرج (تمہارے اوپر دین مین عسر و حرج قرار نہین دیا گیا ہے) اور اس سے زیادہ اور عظیم کون حرج ہوگا کہ کسی انسان کو تکلیف دیجائے کہ ایک لحظہ مین وہ معرفت حاصل کرے جس مین تمام خلقت بارہ سو برس سے عاجز ہو رہی ہے۔ اور یہ بھی بات ہے کہ اصول دین کی دلیلین فروع دین سے زیادہ مشکل اور دقیق ہین۔ فروع دین کی اکثر دلیلین کتاب اور سنت اور اجماع ہے۔ اور یہ دلیل باوصف اسکے کہ سہل الماخذ ہین محفوظ ہین اور کتابون مین موجود ہین بخلاف اصول کے کہ اونکی دلیلین امور عقلیہ ہین اونمین وہی لوگ نظر کرتے آتے ہین جو بعد ایک

دوسرے کے ذکی وذہین ہوتے ہین - توجب فروع مین خطا کو جائز رکھتے ہو تو اصول مین بطریق جائز (گہو) جواب کلام حافظ وعنبری یہ ہو کہ تحصیل علم کا ادلہ سے بالکلیہ عسیر ودشوار ہونا ممنوع اور تحریر دلیل کا لازم ہونا مدفوع ہو (یہ لازم نہین ہے کہ تحصیل علم ویقین ترتیب مقدمات کرے اور منطقین اصطلاحات کے موافق صغری وکبری قیاس درست کرے) اسلیے کہ بہت سے یقینیات ایسے ہین کہ ایک تھوڑی سی توجہ مین ایک ایک عوام کو حاصل ہوجاتے ہین - کیا یہ تمکو معلوم نہین ہے کہ عوام - لڑکے - عورتین - جب کسی مکان کو دیکھتے ہین تو اسی کا یقینی وحتمی وجزمی حکم کرتے ہین کہ اسکا کوئی بنانے والا ضرور ہے باوصف اسکے اونکو یہ قدرت نہین ہے کہ وہ قیاس بنائین اور شکل اول بدیہی الانتاج کے مقدمات کی ترتیب دیکے اوس سے نتیجہ نکالین - اور اس طرح سے کہین - یہ بنا ممکن ہے یعنے وجود اسکا اور عدم اسکا ضروری نہین ہے - اور کسی ممکن کو یہ ممکن نہین ہے کہ خود بخود پایا جائے - کیونکہ ترجیح بلا مرجح یا ترجیح بلا مرجح محال ہے - پس یہ بنا خود بخود بلا علت کے نہین پائی گئی - توضرور ثابت ہوا کہ یہ بنا علت وبانی کے سبب سے ہے -

خلاصہ یہ کہ عقل سلیم اور فہم مستقیم اس امر پر شاہد ہے کہ عوام کے لیے بلکہ خواص کے لیے بھی ایک حالت اجمالی دلیل سے ہوتی ہے جسکے سبب سے جزم ویقین حکم کا حاصل ہوجاتا ہے نظر وتحریر دلیل اور ترتیب مقدمات کسی کا بھی وجود نہین ہوتا بلکہ عدم قدرت ترتیب کے ساتھ ہی علم ہوجاتا ہے جیسا عوام کی مثال سے معلوم ہوا - اسی سبب سے اکثر علمائے اہل ... بلکہ ... علاوہ اونکے اورون نے بھی کہا ہے کہ عوام اور عورتین مومنین سے اکثر ایسی ہین کہ جنکو علم اصول دین دلیل اجمالی سے حاصل ہوتا ہے - شارح مقاصد نے کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اکثر اہل اسلام تقلید پر عمل کرتے ہین - اور استدلال مین قاصر یا مقصر ہین - اور صحابہ اور اونکے بعد والے اور آئمہ اور خلفا اور علما سب کے سب اسکو اون لوگون کے لیے کافی سمجھا کیے اور مسلمانون کے احکام اونپر جاری کرتے رہے تو اب اختلاف کی کیا وجہ ہے اور کیا سبب ہے کہ اکثر علما اور مجتہدین کہتے ہین کہ مقلد کا ایمان صحیح نہین ہے - اسکے جواب مین ہم کہین گے - کہ اون لوگون کے بارے مین اختلاف نہین ہے کہ اسلام کے شہرون اور قریون اور اسلام کے صحراون مین پیدا ہون اور بڑہین - اور قول رسول خدا متواتر اون تک پہنچے اور معجزات اونکو پہنچین - اور نہ اون لوگون کے بارے مین اختلاف ہے جو خلقت آسمان وزمین اور اختلاف لیل ونہار مین تفکر کرتے رہتے ہین اسلیے کہ یہ سب کے سب اہل نظر واستدلال ہین - بلکہ اختلاف اوس شخص کے بارے مین ہے جو مثلاً پہاڑیون مین (جہان خبر اسلام نہ پہنچی ہو) نشو ونما پائے - اور تفکر خلقت وملکوت آسمان وزمین مین نکیے - اور کوئی شخص اوسکو خبر دے اپنے اعتقادات سے اور وہ شخص محض اسکی خبر دینے سے اسکے اعتقادات کی بغیر سمجھے بوجھے تقلید کر اور بلا تفکر وتدبر کے اون اعتقادات کی تصدیق کرے تمام ہوا کلام شارح مقاصد

اب ہمنے جو کچھ بیان کیا اوسپر اعتراض ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے نہایہ مین فرمایا ہے کہ فرق کرنا صاحب اجمال وتفصیل مین باطل ہے - اسلیے کہ جو دلیلین مثلاً دس مقدمات مرکب ہین ان

اگر وہ سب مقدمات مستدل (دلیل لانیوالا) کو حاصل ہو گئے تو علم حاصل ہو جائیگا اور کسی طرح کی زیادتی علم مین نہوگی۔ اسلئے کہ یہ دسون کے دسون نتیجہ دینے مین مستقل ہین۔ پس پورا پورا نتیجہ دینے اور اثر کرنے مین ایک کا دوسرے سے ملانا محال ہے (اسلئے کہ جب ہر ایک نتیجہ دینے مین مستقل ہے تو دوسرے کا ملانا تحصیل حاصل ہے) اگر سب مقدمات کا علم حاصل نہین ہوا بلکہ بعض بدیہی طور پر حاصل ہوے یا دلیل سے اور بعض تقلید سے تو نتیجہ کی بھی نسبت تقلید ہی کیطرف ہوگی پس متمسک کرنا دلیل سے زیادتی اور نقصان کو قبول نہین کرتا۔ پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ صاحبان دلیل اجمالی کو کافی ہے کہ ثبوت صانع عالم پر حوادثات عالم سے دلیل لائین یہ باطل ہے۔ اسلئے کہ ان حوادث کے لیے مؤثر و موجد کی ضرورت تو ظاہر و معلوم ہے۔ مگر اس مؤثر کا مختار ہونا انکے نزدیک علمی اور بدیہی نہین ہے اسلئے کہ جب تک یہ ثابت نہو وہ موجب و بے اختیار نہین ہو سکتا تو مختار اور صاحب اختیار کیطرف نسبت دینا واجب نہوگا۔ تو اب عامی اور جاہل شخص کا جزم و یقین کرنا کہ وہ صانع عالم صاحب اختیار ہے بغیر دلیل و استدلال کے اس مقدمہ مین تقلیدی رہتا ہے اور نتیجہ بھی تقلیدی ٹھہریگا۔ اور مثلاً جب کوئی چیز خارق عادت و خلاف عادت کسی شخص سے صادر ہوا اور یہ جاہل اُسے دیکھکر اُسکے ثبوت پر استدلال کرے بغیر اسکے کہ جو دلیلین ہکی ہین اُنکو حاصل نہ کرے۔ مثل اسکے کہ یہ فعل حق تعالی کا ہے نہ خاصہ نفس رسول کا۔ یا خاصہ کسی دوا کا۔ یا فعل جن کا یا ملک کا۔ اور مثل اسکے کہ یہ فعل خدا کا محض تصدیق نبی کی غرض سے ہے۔ نہ اسکے سوا (تو جبتک نظر اسپر نکریگا تو بعض مقدمات مین مقلد ہی رہیگا اور نتیجہ بھی تقلید ہی کیطرف منسوب ہوگا پس فرق کرنا صاحب دلیل اجمالی اور صاحب دلیل تفصیلی مین باطل ہے۔ تو اب سوا اسکے کوئی چیز باقی نہین ہے کہ کہا جاے کہ اصول دین کی تفصیلی دلیلین بھی سہل ہین مگر یہ بالکل مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔ یا یہ کہا جاے کہ تقلید جائز ہے اصول دین مین تو اب کوئی فرق تفصیل اور اجمال مین باقی نہین رہا۔ اس اعتراض کے جواب مین بتائید و توفیق پروردگار عالم ہم یہ کہتے ہین کہ علامہ رحمہ اللہ کا یہ تسلیم کرنا کہ حوادث کے لیے مؤثر کا ہونا عوام کے نزدیک معلومات سے ہے۔ حالانکہ اسکا ثبوت بھی اس امر پر موقوف کہ کسی ممکن کا وجود بغیر موجد محال ہے۔ جیسا کہ بعض ملحد اسکے قائل بھی ہین۔ اسلئے کہ اگر ایسا ہوتا اور بغیر موجد کے وجود ہوتا تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی جو محال ہے۔ اور اسکا ثبوت اسپر بھی موقوف ہے کہ کوئی شے علت اپنے نفس کی نہین ہو سکتی اور خود علامہ رہ اسکا انکار فرماتے ہین کہ حوادث کا مؤثر با اختیار ہونا اُن عوام کے نزدیک معلومات سے نہین ہے کیونکہ یہ موقوف ہے اس نظر پر کہ ایجاب و بلا اختیار ہونا چاہتا ہے کہ خدا بھی حادث قرار پاے یا یہ حوادث قدیم ٹھہراے جائین اور یہ دونو باتین محال ہین۔ تو اب علامہ رہ کا فرمانا خالی مناقشہ سے نہین ہے (ایک مقام اور ایک مقدمہ کی تو معلومیت تسلیم فرماتے ہین اور دوسرے کو غیر معلوم قرار دیتے ہین حالانکہ دونو بدیہی نہین ہین اور نظر و استدلال پر موقوف ہین) اسلئے کہ استدلال تفصیلی دونو مقامون مین عوام کو حاصل نہین ہے۔ اور اجمالی کا احتمال بھی دونون مقامون مین برابر ہے۔ علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ استدلال ایک امر ہے اور شبہون کا دفع کرنا دوسرا امر ہے۔ اور اگر کوئی شخص دوسرے امر پر (دفع شبہات پر) قادر نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ امر اول (استدلال) پر بھی قادر نہ ہون۔ مثلاً استدلال کرنا وجود صانع عالم پر اسطرح کہ حوادث کے لیے مؤثر و موجد کا ہونا ضرور ہے

(جب یہ ممکنات وحوادثات پائے جاتے ہین تو ضرور انکا موجد اور خالق بھی موجود ہے) اور اسیطرح دلیل قرار دینا کہ ان حوادث کو جو پروردگار عالم نے ایجاد کیا تو یہ ایجاد کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ قادر مختار ہے۔ اور جو دعوائے نبوت کرے اور اپنے دعوے پر معجزے دکھائے تو یہ دلیل ہے اوسکے صادق ہونیکی پس یہ سب استدلات صحیح اور حق ہین اور سہل الماخذ ہین۔ اور علم ویقین انسے حاصل ہوتا ہے اسلئے کہ ان مطالب کے مقدمات مین جانب مخالف اور اُسکے خلاف کا احتمال نہین ہوتا اوس شخص کے نزدیک جسکو وہ شبہے جو علم کلام کی کتابون مین لکھے ہین نہ معلوم ہون۔ اب یہ کہنا کہ کیون نہین ہوسکتا کہ یہ حوادثات خودبخود پیدا ہوگئے ہین۔ اور کیون نہین ہوسکتا۔ کہ ترجیح بلا مرجح جائز ہو اور اسی طرح یہ کہنا کیون نہین جائز ہے کہ خدا علت موجبہ (بے اختیار) ہو حادثات وممکنات کے پیدا کرنے مین اور کیون نہین ہوسکتا کہ ظہور معجزے کا اور کسی سبب سے ہو سوا تصدیق نبی کو یا ظہور اُسکا خصوصیت نبی کو لحاظ سے یا کسی دوا کا اثر ہو یا جن وملک کے سبب سے ہو پس۔ شبہات مین انکا دفع کرنا اور ان کے دفع کرنیکی قدرت کا حاصل کرنا ہر ہر شخص پر واجب ولازم نہین ہے۔ ہان البتہ یہ امر واجب کفائی ہے (کہ بعض لوگ ضرور تحصیل علم کرین اور ان شبہون کے دفع کی قدرت حاصل کرین) تا باعث گمراہی بعض مومنین۔ عارفین کا نہ ہو پس اگر کوئی کہے اس بیان سے تو یہ لازم آتا ہے کہ جنکو دلیل اجمالی سے اصول دین حاصل ہین وہ اگر کوئی شبہہ ان شبہون سے سنین یا کبھی دلمین انکے کوئی شبہہ آئے تو چاہیے کہ فوراً شبہہ کے سنتے ہی اور دلمین آتے ہی اعتقاد اونکا زائل ہوجاے کیونکہ اونکو اوسکے دفع کی تو قدرت ہی نہین اور اونکے نزدیک احتمال جانب خلاف اعتقاد کا پیدا ہوگیا۔ اور بہت کم لوگ ایسے ہونگے کہ بلاد اسلام مین نشو ونما پائین اور مخالفین کے شبہون کو نہ سنین پس پھر وہی محذور عود کر آیا اور قول اکتفا ظن کا لازم ہوا۔ تو اسکے جواب مین کہین گے کہ جیسا تم خیال کرتے ہو وہ امر نہین ہے۔ اسلئے کہ اُن لوگون کو جنکا اعتقاد راسخ اور مضبوط ہو خواہ عام مین سے ہون خواہ خاص مین سے ہم دیکھتے ہین کہ جب کبھی وہ کوئی شبہہ سنتے ہین یا اونکے دل مین کبھی کوئی شبہہ آتا ہے تو وہ سمجھتے ہین کہ یہ شبہہ شیطانیہ ہے اگرچہ وہ قدرت اوس شبہہ کے دفع پر نہ رکھتے ہون۔ اور یہ امر موقوف نہین ہے بلکہ جو لوگ معقولی ہین اور کتب منطق ومعقول کیطرف رجوع کرین تو اُنپر بھی یہ امر پوشیدہ نہ رہے گا۔ مثلاً شبہہ معدوم النظیر۔ اور مغالطۂ العامہ الورود۔ اور شبہات ابن کمونہ اور اسی طرح کے اور شبہات (کہ سب اہل فضل کو ان شبہون کی عدم حقیت اور بطلان معلوم ہے مگر اسکے دفع مین کیسی کیسی دقتین پڑتی ہین اور اوٹھائی نہین اوٹھتین۔ اور ہٹائے نہین ہٹتین تو اس سے اسکے خلاف کا اعتقاد کہین زائل ہوسکتا ہے اسی طرح اگرچہ شبہات مخالفین کی دفع کی قدرت عوام نہین رکھتے مگر اونکا اعتقاد حق اوس سے زائل نہین ہوتا اور اُن شبہون کو وہ باطل اور شیطانی شبہے سمجھتے رہتے ہین) علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ وجوب تحصیل علم ویقین سے مراد مسائل اصول دین مین یہ نہین ہے کہ ہر مسئلہ کو ایک ایک ہی دلیل سے حاصل کرے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر وفکر واجب ہے تاکہ علم ویقین اُن مسائل کا حاصل ہو۔ اسباب وعمارات سے یا دلیل وبرہان سے ایک سے ہو یا کئے سے اور یہی عمدہ ہے اس باب مین اسلئے کہ اطمینان نفسون کو اور اعتقاد راسخہ مومنون کے دلون مین اس درجہ ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاے مگر اونکا اعتقاد حق کیا ممکن ہو دل سے مٹ جائے۔ کیونکہ یہ اعتقادات اُن کے ایک ہی ایک دلیل سے نہین حاصل ہوے کہ جب کوئی شبہہ اُسپر وارد ہوجاے تو اوسکے دفع مین تامل وفکر وغور شدید کی ضرورت ہو جو عوام الناس کی طاقت سے باہر ہو جاے اسلئے کہ جب ہم اپنے نفسون کی طرف رجوع کرتے ہین تو حتمی وجزمی حکم کرتے ہین کہ ہمارے یہ اعتقادات۔ وجود واجب تعالے۔ نبوت محمد مصطفےٰ۔ امامت علی مرتضےٰ اور اسی طرح کے اعتقادات ایک ہی ایک دلیل مخصوص ومعین سے حاصل نہین ہوے ہین کہ جب اُسمین کوئی شبہہ واقع ہو وہ اعتقاد جازم

لازم ہمارا زائل ہو جاوے بلکہ ہم جانتے ہین کہ یہ اعتقاد ہمارا بہت سے امور کے اجماع سے اور بہت قرائن اور بہت اشارات وآیات وعلامات ودلائل سے ایک حالت اجمالیہ پیدا کرکے حاصل ہوا ہے اور مجموع من حیث المجموع سے ایک حالت ایسی پیدا ہوتی ہے جو موجب جزم مراد وباعث یقین وعلمیت اعتقاد ہوئی ہے (تو اب بہلا کسی دلیل پر شبہہ وارد ہونے سے اور اوسکا جواب نہ دے سکنے سے یہ اعتقاد کہان زائل ہو سکتا ہے یہ توجب تہا کہ جب اوسی ایک ہی دلیل سے یہ اعتقاد حاصل ہوا ہوتا جسپر شبہہ وارد ہوا ہے تو اوسکے باطل ہو جانے سے اسکا زوال ہوتا اور جب مجموع سے اور بہت عمارات وعلامات کے ملنے سے یہ اعتقاد حاصل ہوا تو ایک پر شبہہ وارد ہونے سے اور اوسکے دفع نہ کر سکنے سے ضرر اعتقاد مین نہ ہوگا) اور نظیر اسکی تواتر معنوی ہے کہ مفید علم ویقین ہے جو کثرت اخبار سے حاصل ہوتا ہے اگرچہ ہر خبر اونمین سے موجب علم نہو۔ جیسے شجاعت جناب امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام اور اسی طرح کی اور بہت باتین۔ اور جب یہ امر ہے تو صاحبان ادلہ اجمالیہ اور صاحبان ادلہ تفصیلیہ مین فرق بہ نسبت ہر ہر دلیل واحد کے ہوگا اسلئے کہ اہل تفصیل شبہون کے رد کرنے پر جو اوس دلیل پر وارد ہون قدرت رکہتے ہین۔ اور صاحبان ادلۂ اجمالیہ اوسکی قدرت نہین رکہتے۔ لیکن مجموع من حیث المجموع کی راہ سے کہ کئے امرون کے اجتماع سے جو اصل اصول دین سے حاصل ہو بہ نسبت اوسکے اہل تفصیل واجمال مین کوئی فرق نہوگا۔ ہان فرق جودت ذہن اور غباوت ذہن اور سرعت انتقال ذہن اور بطوء انتقال ذہن کا ہوگا کہ صاحب عقل سلیم کثرت قرائن کا محتاج نہوگا اور اغبیا کو اسکے احتیاج ہوگی اور اس بات مین بہی فرق ہوگا۔ کہ خواص اور عالم تو اس حالت اجمالیہ کی تفصیل دلائل وقرائن کیطرف کر سکین گے اور عوام مین یہ قدرت نہین ہے۔ اس مقام کی تحقیق اسی طرح ہے لائق وسزاوار ہر اور تمام حمد وثنا کا مستحق منعم وخالق وپروردگار ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جاحظ وعنبری نے جو اپنے قول کی دلیل مین کہا تہا کہ اصول دین کی دلیلین فروع دین سے زیادہ دقیق ومشکل ہین۔ تو اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ قول ممنوع ہے اغلبیت ووقت ثابت نہین ہو۔ اس لئے کہ اصول دین کا اعتقاد موقوف ہے اس امر پر کہ دلیل کی عبارت اور معنے دونو قطعی اور یقینی ہون اور ادلۂ شرعیہ مین تعارض نہو (اور بعد تعارض کے) یہ جمع کرنا دلیلون کا (ایک مطلب پر بہت شاذ ونادر ہے۔ پس اکتفا ظن وگمان پر فروع دین مین۔ اسلئے کہ ادلہ شرعیہ مین فروع مین تعارض بہت ہے اور قطعی عبارت اور قطعی معنے بہت کم ہین) جائز ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ اصول دین مین بہی اکتفا ظن وگمان پر جائز ہو جاوے۔ علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ اصول دین کی دلیلین محض عقلی دلیلون مین منحصر نہین ہین۔ بلکہ بہت سے اعتقادیات ایسے ہین جو احادیث سے ثابت ہوئے ہین جیسے معراج اور عذاب قبر اور حشر اجسام کا اور مثل اسکے (ان اعتقادات مین عقل سے اسقدر معلوم ہوا ہے کہ یہ باتین عقلاً محال نہین ہین اور کلام صادق سے ثابت ہوئے ہین تو ضرور حق وصحیح وثابت ہین) اور دوسرا قول جو مخالف ہے ہمارے مسلک کے وہ قول جناب شیخ ابوجعفر طوسی رحمۃ اللہ کہ اونہون نے کتاب عدہ مین ارشاد فرمایا کہ اصول دین مین اہل حق کا مقلد اگرچہ تقلید کرنیکی راہ سے تو خطا پر ہی مگر اوس سے مواخذہ اخروی نہوگا اور یہ قصور اوسکا عفو کیا جائیگا۔ اور یہ ہمنی اوسی طریقہ طریقہ کے لئے کہا جسکا ذکر سابق مین کر چکے۔ اسلئے کہ ہم تو کسی گروہ (اصحاب) سے اور اماموں سے یہ بات نہین پاتے کہ جس شخص نے اونکے (اماموں کے) قولون کو سنا ہو اور اون کے اعتقاد کے موافق اپنا اعتقاد رکہا ہو

اگرچہ اسمین حجت شرع و عقل کیطرف نسبت ندیا ہو تو اوسکی محبت اور موالاۃ کو ائمہ علیہ السلام نے ترک کردیا ہو۔ (اوس سے ملنا چھوڑ دیا ہو) اور اپنے اس قول پر جناب شیخ رہ نے یہ دلیل فرمائی ہے کہ تمام فقہائے بلاد و امصار و علماء ہر شہر و دیار کا اتفاق ہے کہ جاہل و عامی (اگر عادل ہو) کی شہادت پر حکم دیا جاتا ہے باوجودیکہ علم ہے کہ اوس قائل نے اپنے عقائد کو دلیل قطعی سے حاصل نہین کیا ہے۔ یہان یہ نہین کہا جاسکتا کہ قبول شہادت اسوجہ سے ہوئی کہ وہ اوائل ادلہ اور شروع علم شروع کی دلیلون سے عارف تھی اور وہ بھی مجمل اجمالی بھی نہین اس لئے کہ اگر یہ بات سب مکلفین کے لئے حاصل ہو تو کوئی بھی باقی نہین رہتا جو مواخذہ سے موصوف ہو پس ہماری غرض حاصل ہوئی کہ اثم و گناہ اونسے ساقط ہوا۔ اور اگر یہ بات سب کو حاصل نہین ہے سب کو معلوم نہین ہے تو لازم آتا ہے کہ حکم کرنا شہادت پر موقوف ہو اس بات پر کہ ہم پہلے یہ علم حاصل کرین کہ شاہد نے ادلہ عقلی قطعی سے اعتقادات حاصل کئے ہین لیکن یہ امر محال ہے۔ اور اسلئے کہ جناب رسول خدا اسلام اعرابی کا حکم فرما دیتے تھے بغیر اسکے کہ علم کلام کی دلیلین اوس سے بیان فرمائین اور اوسپر لازم بھی نہین فرماتے تھے کہ اون دلیلون کو حاصل کرے بلکہ اوسکو امورات واجبہ شرعیہ مثل نماز روزہ وغیرہ کی تعلیم کا حکم فرماتے تھے۔ یہان تک تھا کلام جناب شیخ کا۔ مین کہتا ہون کہ تقلید وہی عمل کرنا ہے قول غیر پر بغیر کسی حجت ملزمہ (لازم ٹھہرانیوالی) کے اور اسکی تصریح علماء اعلام نے فرمائی ہے۔ انہین سے جناب علامہ رہ ہین۔ کہ کتاب نہایہ مین تحریر فرمایا ہے کہ تقلید وہی عمل ہو قول غیر پر بغیر حجت ملزمہ کے۔ ماخوذ ہے تقلید قلادہ سے اور اوسکی گردن مین ڈالنے کو تقلید کہتے ہین۔ اور یہ تقلید یہ ہے کہ کوئی شخص عامی کے قول کو اور مجتہد مجتہد کے قول کو لے۔ اب اس بنا پر رجوع کرنا قول نبی کیطرف یا جسپر اجماع ہوا ہو اور رجوع کرنا عامی کا طرف قول مفتی کے اور عمل کرنا قاضی کا قول شاہدین پر تقلید نہین ہے۔ اسلئے کہ یہ حجت ملزمہ پر شامل ہے۔ اسلئے کہ واجب عمل کرنا قول نبی پر۔ اور واجب ہے رجوع کرنا طرف حکم اجماع کے بسبب قول رسالتماب و آیات کتاب کے۔ اور واجب ہے قبول کرنا قول مفتی اور شاہدین کا بسبب اجماع اور قیام ادلہ مثل نصوص کے۔ اور کبھی عرف استعمال مین اسکو بھی تقلید کہتے ہین۔ یہان تک کلام جناب علامہ رہ کا تھا۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب ہم کہتے ہین کہ اعتقاد عامی کا مثل و مطابق اعتقاد ائمہ علیہم السلام ہونا ہم تسلیم نہین کرتے کہ یہ تقلید ہے بلکہ یہ علم یقینی ہے جو دلیل سے حاصل ہوا ہے۔ ہان اگر یہ ثابت ہو کہ اعتقاد عامی کا اون مسائل توحید مین جنپر اثبات نبوت و امامت موقوف ہے تقلید ائمہ سے تھا بغیر استناد کسی دوسری دلیل کے اگرچہ اجمالی ہی ہو اور باوجود اسکے امام اس عامی سے راضی رہے تو البتہ کلام شیخ کی وجہ ہو سکتی ہے لیکن اثبات اسکا مشکل ہے۔ اب رہی گواہی و شہادت پس اوسکی بنا قبول کی حسن ظاہری پر ہے اگرچہ درمیان خود خدا وہ شخص منافق بھی ہو پس ہمکو تفحص لازم نہین ہے اور جس طرح نصوص اعتقادات مین عادت جاری نہین ہوئی ہے اسی طرح مسائل عبادات کے تفحص کرنے مین بھی عادت جاری نہین ہوئی کہ کس سے اخذ کئے ہین پس اگر تمھاری دلیل تمام ہو تو لازم آتا ہے کہ عبادات مین بھی علی الاطلاق تقلید صحیح ہو حالانکہ ضرور ہے کہ تقلید مجتہد جامع الشرائط کی ہو اور باوجود شرائط چاہیے کہ وہ مجتہد حی و زندہ کی تقلید ہوگی کما ہو الاظہر۔ ب رہا یہ امر کہ جلالتقال (نہین کہا جاسکتا) سے خود لینے اوپر اشکال و اعتراض کرکے اوسکا جواب دیا ہے تو اوس جواب مین یہ اعتراض ہے کہ ہمکو معلوم ہوا شارح مقاصد کی اوس عبارت سے جو سابق مین بیان ہوئے کہ کلام اوس شخص مین ہے جو بہاڑ

کی چوٹی پر پڑا ہو- (جو جنگلون بیابانون مین پیدا ہوا ہو عمر اُنمات اور اوسکے اختلافات و دین و مذہب کچھ بھی نہ جانتا ہو) اور کسی ایک شخص کی خبر سے اعتقادات مین وہ تقلید کرے- والا اہل امصار (شہرون اور بستیون کے رہنے والو مین کلام نہین ہے) وہ تو سب کے سب اہل نظر و استدلال سے ہین اور تفصیل مقام یہ ہے کہ حالات ان عوام کے متفاوت اور جدا جدا ہین- بسبب شدت نقصان عقل و عدم و شدت نقصان عقل کے- پس اگر نقصان عقل اسقدر جہ ہے کہ وہ شخص قادر نہین ہے تحصیل علم و معرفت خدا بدلیل کر سکے اگرچہ دلیل اجمالی ہی کیون نہو پس ایسے شخص کو تحصیل علم بدلیل کی تکلیف نہین ہے اسلئے کہ خداے تعالے کسی نفس کو اوسکے قدرت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا اور بندون پر دین مین عسر و حرج نہین قرار دیا- اور اسپر کافی روایت زرارہ بھی دلالت کرتی ہے- زرارہ کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا حضرت ابو جعفر امام محمد باقر سے مستضعف کو (کہ مستضعف کسی کہتے ہین) حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مستضعف وہ ہے جو نہ طریقہ کفر جانتا ہے کہ کافر بنے نہ راہ ایمان سمجھتا ہے کہ ایمان لاے نہ وہ ایمان ہی لانے کی قوت رکھتا ہو نہ کافر بننے ہی کی لیاقت رکھتا ہے پس یہ وہی صبیان اور بچے ہین اور وہ شخص مرد اور عورتون سے مین جو مثل انہین بچون کے عقلین رکھین اور اسی معنی ہین اور بھی روایات ہین جنکے ذکر سے طول ہوگا اور مقتضا ان احادیث کے ظواہر کا یہ ہے کہ مستضعفین غیر مکلفین ہین اعتقادات و معاملات سب کے اور حال اونکا مثل حال صبیان غیر ممیز کے ہے بلا دقت کی اور کوئی فرق اونمین نہین ہے اس امر مین- اور شارح مقاصد نے بعض معتزلہ سے موافق اسکے نقل کیا ہے- پس اونہون نے کہا ہے کہ عاجزین کو یہ تکلیف ہے کہ اوائل ادلہ اور ابتدائی دلیلون کو سنین جو بہت جلد سمجھ مین آجاتی ہین پس اگر وہ سمجھ گئے تو بس اسیقدر اونکے لیے کافی ہے اور یہی اصحاب جمل (مجمل دلیلون پر عمل کرنیوالا) ہین اور اسکی تکلیف نہین ہے کہ تخلیص عبارت کرین اور اُس بیان کا لب و حاصل اپنی عبارت مین سمجھا دین- اگر وہ ابتدائی دلیلین بھی نہ سمجھ سکین اور انپر بھی واقف ہونا اونہین ممکن نہو پس وہ ہرگز مکلف نہین ہین- بلکہ وہ اسلئے پیدا کرلئے گئے ہین کہ اور مکلفین کو اونسے دنیا مین نفع پہنچے- اور ایسے لوگ بہت ہین گروہ عوام سے اور غلامون سے اور عورتون سے- تمام ہوا کلام شارح مقاصد- اور اگر نقصان عقل اسقدر نہو کہ بچون کے نقصان عقل کے درجے تک پہنچا اور وہ شخص لوگون کے اعتقادات مین جو اختلاف ہے اوسکو سمجھ سکتا ہو- اور جو باعث اختلاف ہین اونکو پہچان سکتا ہو عموماً سب چیزونکو یا بعض اختلافات اور اونکے اسباب کو سمجھ سکتا ہو تو کوئی شبہ اسمین نہین ہے کہ اوسکو تحقیق حق اور تحصیل علم ساتھ اصول حقہ کے اوسقدر واجب ہے جسقدر اوسکی عقل کفایت کر سکے کہ اوسیقدر اوسکی عقل کے تحصیل علم اصول حقہ ادلہ و براہین جو سابقاً مذکور ہوئین واجب ہے- اور موئد اسکے ہے وہ روایت جو کافی مین حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مذکور ہے حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص لوگون کے اختلاف کو (یعنے اعتقادات کے اختلاف کو) سمجھتا ہے وہ مستضعف نہین ہے (اوسکو ضعیف المذہب بلا اختیار کئے مذہب کی دلیلون سے نہ رہنا چاہئے) اور حضرت ابو الحسن امام موسے کاظم علیہ السلام سے روایت ہے- راوی کہتا ہے کہ مین نے دریافت کیا حضرت سے مستضعف کے بارے مین حضرت نے اوسکے جواب مین تحریر فرمایا کہ ضعیف و مستضعف وہ ہے جس تک حجت نہ پہنچی ہو اور اختلاف کو نہ جانتا ہو- اور جب اختلاف کو پہچان سکتا ہے تو وہ مستضعف نہین ہے اور اوسی کافی مین سفیان بن سمط بجلی

سے یہ روایت ہے ۔ سفیان کہتا ہے کہ مین نے عرض کیا حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ مستضعفین کے بارے مین کیا ارشاد فرماتے ہین حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمنے کسی کو چھوڑا ہے جو مستضعف رہ سکے مستضعف کہان ہین (یعنے تم سب کے دین کی حقیت وحجت ایسی روشن ہے کہ سب اوسکی حقیقت سے واقف اور مخالفین کے مذہب کے بطلان سے ماہر ہین تو ایسی حالت مین مستضعف کون رہ سکتا ہے اور کہان مستضعف کا وجود ہے) اسی سبب سے بتاکید قسم سے حضرت ارشاد فرماتے ہین) قسم خدا کی تمھارا حال ان نا کتخدا نوجوان لڑکیون مین جو پردہ نشین ہین ان مین بھی پھیلا ہوا ہے یہ سقے اور اونکی عورتین تک مدینے کی راہ مین اسکا ذکر وچرچہ کرتی ہین (تمھاری حجت وحقیقت سب پر ظاہر ہے ہر ایک اس سے بخوبی ماہر ہے) پس مقتضا اس حدیث کا یہ ہے کہ تحقیق حق ایسے لوگون پر اور اسطرح کے عوام پر بھی واجب ہے ۔ اور فکر ونظر کے ترک مین یہ بھی لوگ معذور نہین ہین ۔ اور وہ مستضعف جو مکلف نہو جسکو تکلیف نظر وفکر کی نہو جسپر تحصیل معرفت بدلیل واجب نہو (نہایت بد عقل ہو) نہایت شاذ و نادر ہے ۔ پس اسی کے موافق شارح مقاصد کا بھی قول ہے جیسا سابقاً معلوم ہوا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسکا قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر انسان اپنے نفس کو آپ خود سمجھ سکتا ہے پس جو شخص اپنے نفس مین معرفت اختلاف پائے اور نظر وفکر کی قدرت رکھتا ہو تو اوسپر واجب ہے کہ تحقیق اور علم ویقین حاصل کرے اس لئے کہ دفع خوف کرنا نفس سے عقلاً واجب جیسا کہ سابق معلوم ہوا (اور بغیر نظر کے ایک مذہب بغیر سمجھے بوجھے اختیار کرنے مین ضرور خوف ہلاکت ہے کہ شاید وہ مذہب باطل ہو) اور اسمین کچھ صعوبت ودشواری نہین ہے اسلئے کہ استدلال کا ایک طریقہ نہین ہے بلکہ مختلف طریقے ہین کم سے کم یہ ہے کہ عقل محال سمجھتی ہے کہ ایک گروہ کثیر جنکی تعداد شمار سے گذر گئے ہو اجماع واتفاق کرین ہر زمانے مین اور ہر شہر و دیار مین باوجود یکہ ان مین بڑے بڑے عالم وفاضل وعقیل وذکی وپرہیزگار ومتقی ہون امر باطل پر اثبات واجب الوجود ونبوت نبی مین اور اوسکے علاوہ اور اصول دین مین (یعنے یہ اگر باطل ہوتا تو ایسے ایسے علماء وصلحا وازکیا واتقیا ہرگز اسپر اتفاق نکرتے) اور مجکو بہت پسند آیا کلام جناب شیخ الاسلام ورئیس المسلمین ناصر الائمہ واسوۃ المومنین جناب الشیخ المفید رحمہ اللہ کا کتاب مجالس مین اب مین اوسکو تائید مین ذکر کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ بعض علماء معتزلہ نے جناب شیخ رہ سے اثنائے گفتگو مین سوال کیا یہ بتائے کہ یہ شیعہ امامیہ جو تقلید مین ہین (جنھون نے دین کو دلیل واستدلال سے حاصل نہین کیا اپنے آبا واجداد یا علماء کے قول سے دین کو قبول کیا ہے) کیا آپ انکے بارہ مین کہین گے کہ یہ کفار ہین اور مستحق ہین کہ ہمیشہ جہنم مین داخل رہین ۔ اور اگر آپ اسکے قائل ہین تو پھر جنت مین سوائے آپ کے اور کوئی شیعہ امامیہ سے نہو گا کیونکہ سوائے آپ کے ہم کسی کو نہین جانتے جسنے آپ کی طرح تحقیق نظر کی ہو ۔ اور اگر ہونگے بھی تو تمام دنیا مین بیس شخص بھی ایسے نہونگے ۔ اور ہمکو گمان نہین ہے کہ آپکا یہ قول ہو ۔ اور اگر آپ کہین یکافر نہین ہین کیونکہ وہ اعتقاد تشیع رکھتے ہین ظاہراً اور باطناً تو یہ بھی مثل آپ کے ہوگئے نظر واستدلال وعلم ومعرفت مین) اور اس سے قول سابق آپ کا باطل ہوتا ہے ۔ جناب شیخ رد فرماتے ہین کہ مین اوسکے جواب مین کہا کہ مین یہ نہین کہتا کہ جمیع مقلدہ سب تقلید کرنے والے کافر ہین اس لئے کہ ان مین ایسے لوگ بھی ہین جنکو علم ومعرفت کی اور دلیلون مین نظر کرنے کی تکلیف نہین دیگئی ہے کیونکہ اون کے عقلین اوس حد سے ناقص ہین جسکے سبب سے تکلیف اسکی واجب

ہوتی ہے۔ اگرچہ میرے نزدیک اونکو قول اور عمل کی تکلیف ہے (یعنے اگرچہ اونکو نظر و استدلال سے اصول حقہ کے حاصل کرنے کی تکلیف نہو مگر اس سے یہ لازم نہین ہے کہ زبانی اقرار عقائد اور اعمال کی بھی تکلیف نہو) اور یہ میرا قول ہے اُن لوگون کے بارے مین جو دہقانی و صحرائی عرب و عجم و احمق و کم عقل ہین۔ بس یہ لوگ جب زبان سے عقائد کا اظہار کرین اور فروع پر عمل کرین تو اونکا ثواب مثل عوض بہائم اور اطفال و مجانین کے ہوگا جو انسے عصیان واقع ہوگا اوسپر مستحق ہونگے عقاب کے دُنیا مین اور روز قیامت بمقدار طول زمان حساب کے یا ایک زمانے تک جہنم مین بھی رہین پھر اوس سے خارج کر کے محل ثواب وبہشت مین داخل کئے جائینگے اور ایک گروہ مقلدہ سے میرے نزدیک کافر ہین اسلئے کہ اونکو قوت استدلال کی ہے کہ جسکے سبب سے معارف حقہ تک پہنچ سکین پھر جب وہ باز رہے نظر سے اوسکے طریقون مین تو وہ مستحق خلود فی النار ہوے کہ ہمیشہ داخل جہنم رہین۔ اب رہا یہ قول تمھارا کہ دنیا مین کوئی شخص شیعون سے نہین ہے کہ جو نظر و استدلال کرے اُسطرح جو حق نظر ہے سوائے بیس نفر کے یا اسکے قریب قریب پس اگر تم اس قول پر اپنے صادق ہو تو بھی کوئی مانع نہین اس امر مین کہ گروہ شیعہ عارفین ہون۔ اسلئے کہ طریقے معرفت کے قریب الماخذ وسہل ہین کہ جو عقل کو کام مین لاے وہ اُن طریقون پر پہنچ سکتا ہے اگرچہ وہ قادر نہو سکے اوسکے بیان اور سمجھانے پر اور مجادلہ اور مناظرہ اوسپر سہل و آسان نہو اور وجہ اہل تحقیق سے نظر و استدلال ذمن نہو اسلئے کہ ماہر نہونا مجادلہ و مناظرہ مین اور تمام علم اور اوسکے حدود کا احاطہ نہ کرنا اور غوامض کلام و دقیق سے واقف نہونا اور باریک مسائل کا نہ جاننا دلیل اوسکے جہل کے ساتھ خداوند عالم کے نہین ہے۔ ختم ہوا کلام جناب شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ کا۔ اس کلام کی متانت و وثاقت مخفی نہین ہے۔ مگر یہ قول اونکا کہ مکلف ہے ساتھ قول و عمل کے محل نظر ہے اس لئے کہ یا یہ کہا جاے کہ مستضعف مکلف ہو قول و فعل مطلق جو کچھ ہو خواہ قول حق ہو مثل کلمہ توحید و شہادتین اور مثل اسکے خواہ قول باطل ہو جیسے کئیے خدا کا قائل ہونا اور اسی طرح کلام عمل مین ہے مثل نماز اور بتون کی عبادت کے یا یہ کہا جائے کہ وہ مکلف ہے ساتھ قول حق اور عبادت مطلوبہ شارع کے پہلی صورت باطل ہے بدیہتًا اور بطلان اوسکا ضروریات مذہب سے ہے۔ اور دوسری صورت فرع ہے تکلف اور اس امر کی کہ اوسکو علم ہو یہ عبادت مخصوصہ مطلوب شارع اسکا غیر مطلوب نہین ہے۔ اور یہ حاصل ہوگا بغیر نظر اور فکر و استدلال کے اور فرض کیا گیا ہے کہ اوسکو اسکے قدرت نہین ہے۔ اور عذاب کرنا ترک پر بعض قول کی اور بجالانے پر بعض کے اور اسی طرح ترک بعض عمل کے اور بجالانے پر بعض عمل کے باوجود یکہ اوسکو قوت تمیز کی نہین ہے جیسا کہ مفروض ہے یہ خلاف ہے مقتضائے عدالت کے جیسا کہ پوشیدہ نہین ہے (جب اوسکو عقل و تمیز نیک و بد کی نہین ہے تو استحقاق عذاب و عقاب بھی نہوگا اگرچہ تفضلاً اعمال نیک بسبب عقائد حقہ کے قائل ہونیکے ثواب دیا جاے) اور وہ چیز جسکو شیخ طوسی رہ نے اپنے قول کی حجت مین بیان کیا ہے کہ جناب رسول خدا حکم فرماتے تھے اسلام اعرابی کا الخ پس جواب اوسکا یہ ہے کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہین تمام عرب جسکے زمانے مین جناب رسالتمآب مبعوث ہوئے وہ سب یا اہل شرک سے تھے یا اہل کتاب سے تھے۔ اور یہ سب ایسے تھے جو وجود صانع عالم کے قائل تھے اور خدا کی معرفت بدلیل اونکو حاصل تھی جیسا کہ قول اعرابی اسپر دلالت کرتا ہے۔ البعرۃ تدل علی البعیر و اثر القدم علی المسیر افسما ء

ذات ابراج وارض ذات فجاج لاتدلان علی اللطیف الخبیر (اونٹ کی مینگنیون سے اونٹ کا نشان ملتا ہے - پیر کے نشان سے چلنے والے کا پتہ چلتا ہے - اور آسمان باین بروج وبلندی زمین باہمواری وپستی کیا یہ دونون نہین دلالت کرتے نزدیک عاقل وبصیر کے وجود پر خالق لطیف وخبیر کے -) اور اگر یہ دلیل جناب شیخ طوسی رہ کی تمام فرض کرین تو لازم آتا ہے کہ اسی قول جناب رسالتمآب سے کہین کہ تصدیق قلبی وجود کی اور اوسکی صفات کی معتبر نہو واجب نہو - اور یہ باطل باتفاق اور اسی طریقہ جناب شیخ رہ پر اکثر جماعت اہل خلاف بھی چلی ہے - شرح مقاصد مین ہے بہت سے علماء اور تمام فقہاء کا قول ہے ایمان مقلد (جو بتقلید ایمان حاصل کرے) صحیح ہے - احکام دنیوی و اُخروی (ثواب وعقاب وغیرہ) سب اوسپر مترتب وحاصل ہون گے - اور شیخ ابو الحسن اور معتزلہ نے متکلمین سے اسکو منع کیا ہے - پھر اسکے بعد شارح مقاصد نے دلیلین اُن لوگون کی بیان کی ہین جو اس قول کے مخالف ہین اور انتہائے بیان ادلہ مین لکھا ہے - دوسری دلیل یہ ہے کہ علم واجب ہو اور علم نہین ہو سکتا کسی چیز کا سوائے بدیہی کے یا استدلالی کے جو دلیل سے حاصل ہو - اور بدیہی ہو نہین (جیسے معرفت وعقائد) تو دلیل سے حاصل کرنا لازم و معین ہوا اور اوسکو رد کیا کہ استدلال کے وجوب مین نزاع نہین ہے بلکہ نزاع یہ ہے کہ اگر اس واجب کو ترک کرے تو پھر ایسے شخص کا ایمان و تصدیق قلبی قابل اعتبار ولائق شمار ہوگی - پھر ذکر کیا ہے کہ تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ اصل جسمین تقلید کی ہے اگر باطل ہے تو بالاتفاق سبکی نزدیک تقلید اوسکی باطل ہے - جیسے یہود ونصاریٰ اور بت پرست اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہین اُن کے طریقے پر چلتے ہین اور اگر وہ امر حق ہو تو حق ہونا اُسکا یا تقلید سے معلوم ہوا تو دور لازم آیا اور اگر دلیل سے جانا تو تناقض ہوا (کلام مین ابھی تو دلیل کو لازم نہ کہتے تھے آخر کو دلیل کیطرف رجوع کرنا پڑی) اور اسکو رد کیا اسطرح کہ کلام اس شے کی تقلید مین ہے جسکی حقیت بدلیل معلوم ہو جیسے وہ احکام ہین جو بالبداہت معلوم ہین کہ دین مین داخل ہین اور ضروریات اسلام سے ہین - اگر کوئی شخص ایسے احکام مین تقلید کریگا تو وہ مومن ہوگا اور مومنین کے احکام دنیا و آخرت مین اوسپر جاری ہونگے اگرچہ وہ اس نظر و استدلال کے حاصل کرنے سے عاصی و گنہگار ہو تمام ہوا کلام شارح مقاصد دیکھا تمنے کہ یہ کلام شارح مقاصد دلالت کرتا ہے کہ اہل خلاف جناب شیخ رہ کے اس قول کی تقلید مین موافق ہین مگر فرق یہ ہے کہ جناب شیخ رہ تقلید کے قصور کو عفو کہتے ہین اور اسکی تصریح کی ہے بخلاف اُن لوگون کے (کہ وہ گنہگار سمجھتے ہین اور معفو نہین کہتے) واللہ یعلم بحقیقۃ الحال - تیسرا مذہب جو ہمارے قول کے مخالف ہے وہ مذہب کعبی اور ابن

له اسلئے کہ جب تمنے کہا کہ جناب رسول خدا اسلام اعرابی کا زبانی اقرار شہادتین سے قبول فرماتے تھے بغیر اسکے کہ دلیلین اوس سے بیان فرمائین تو لازم اسکا یہ ہے کہ محض اقرار زبانی کافی ہوا اور تصدیق قلبی لازم و معتبر نہو - حالانکہ زبانی اقرار کرنا اور دل سے تصدیق نکرنا یہ ایمان نہین ہے بلکہ نفاق ہے سورہ منافقین بھی اسپر شاہد ہے - پس جس طرح تصدیق قلبی مراد لینا ہوگی اوسی طرح یہ بھی کہنا ہوگا کہ ازبسکہ وہ کفار ومشرکین تھے وجود خدا سے بادلیل عارف تھے لیکن مشرک تھے خدا کا شریک قرار دیتے تھے لیکن بعد ظہور معجزات و تصدیق رسول خدا اپنے عقیدۂ شرک سے پھرے اور قائل وحدانیت ہوئے اور دلیل انکے اونکی عقل ہوئی بعد ظہور خارق عادات ومعجزات کے ۱۲ مترجم مدظلہ العالی -

عباس اور گروہ معتزلہ کا ہے جیسا کہ شارح مقاصد کے کلام سے ظاہر ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ اُنکے نزدیک عوام پر تقلید واجب ہے چہ جائیکہ گناہ ہو اور ہر ایک ان سے معفو کہین یا غیر قابل عفو کہین۔ اور دلیلین اونکی بھی سست و ضعیف ہین اور قریب قریب ہین دوسرے فرقہ کی دلیلون کے پس ہم اونکے بیان سے اور جو اُسپر اعتراض وارد ہوتا طول خیال کرتے ہین اور اپنی کتاب کو اُسکے ذکر سے طول نہ دینگے۔ اب اگر تم یہ کہو۔ کہ کیا کہتے ہو اُس اختلاف کے بارہ مین جو ایس مین علماء مذہب حق مین واقع ہے اصول دینیہ مین جیسے اختلاف ہے کہ نبی پر سوائے تبلیغ احکام کے اور باتون مین سہو جائز ہے یا نہین یا اختلاف ہے کہ قرآن مجید جسقدر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا وہ سب ہے یا اسمین سے کچھ کم ہوگیا یا اسمین کہ نفس مجرد ہے یا نہین اور اُسکا خالی تعلق بدن سے ہے یا بدن مین داخل ہے اور اسمین حلول کئے ہوئے ہے۔ اسکے جواب مین یہ کہونگا کہ یہ تو ضروری ہے کہ جب دو شخصون مین اختلاف ہوگا۔ ایک شخص حق پر ہوگا اور ایک شخص خطا پر ہوگا کیونکہ حق محض ایک ہی جانب ہوتا ہے پس ضرور ہوا کہ دوسری جانب والا آثم و گنہگار ہو اور اسی کی دلیل ہے وہ روایت جو کافی مین ہے۔ برید بن عجلی نے حضرت امام محمد باقر ع سے نقل کیا ہے کہ برید بن عجلی کہتے ہین کہ مینے حضرت سے سوال کیا کہ کم سے کم وہ شی جسکے سبب سے کوئی بندہ مشرک ہو گیا ہے حضرت نے فرمایا من قال للنواۃ انہا حصاۃ وللحصاۃ انہا نواۃ ثم دان بہ (جسنے گٹھلی کو کنکری اور کنکری کو گٹھلی کہا اور موافق اپنے قول کے اعتقاد بھی رکھا) غلط بات کو دین مین ٹھرانا اور اسپر ایمان لانا بھی شرک کرنا ہے البتہ اگر بطور احتمال عقلا کچھ بیان کرے اور اُسپر جزم و یقین بلا ثبوت قطعی یا شرعی نہ کیے اور وہ مخالف بھی کسی امر شرعی کے ہو تو جائز ہے بلا اعتقاد و تدین و تشریع کے کم لیکن امید غالب رحمت خدا اسکی ہے کہ خدا اونکو معاف کرے (اگر عمداً کوئی قصور و کمی نہین کی اور خواہش نفسانی کا دخل نہین ہے) کیونکہ وہ علما ترویج دین مین نہایت کوشش کر رہے ہین اور امر آئمہ معصومین علیہم السلام کو زندہ کرتے ہین اور کیونکر نہوا سلئے کہ وہ ورثہ انبیاء و نائبان آئمہ ہدا علیہم السلام ہین اور طریقہ سلامت رہنے کا اور نجات پانیکا یہی نظر و فکر ہے پس اگر برہان قطعی و دلیل یقینی ملی تو اُسکے موافق حکم کرے والا توقف کرے اقرار و انکار سے سروکار نہ کیے جیسا کافی مین زرارہ بن اعین سے روایت ہے زرارہ کہا مینے دریافت کیا امام محمد باقر ع سے کہ بندون پر حق خدا کیا ہے اور بندون پر کیا لازم ہے قال ان یقولوا ما یعلمون ویقفوا عند ما لا یعلمون جن چیزون کا علم ہو اسکو کہین اور جن کا علم و یقین نہو اسمین توقف کرین۔ اور اس مضمون کی اور حدیثین بھی وارد ہوئی ہین تکمۃ للمقام تتمیماً للمرام جاننا چاہیے کہ مسائل دینیہ کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ مقصود جس سے علم ہے یعنی اسکی تحصیل علم سے سوای معرفت و اعتقاد دوسری شے مقصود ہی نہین دوسری قسم وہ مسائل ہین جنکی تحصیل علم بھی علم و عمل دونو چیزین مقصود ہین پہلے کی مثال جیسے یہ مسئلہ ،، عالم حادث ہے اور ہر حادث کیلئے محدث و موجد ہے اور وہ محدث واجب الوجود قدیم و عالم و قادر ہے اور مثل اسکے دوسری قسم کی مثال جیسے نماز واجب ہے اور شرب خمر حرام ہے اور مثل اسکے اور ہر ایک قسم کی دو دو صورتین ہین ایک یہ صورت کہ ہر شخص پر عیناً اسکی تحصیل واجب ہے

لہ اور زمان نہین کچھ نکہین اور خدا کی طرف اسکو نسبت نہ دین اور نفی و اثبات کے ساتھ اعتقاد نہ رکھین جیسا کہ اس زمانہ مین جو بات اپنی سمجھ مین نہین آتی اُسکا انکار کرتے ہین اگرچہ احادیث متواترہ یا مستفیضہ مین بھی ہو اور پھر بھی اپنے کو سچا اور پکا مسلمان بتاتے ہین خوب یاد رکھو کہ اس زمانہ مین جو شخص کہے کہ مین سچا اور خالص مسلمان ہون اوسکے اعتقاد مین مسلمانون کے اعتقادات سے فرق ہے جس فرق پر یہ لفظ خود دلالت کرتی ہے مسلمان تو مسلمان یہ سچا اور پکا اور کچا مسلمان کیسا ۱۲ مترجم

دوسری صورت یہ کہ ہر شخص پر واجب نہین ہے بلکہ واجب کفائی ہے - پہلی قسم کی پہلی صورت جیسے قول ہمارا لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ و علی وصیہ و خلیفتہ (کوئی خدا نہین ہے سواے معبود واحد و یگانہ کے اور محمد مصطفی رسول خدا ہین - اور علی مرتضی اونکے وصی و خلیفہ ہین) کہ ان چیزون کا علم حاصل کرنا واجب عینی ہے پہلی قسم کی دوسری صورت جیسے یہ مسئلہ ہے کہ قرآن مین کچھ نقصان واقع ہوا ہی یا نہین - اور سہو نبی پر روا ہے یا نہین اور قبل مبعوث ہونے کے جناب رسالتمآب کسی نبی کی شریعت کے عامل تھے یا نہین (یہ اعتقادات ہین اور واجب کفائی ہین ہر شخص پر اسکا علم حاصل کرنا واجب نہین ہے) دوسری قسم کی پہلی صورت جیسے نماز واجب ہے اور روزہ ماہ رمضان کا واجب ہے (اسکا علم عمل کرنیکے لیئے ہر ہر شخص پر واجب عینی ہے - دوسری قسم کی دوسری صورت وہ تمام مسائل جو ضروریات مذہب سے بالبداہتہ و بالضرورت ثابت نہون استدلال و اجتہاد کی ضرورت ہو - جیسے اکثر مسائل فقہ ہین (کہ وہ واجب کفائی ہین ہر ہر شخص پر اونکا حاصل کرنا واجب نہین تمام جو اہل مذہب ہین چند علما کا ہونا کافی ہے کہ وہ ان مسائل کو حاصل کر سکتے ہون اور اگر سب پر اجتہاد ہر ہر مسئلہ مین واجب ہو جائے یا بہ تقلید ہی جاننا لازم ہو جائے تو عسر و حرج لازم آئیگا اور وہ باطل ہے لہذا ہر ہر شخص کو جمیع مسائل فقہیہ کا جاننا لازم نہین ہے ہان اوس وقت اوس مسئلہ کا جاننا عیناً لازم ہوگا جب ضرورت عمل کی ہو تاکہ موافق اوس حکم کے عمل کرے (خواہ با اجتہاد ہو اگر قابلیت اجتہاد رکھتا ہو خواہ بہ تقلید عمل کرے) اب یہ چار قسمین ہوئین ایک اعتقادات جنکا علم حاصل کرنا واسطے اعتقاد کے واجب عینی ہے دوسرے وہ جنکا علم حاصل کرنا واسطے اعتقاد کے واجب کفائی ہے تیسرے وہ جنکا علم حاصل کرنا واسطے عمل کے واجب عینی ہے چوتھے وہ جنکا علم حاصل کرنا واسطے عمل کے واجب کفائی ہے پس یہ چار قسمین ہین اور ہر ایک کا حکم بتوفیق پروردگار ہم بیان کرتے ہین - پہلی قسم وہ مسائل جنکی تکلیف ہمکو اللہ تعالی نے دی ہے اور واجب عینی ہین اور انمین علم یعنی یقین حاصل کرنا لازم ہے اور مقصود اونسے علم اعتقاد ہے نہ عمل وغیرہ پس وہ مسائل اصول دین ہین جو بلا شک و شبہ ضروریات دین مین داخل ہین - جیسے مسئلہ توحید و عدالت و نبوت و امامت و معاد کہ بالبداہت و بقطع و یقین جانتے ہین کہ یہ ہمارے ضروریات مذہب سے ہین جو شخص انمین سے کسی ایک کا بھی انکار کرے یا توقف کرے وہ شخص ہمارے اہل مذہب سے یقیناً نہ شمار کیا جائیگا - اور اوسپر بہت وجہین جو سابق مین ہمنے بیان کین دلالت کرتی ہین پس جو شخص ان سب مین یا کسی ایک مین بھی مخالفت کرے یا توقف کرے وہ امامیہ اثنا عشریہ سے نکلتا ہے اور وہ فاسق ہے اور خارج ہے اوسکا مثل حکم کفار کے ہے دخول و خلود نار مین دوسری قسم وہ مسائل ہین جنکی تحصیل علم واجب عینی ہے اور مقصود اوس سے علم و عمل دونون ہین وہ وہ مسائل فروع دین ہین جو ضروریات دین و مذہب مین داخل ہین جیسے وجوب نماز یومیہ اور صوم ماہ رمضان وغیرہ - اور جو شخص انمین مخالفت و انکار کرے یا توقف کرے اوسکا حکم مثل قسم اول ہے اور یہ بھی یقینی ہے بضرورت دین و مذہب اور اجماع و سنت [illegible] مسائل فروع دین جو ضروریات مذہب سے نہین ہین اور ظنی و اجتہادی ہین اگر سب اجماعی کے قطعی ہوگئی ہون تو وہ اس طرح واجب عینی نہین ہین بلکہ کفائی ہین اور یہ چوتھی قسم ہے پس جو شخص انکار کرے یا کسی ایک مسئلہ اجماعی کا بھی بعد علم انکار کرے وہ محکوم بفسق ہوگا اسلیئے کہ یہ قطعی ہے کہ مخالفت اجماع قطعی کی جائز نہین ہے کیونکہ وہ مستلزم مخالفت امام کو اور مخالفت امام یقیناً بضرورت مذہب جائز نہین ہے (اسلیئے کہ مراد اجماع سے یہ ہے کہ باتفاق اصحاب و علما کشف ہو رائے معصوم کا پس راے معصوم معلوم ہو جائیگی تو اوسکی مخالفت مخالفت راے معصوم کی ہوگی اور وہ جائز نہین ہے) البتہ جس کو حصول اجماع معلوم نہو اور وہ شخص اوس مسئلہ مین توقف کرے تو اوسکی فسق کا حکم نہین ہو سکتا اسلیئے کہ کوئی دلیل قطعی اسپر قائم نہین ہوئی کہ ہر ہر شخص کو تحصیل علم اوسکی واجب عینی ہے -

اور پھر کیونکر ہو سکتا ہے اسلیئے کہ اجماعیات مسائل جزئیہ فروعیہ مین بہت کثرت سے ہین اور علم اون سب کا بعض بعض کو بعد ایک دوسرے کے علماء امامیہ سے حاصل ہوتا ہی ۔ پس اگر ایسا ہو تو لازم آتا کہ تمام امامیین معلوم الفسق ہون (کیونکہ ان سب کو تمام مسائل کا گیان علم ہے) اور یہ سب کا فاسق ہونا بالبداہت باطل ہے ۔ پس اگر کوئی کہے کہ ضروری مذہب اور اجماعی مین کیا فرق ہے (کہ ضروری مذہب کے متوقف کو فاسق کہا اور اجماعی کے متوقف کو فاسق کا حکم نہ کیا) تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے ضروری مذہب اور اجماعی مین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ جو ضروری ہو وہ اجماعی بھی ہے اور اجماعی کا ضروری ہونا لازم نہین ہے اسلیئے کہ ہو سکتا کہ اجماعی مین ایک رتبہ خفا ہو کہ سوائے اسکے جو اصول و فروع کی کتابون کو دیکھے اور اُسکی ممارست کرے دوسرے کو واقفیت نہو (پس ہر شخص پر اسکا ظاہر ہونا ضرور نہوا پس توقف کرنیسے فاسق نہو گا البتہ بعد علم اجماع کے اسکے انکار سے فاسق ہو گا) اب رہے وہ مسائل اصول دین جنکے وجوب تحصیل علم پر برہان قطعی قائم نہیں (اور ضروریات دین مین داخل نہین ہین واجب عینی نہین بلکہ واجب کفائی ہین اور یہ تیسری قسم ہے جیسے مسئلہ کیفیت تعبد رسالتمآب صلعم سے قبل بعثت کے (کہ جناب رسالتمآب قبل مبعوث ہونیکے کیسی عبادت کرتے تھے اور کس شریعت پر تھے ۔) یا نبی پر سوائے احکام کے دیگر امور مین سہو کا جائز ہونا تجویز کرنا اور اس عمران موجود مین کسطرح کا تغیر ہوا ہی یا نہین اور مثل ان مسائل کے ۔ پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ ایسے مسائل مین نفی و اثبات اور انکار و اقرار کا محض ظن پر بلا دلیل قطعی حکم کرنا جائز نہین ہے اسلیئے کہ ظن پر جو عمل کرنیکی عام ممانعت ہی اس سے ان اعتقادات کو کسی دلیل سے خارج نہین کیا ہی اور استثنا نہین کیا ہی ۔ علاوہ اسکے بہت سے اصحاب و علمانے قطعی حکم کیا ہے کہ اعتقادات مین عمل ظن پر جائز نہین ہے اور اُنکی اس قطع و جزم سے متبادر ہوتا ہی کہ یہ مسئلہ اجماعیات سے ہے ۔ پھر اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہی کہ بعض مین انہین مسائل کے علماء اصحاب اختلاف کرتے ہین اور بعض ایک قول پر جزم کرتے ہین اور بعض ایک پر اسکے خلاف حالانکہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ وہ مسائل ہین کہ جن مین علم و یقین ضرور ہے ۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب اختلاف ہو گا تو ایک خطا پر ہو گا اور کوئی ضرورت ہی نہ تھی ایسے مسائل مین خوض و غور و فکر کرتے اور ایک حکم کے تعین کرنے ۔ اسلیئے کہ یہ تو مفروض ہو چکا ہی کہ ان مسائل کی تحصیل علم واجب نہین ہے ۔ اور کوئی دلیل قطعی بھی انکے لیئے اسپر قائم نہین ہوئے کہ خطا ان مسائل مین موجب گناہ نہین ہے اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ کبھی انسان کو مسئلہ کے انکشاف کا قطع ہو جاتا بسبب کسی شبہہ کے کہ وہ اس شبہہ مین اور دلیل مین امتیاز نہین دیتا اور اسی شبہہ کو دلیل خیال کرتا ہی اور اپنے نقصان مین اُسے دلیل سمجھتا ہی اور یہی وجہ ہے اور یہی بنا ہے کہ اکثر واقعون مین اہل اسلام مسائل اصول دین مین ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہین اور ہم جسمین بحث کر رہے ہین یہ بھی انھین مقامات سے ہے ۔ لیکن یہ ضرور لازم ہی کہ نظر کا قصور ہو اور جسطرح فکر کرنا چاہئے تھی وہ پوری نہوئی ۔ والا عدالت خدا پر کہ ضروریات مذہب امامیہ سے ہی نظر کرکے کہنا ہو گا کہ کوئی شخص مذاہب مختلفہ سے مستحق نار نہین ہی اور سب کے سب معذور ہین اور یہ بالبداہت و بضروریات مذہب باطل ہی ۔ جب یہ معلوم ہو تو اب کوئی مفر نہین التزام کرنیسے اس حکم سے کہ اُن دو مین جو مختلف ہین ان مسائل مین ہمارے علما سے ایک محکوم بالاثم ہے ۔ ہان اسکے جواب مین یہ کہہ سکتے ہین کہ جائز ہے کہ ایک شخص کے مقدمات دلیل سے ایسی خبرین قائم ہو گئی ہون جو دوسرے کے لیئے حاصل نہوئین ۔ مثلاً کچھ بعید نہین ہے کہ ابن بابویہ رح کو ایسی حدیثین جنکی دلالت اور سند قطعی تھی اوس مسئلہ کیلیئے جسکے سبب سے نہین تقصیر اس مسئلہ مین ایک جانب حاصل ہو گیا ۔ پھر بسبب بعض حوادث وہ احادیث مثلاً فوت ہو گئین یا بعض صفات حدیث زمان جناب شیخ مفید رح مین فوت ہو گئی جسکے سبب سے متاخر جناب

شیخ مفید رح کو وہ یقین اوس مسئلہ کے اُس جانب کا حاصل نہوا جسکا اور جسطرح جناب ابن بابویہ رح کو حاصل ہوا تھا بلکہ بسبب بعض اسباب کے اُسکے خلاف کا یقین حاصل ہوا اور وہ اسباب سابقہ فوت ہوتے تو یہ خلاف کا یقین ہوتا۔ اور جیسے کہ مفروض یہ ہے کہ یہ مسائل ویسے نہیں ہیں کہ جنکا علم حاصل کرنا خدا کی جانب سے سب پر واجب ہو تو ان مسائل پر دلیل قطعی بھی قائم نہونگی خدا کی جانب سے عدالت خدا میں قادح ہوگی۔ کہ ہر شخص کیلئے ہر وقت میں ان مسائل کے حاصل کرنے میں خدا دلیل قائم کر دیا کرے۔ اور دین کی احتیاط پر نظر کریں تو اوسکا مقتضا یہ ہے کہ ان بزرگان دین کی نسبت ہم ان مسائل کے اختلاف کے سبب سے جزم نکریں۔ مگر بھلے اسکا جزم کرلیں کہ کوئی بزرگ بسبب عناد کا ہو کے وہ اونکے لئے موجود نتھی پس اگر کوئی سوال کرے کہ اگر فرض کرلین کہ مخطی (جو مسئلہ حق تک نہ پہونچے اور خطا کرے) اثم و گنہگار ہے۔ تو اسکی تفسیق کرنا اور فاسق کہنا اسکو جائز ہے یا نہیں۔ اوسکے جواب میں ہم کہینگے کہ تفسیق ثابت ہوتی جب اصرار صغیرہ پر ثابت ہو۔ اور ثبوت اصرار دشوار ہے (اور باوجود علم معصیت اسکے فعل یا اصرار سے تفسیق ہوتی نہ حال عدم علم معصیت میں بلکہ یہاں تو جزم یا ظن واقع ہے چہ جائیکہ علم معصیت) علاوہ اسکے جناب شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی رح نے عدۃ مبحث ابطال میں لکھا جسکی دلالت یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اور جائز ہے کہ بعض خطا اور اثم کی حالت ایسی ہو کہ اوسکا کرنیوالا فاسق نہو (جیسے خطا مسائل کی دلیلوں میں ہو جیسے مسئلہ میں خطا ہو جائے یعنی واقع میں وہ خلاف ہو مگر مستدل دلیل لانیوالا خطا سے جاہل ہے اوسکو وہ اپنے نزدیک حق ہی سمجھے ہے پس کیونکر فاسق ہوگا جبکہ وہ مسئلہ ضروریات دین و قطعیات سے بھی نہیں ہے کہ جسکا مخالف فاسق ہے) پس ایسی حالت میں کون عاقل جرات کر سکتا ہے کہ علماء کرام کی تفسیق کرے۔ پھر اگر کوئی سوال کرے کہ کیا کہتے ہو تم ان اصول فقہ کے بارہ میں جنکو تمہارے اصحاب و علمانے مدون اور مقرر کیا ہے اور اسکے بارہ میں کہتے ہیں کہ مجتہد کو چاہئے کہ اون میں خوض و فکر کرے اور اُنمیں تحصیل علم کرے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وہی علما اُنھیں اصول میں ایسمیں اختلاف کرتے ہیں اور اختلاف شدید رکھتے ہیں اوسکے جواب میں ہم کہیں گے یہ تو معلوم ہے کہ علم اصول فقہ واجب عینی نہیں ہے بلکہ واجب کفائی ہے۔ اور کلام قطعی میں علما کے یہ پایا گیا ہے کہ ان اصول میں قطع و یقین ضرور ہے۔ یعنے جو شخص ان قواعد و اصول کے موافق حکم کرے اوسے ضرور ہے کہ ان اصول کی حقیت و حجت کا قطع و یقین حاصل کرے والا اوسپر حکم وعی کے بنا جائز نہوگی نہ یہ کہ تحصیل علم و قطع انمیں واجب ہے اگرچہ اجتہاد نکرے خلاصہ یہ کہ وجوب اوسکا وجوب مشروط ہے و دلیل اونکی اسپر یہ ہے کہ جب ثابت ہے اور ضروریات دین میں ہے کہ ہم مکلف ہیں احکام خدا کے اور جب تک مکلف یہ (جسکی تکلیف دی گئی ہے جو حکم ہے) معلوم نہوگا تکلیف متصور نہیں ہو سکتی۔ اور مسائل جزئیہ فرعیہ کا جو مسائل اختلافیہ میں بالبداہت اونمیں قطع و یقین تو حاصل ہی نہیں ہو سکتا تو ضرور ہے کہ انمیں اکتفا ظن پر کی جاوے والا تکلیف مالایطاق لازم آئیگی اور اسکا بطلان ضروریات مذہب سے ہے۔ کیونکہ ایسے مسائل میں علم حاصل ہونا ممکن نہیں تو بہر علم کی تکلیف دینا قبیح ہے پس ضرور ہے کہ قائم مقام علم کے ظن قرار دیا جاوے۔ اور ہر ہر قسم ظن شرع میں معتبر نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قول شاہد واحد اور ایک عادل کا شرع نے ثبوت دعوی میں کافی نہیں سمجھا ہے اگرچہ اوسکے کہنے سے حاکم کو ظن قوی بھی حاصل ہو بہ نسبت دو عادلوں کے قول کے پس ایسی صورت میں ضرور ہے کہ یہ ظن اوس چیز سے ہو جسکا شرع نے اعتبار کیا ہے اور اعتبار کرنا شارع کا بغیر دلیل قطعی کے معلوم نہیں ہو سکتا اگر اس ظن پر جو عادلوں کی شہادت و گواہی سے حاصل ہوتا ہے دلیل قطعی شارع کے معتبر ہونے کی نہوتی تو کبھی اعتبار اسکا جائز نہوتا۔ دوسرے یہ کہ جب عموم سے آیتوں اور روایتوں کے ظن و گمان

کی پیروی کرنیکی ممانعت ثابت ہے تو ضرور ہے کہ ہر باب مین یقین حاصل کرے خواہ ابتداءً یقین حاصل ہو خواہ
منتہی ہو امر یقینی کی طرف اور یہ ممکن نہوگا جبتک کہ بنا مسئلہ جزئیہ فرعیہ ظنیہ کی دلیل قطعی پر نہو گی۔ اور اسکا مثال
یہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ حکم خبر واحد سے مستفاد ہوا ہی اور جو حکم خبر واحد سے مستفاد حاصل ہو وہ واجب العمل ہے قطعاً پس یہ حکم
واجب العمل ہے قطعاً۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انعقاد اجماع ہوا ہی کہ اقتصار کرنا ظن ضعیف پر باوجود قدرت کے
تحصیل ظن قوی کے جائز نہین ہے۔ اور اسمین شک نہین ہے کہ وہ ظن جو یقینی اصول و قواعد سے حاصل ہو گا
وہ بہت زیادہ قوی ہوگا تو اوس سے جو پست تر ہو اوسپر عمل جائز نہوگا۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ مسائل
اصول فقہ کے دو طرح پر ہین۔ ایک قسم وہ مسائل اصول کہ جنمین علماء امامیہ مین کبھی اختلاف واقع نہین ہوا بلکہ وہ
اجماعیات قطعیہ سے بنے ہین۔ پس انکے مخالف کے آثم ہونے مین کوئی شک نہین ہے۔ دوسری قسم وہ مسائل اصول
ہین جو اسطرح پر نہین ہین بلکہ ایسے ہین کہ انکے بارے مین علما مین اختلاف ہے پس ہمارے نزدیک یہ ہو کہ جس عالم کے
نزدیک اون مسائل سے کسی پر دلیل قطعی حاصل ہو جائے اوسکو بشرائط معتبرہ اوس مسئلہ اصولیہ پر حکم مسئلہ جزئیہ
فرعیہ کی تفریع دینا جائز ہوگی اسلئے کہ خدا نے ہر نفس کو اوسکی طاقت و قدرت کے موافق تکلیف دی ہے۔ لیکن مقتضائے
احتیاط یہ ہے کہ جو ظاہر مین اسکا مخالف ان صور مین ہو اوسکی تاثیم و گنہگار کہنے کی جرأت نکرے۔ اسلیے کہ مجرد
خوض اور بحث مخالف کی اور ایک جانب کا ترجیح دینا اسپر دلالت نہین کرتا کہ ترجیح دینے والے نے بغیر کسی دلیل
کے تفریع مسئلہ مین اور تعیین حکم مین اسپر اعتماد و قطع کر لیا ہے اور جب یہ احتمال ہے تو اوسکی تاثیم (گنہگار ٹھہرانا)
پر جزم و یقین جائز نہین ہے۔ اور یہ بھی امر ہے کہ اگر اسمین خطا بھی فرض کرین تو بسبب انکے عمدہ عمدہ کوششون
کے اور اعتقادات صحیحہ کے اور نصرت دین کے اور نیابت ائمہ معصومین کے جنکی غرضین بھی اونکی اس بحث و خوض مین
صحیح ہین تو یہ خطا اونکی انشاء اللہ تعالی ضرور معفو ہے اور اس بنا پر بھی اسکی تاثیم کی تصریح نکرنا اولی ہے۔ اور ایک یہ
بھی امر ہے کہ عقل سلیم جائز رکھتی ہے کہ بعض مسائل جزئیہ فرعیہ جنکی تکلیف دی گئی ہے سوائے دلیل و اصول ظنی
کے کوئی اصل قطعی نہو تو اس صورت مین ایسے ظن کے حاصل کرنے پر اقتصار کرنا کیون جائز نہوگا۔ اسلیے کہ مسائل
فرعیہ مین جو ظن پر اکتفا کی گئی۔ اوسکی دلیل اور اس ظن کی دلیل مشترک ہے اسلیے کہ یون کہا جائے کہ ان جزئیات
کی تکلیف کا واقع ہونا فرع ہے ان جزئیات مین ظن حاصل کرنیکی۔ اور ظن قوی امین حاصل نہین ہو سکتا مادامیکہ
انکا مظنون نہون جنپر ان جزئیات کی بنا ہے۔ اسلیے کہ کوئی راہ ہمارے لئے انمین علم و یقین حاصل کرنیکی نہین ہے
پس ظن حاصل کرنا کافی ہوگا والا تکلیف ما لا یطاق لازم آئیگی اور یہ قول انکا کہ اصول فقہ مین قطع حاصل کرنا واجب ہے
اسپر حمل کرینگے کہ واجب جب ہے کہ جب قطع حاصل کرنا ممکن ہو۔ اور جب قطع و یقین کرنا اون اصول پر ممکن نہو
تو ظن کافی ہوگا۔ پس اس بنا پر جائز ہوا کہ اکثر مسائل اصول فقہ جو اختلافی ہین اسیطرح ہون۔ پس اسوقت مین
کوئی وجہ نہین ہے کہ اسمین خطا ہو جانے سے اثم و گناہ کی نسبت دین جسطرح خود مسائل فقہ مین خطا ہو جاتی ہے
اگر چہ موافق واقع کے نہو لیکن دلیل سے ایک حکم معلوم ہو کہ ظاہر مین موافق واقع کے سمجھا جاتا ہے اگر چہ واقع مین
وہ خلاف ہو گناہ نہین ہوتا اسلیے کہ مجتہد نے اپنی طاقت بھر کوشش کی ہے اسمین کمی نہین کی پس اگر کوئی کہے
کہ تم اخباریون کے بارے مین کیا کہتے ہو کہ جنہون نے مجتہدین کی ان اصول مین جن پر اجتہاد کی بنا ہے مخالفت کا
علم و نشان بلند کر رکھا ہے کیا وہ بھی مثل اسکے ہین جیسے علماء مجتہدین مین کسی اصل مین آپسمین اختلاف ہوتا ہے

اور وہ انہیں اصولیین سے ہین یا نہین۔ اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ اگر وہ ان اصول کا جو ہمارے نزدیک اجماعیات یقینیہ سے
مین انکار نکرے جیسے حجیت ظواہر قرآن کی اور حجیت فی الجملہ اجماع کی اور حجیت فی الجملہ دلیل عقل کی اور مثل اسکے
بلکہ بعض اصول دین جو اجماعی ہین جیسے وجوب لطف خدا پر اور فی الجملہ حسن و قبح کو وجوب و حرمت لازم ہونا اور اکثر
مسائل فرعیہ اتفاقیہ اور ان اصول دینیہ و اصول فقہیہ اور مسائل فرعیہ جزئیہ اجماعیہ پر باوجود تنبیہات بلیغہ کے علماء
و مجتہدین کی وہ لوگ تفسیق نکرتے اور اسکا بھی دعوہ نکرتے کہ طریق نجات منحصر ہے اسمین کہ ہر ہر جزئیات مین مسائل
اصول و فروع سے قطع و یقین حاصل کیا جائے کیونکہ یہ قول خود انکے نفسون کی بھی تفسیق کرتا ہے
اور تمام امامیہ کی بھی اور وہ اسے نہین سمجھے۔ اسلیئے کہ یہ تحصیل یقین ہر ہر مسئلہ مین نہ انکو ممکن ہی نہ انکے غیر کو
بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھو تو یہ دعوی خود اپنے نفس کو باطل کرتا ہے اسلیئے کہ خود اس دعوی پر بھی انہون نے کوئی دلیل
قطعی قائم نہین کی ہے (اور نہ قائم کر سکتے ہین) پس اگر یہ امور نہوتے تو وہ بھی ہم مین داخل ہوتے اور مثل اسکے ہوتے
کہ جیسے ہم کسی مسئلہ مین آپسمین اختلاف کرتے ہین بعض اصولیین سے اور جب یہ امور مذکورہ انمین ہین تو وہ ہم
نہین ہین اب رہے مسائل فرعیہ جنمین علما مین اختلاف واقع ہے پس ایک مصیب ہے (موافق واقع و نفس الامر اور اسکا
قول ہوگا اور دوسرا جو مخالف ہے) وہ مجتہد مخطی ہوگا (کیونکہ جب ایک موافق واقع کے ہے تو دوسرا اسکے ضد خلاف
واقع ضرور ہے مگر ازبسکہ کوتاہی اپنی تحقیق مین نہین کی ہے اور موافق دلیلون کے چلا ہے اور اپنے نزدیک ہر ایک
حق پر ہے ظاہر مین کسی کی تعیین نہین کر سکتے کہ کون خلاف واقع ہے تو کوئی گنہگار نہوگا اور معذور رہیگا اور
اسمین کوئی اب خلاف و اختلاف جسکی اعتنا کیجائے نہین ہے۔

المقدمۃ السادسۃ (چھٹا مقدمہ) اس امر کی تحقیق مین کہ معرفت کسپر واجب ہے اور اسکی تعیین
و تشخیص کرتے ہین جاننا چاہیے کہ معرفت خدا ہر بالغ و عاقل پر واجب ہے اتفاقا سب کے نزدیک اسمین اختلاف
ہے کہ طفل ممیز پر جو سن بلوغ کو نہ پہونچے اور عقل و تمیز رکھتا ہو معرفت واجب ہے یا نہین اور اسی طرح وہ لوگ
جو زمانہ فترت مین تھے (بعد حضرت عیسی ع کے تا زمان بعثت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ زمان فترت تھا) یا جو شخص مثلاً
کسی صحرا و پہاڑ پر پرورش پائے اور بعثت نبی ع کی اسکے کان تک آواز نہ پہونچے تو وہ بھی مکلف ہی اور معرفت
اسپر بھی واجب ہے یا نہین۔ ان دونون مقامون مین اختلاف ہے **موضع اول** معرفت طفل ممیز کے اختلاف
کا بیان یہ ہے کہ ابن ابی جمہور لحساوی نے اپنی بعض تصانیف مین لکھا ہے جسکا حاصل بیان ہوتا ہے وہ یہ ہے
کہ معرفت اصول دین کی واجب ہے ممیز پر جو عقل و تمیز رکھتا ہو۔ اگرچہ فروع دین کی تکلیف اور وجوب بعد بلوغ
کے ہوگی۔ اور سید نور اللہ شوستری رہ نے احقاق الحق مین فرمایا ہے کہ مرجع (وخلاصہ) اسلام یہ ہے کہ تصدیق
کرے اون سب چیزون کی جو جناب رسولخدا منجانب خدا لائے اور اسکی تصدیق کرے کہ وہ رسول خدا ہین۔
اور یہ حکم عقلی ہے اور عقل اسکی تکلیف دیتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ احکام عقلی اور عقلی تکلیفین موقوف ہین کمال
عقل پر اگرچہ سن پانچ سال کا ہو یا پچاس سال کا انتہی۔ اور مولانا محمد باقر رہ نے بھی اسکی تصریح کی ہے کہ یہ
مسئلہ اختلافی ہے یعنی یہ اتفاقی نہین ہے کہ فقط بالغ ہی پر اسلام کی تکلیف ہو اور طفل ممیز پر تکالیف اسلام نہو
اور جناب شیخ علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ انہون نے کہا کہ جب لڑکا دس برس کا ہو اسپر تحصیل معرفت خدا
واجب ہے اور جناب شیخ مفید رہ نے اپنی کتاب مجالس مین بھی ایکبات لکھی ہے جس سے صحت قول ابن ابی جمہور

کی اور صحت قول علامۂ شوستری رہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہہ ہے کہ بعد اس کلام کرنیکے ،، کہ اگر ہم تسلیم کرلیں اپنے مخاصم سے جسکا دعوی کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کا سن بوقت بعثت حضرت خاتم الرسالت سات سال کا تہا جب بہی اسکو دلالت اوس قول پر نہین ہے جسکی طرف وہ گئے ہین کہ ایمان اون حضرت کا علی وجہ التلقین (سکہا یا پڑہایا) تہا نہ معرفت ویقین کے طریقہ سے ،، فرماتے ہین۔ (کہ دلالت اُنکے مذہب پر نہین ہے) اس سبب سے کہ صغر سن اور کم سن ہونا کمال عقل کے منافی نہین ہے اور نہین ہے دلیل وجوب تکلیف کی مگر بلوغ تکلیف کا اور تکلیف کا معلوم ہونا لیس اسی کی رعایت کیجاویگی۔ اور اس حکم پر تمام صاحبان عقول اور اہل نظر کا اتفاق ہے اور بلوغ حلم (بلوغ شرعی کہ مرد کو احتلام ہو یا سولہوان سال شروع ہو اور عورت کو حیض آئے یا دسوان سال شروع ہو) اسکی رعایت احکام شرعیہ مین کیجاویگی نہ احکام عقلیہ مین۔ اور حق تعالی نے قصۂ حضرت یحیی بن ذکریا علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام مین ارشاد فرمایا ہے واتیناہ الحکم صبیا دیا ہمنے انہین یعنی یحیی بن ذکریا علیہما السلام کو بچپنے ہی مین حکم وعلم وحکمت ونبوت) اور فرمایا قصۂ حضرت عیسی علیہ السلام من فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا اینما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا بعد ولادت حضرت عیسی علیہ السلام جب قوم حضرت مریم آئی اور حضرت عیسی کا حال دریافت کیا تو حضرت مریم نے خود نہین بیان کیا) پس اشارہ کیا حضرت عیسے کیطرف (کہ انسے دریافت کرلو) اون لوگون نے کہا کہ ہم اُس بچہ سے جو ابہی جہولے مین ہے کیا دریافت کرین اور کیا کلام کرین (کہ ابہی بات کرنے اور بات سمجہنے کے بہی لایق نہین ہے یہ سنکر خود حضرت عیسی علیہ السلام نے جواب دیا) فرمایا کہ مین بندہ خدا ہون مجہکو خدا نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجہکو نبی گردانا ہے اور مجہکو مبارک قرار دیا ہے جہان کہین رہون اور حکم کیا ہے مجہکو نماز وزکوۃ کا جبتک مین زندہ رہون) پس صغر سن ان دونون نبیون علیہما السلام کا انکے کمال عقل وحکمت کا جو خدا نے انہین عطا کیا منافی نہین ہوا اگرچہ عقل اسکو محال (عادی نہ محال عقلی) سمجہے اسلیے کہ ہر شخص مین اور ہر حال مین عقل اسکو محال (عادی) سمجہتی ہے تمام ہوا بعض کلام جناب شیخ مفید رہ اسکو خیال کئے رہو اب سنو کہ ظاہر اکثر عبارتون کا اصحاب وعلما کی کتابون مین اور ظاہر اکثر احادیث کا یہہ ہے کہ تکلیف خواہ اعتقادات کی ہو خواہ معاملات کی وہ بعد (بلوغ شرعی) ہوا کرتی ہے۔ جناب علامہ رہ نے کتاب نہایہ مین ارشاد فرمایا ہے۔ دوسری بحث شرائط تکلیف مین ہے اور وہ پانچ ہین۔ پہلے بلوغ ہے پس نہین تکلیف ہے صبی (غیر بالغ کو) کیونکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا ہے رفع القلم عن ثلثۃ عن الصبی حتی یبلغ اوٹہا لیا گیا ہے قلم تین گروہون سے صبی سے یعنی لڑکے سے یہانتک کہ بلوغ حاصل ہو۔ اور اسلیے لڑکا اگر ممیز نہین ہے تو مثل حیوانات وچوپایون کے ہے جسطرح چوپائے اصل خطاب وکلام کو نہین سمجہتے اوسیطرح وہ طفل غیر ممیز کلام کی تفصیلون کو نہین سمجہ سکتا ہے (یہ کلام کیسا ہے حد وجوب پر ہے یا حد استحباب پر ہے حرام ہی یا مکروہ ہے عام ہے یا خاص ہے مطلق ہے یا مقید ہی مثلاً) اور جسطرح مکلف ہونا حیوانات کا ممتنع ہی اوسیطرح طفل غیر ممیز کی تکلیف بہی ممتنع ہی کیونکہ تکلیف جسطرح اصل خطاب کے سمجہنے پر موقوف ہی اسیطرح خطاب کے کیفیات وتفصیلات سمجہنے پر بہی موقوف ہی اور اگر وہ لڑکا ممیز ہے پس اگرچہ وہ ان باتونکو سمجہ سکتا ہی جسکو غیر ممیز نہین سمجہ سکتا مگر پہر بہی اسکی فہم مین نقصان ہی اور تمام الفہم جسطرح کامل العقل سمجہ سکتا ہے وجود حق تعالی کو اور اسکے تفصیلی یا صفات کو اسطرح وہ طفل ممیز بہی نہین سمجہ سکتا پس نسبت طفل ممیز کی طفل غیر ممیز سے ایسی ہے

جیسے طفل غیر ممیز کو نسبت ہے حیوانات اور چوپایون سے اگرچہ وہ طفل ممیز قریب بلوغ شرعی کے پہونچ گیا ہو
اسطرح کہ بلوغ ایک ہی لحظہ باقی رہگیا ہو - اسلیئے کہ اگرچہ فہم و عقل اوسکی مثل فہم و عقل بالغ ہو لیکن از بسکہ عقل و
فہم ایک امر خفی ہے اور بتدریج رفتہ رفتہ اوسکا ظہور ہوتا ہے اور کوئی ضابطہ اور قاعدہ اوسکی معرفت و شناخت
کمال کا نہتھا لہذا شرع نے اوسکے واسطے ایک ضابطہ قرار دیا - (یعنی بلوغ شرعی) اور تمام تکلیفین اسکے قبل سے
ساقط ٹھہرائین اوسپر تخفیف فرمائی تمام ہوا کلام علامہ رح یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ تکالیف خواہ اعتقادات ہون
یا معاملات سب بعد بلوغ ہی کے متعلق ہوتے ہین - اور جناب سید مرتضی علیہ الرحمہ نے کتاب درر و غرر مین قول حقتعالی
واذ اخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الآیہ (اور جب کہ لیا تیرے پروردگار
نے بنی آدم سے اونکی صلبون سے اونکی ذریت کو اور گواہ کیا اونکو اونکے نفسون پر آخر آیہ تک) کی مخالفین نے
جو تاویل کی ہے اوس تاویل کے باطل کرنے کے بعد لکہتے ہین کہ اگر کوئی کہے کہ مخالفون کی تاویل کو تو تمنے باطل ٹہرایا
پھر صحیح تاویل اسکی کیا ہے اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ آیت کی دو وجہ مین ایک یہ کہ حقتعالی نے مراد لی ہے اس
سے وہ جماعت ذریت بنی آدم سے جنکو پیدا کیا اور بلوغ تک پہونچایا اور اونکی عقلون کو کامل کیا اور اپنے رسولون کی
زبان پر اونکو قادر کیا کہ وہ سمجھ سکین اور جانین کہ اطاعت ہمپر واجب ہے پس اون لوگون نے اسکا اقرار کیا اور اونکے نفسو
پر انہین گواہ کیا تا کہ روز قیامت یہ نہ کہین کہ ہم اس امر سے غافل تہے اور اپنے آبا و اجداد کی شرک کا عذر پیش
کرین تمام ہوا موضع حاجت کلام جناب سید مرتضی رحمۃ اللہ علیہ کا پس یہ کلام سید مرتضی علیہ الرحمہ بہی اسی کا
مقتضی ہے کہ تعلق تکلیف معرفت وغیرہ کا بعد بلوغ کے ہوتا ہی - اور اسی طرح کتاب مسالک کی بحث جہاد مین
بہی شہید ثانی علیہ الرحمہ کے کئی عبارتون سے ظاہر ہوتا ہے - جسکے ذکر سے خوف تطویل ہی - اب رہین
حدیثین تو اونمین سے ایک وہ حدیث ہے تمام خاصہ (شیعون) اور عامہ (سنیون) مین مشہور ہے کہ فرمایا جناب
رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ نے رفع القلم عن ثلثة عن الصبي حتى يبلغ وعن النائم حتى يستيقظ وعن
المجنون حتى يفيق (تین گروہون کیواسطے ثواب و عذاب نہین لکہا جاتا - بچہ جبتک کہ بالغ ہو - سونیوالا
جب تک کہ جاگے - مجنون جب تک کہ افاقہ ہو اور صحیح العقل ہو -) اور اونہین حدیثون مین سے وہ
حدیثین ہین جو شامل ہین بیان پر احوال مستضعفین (کم عقلون) کے جسکا بیان سابق مین گذر چکا ہے
لیکن میرے نزدیک وہی قول جسکو جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ اور ابن ابی جمہور اور جناب سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ نے
لکہا ہے من وجہ وہی حق ہے - اسلیئے کہ ہمنے وہی امر کا فرض کیا ہے جو عاقل ہے - اور اسمین شک نہین ہے
کہ عاقل کو ترک شکر منعم مین خوف حاصل ہوگا - اور دفع خوف کرنا نفس سے واجب ہے - اسکے قبل ہم بیان
کر چکے ہین (تو اب معرفت کا حاصل کرنا اوسپر عقلا واجب ہوا) اور احادیث سے جو رفع قلم بہ نسبت صبی ممیز
(صاحب عقل لڑکے) کے معلوم ہوتا ہے یہ منافی و خلاف وجوب کے نہین ہے - کیونکہ واجب وہ فعل ہے
کہ جسکے کرنے سے استحقاق ثواب کا ہو اور جسکے ترک سے استحقاق عذاب ہو - اور یہ مستلزم عذاب کو نہین ہی

له یعنی بعض سلاطین روزگار نے ایک حد بلوغ کا ضابطہ قرار دیا ہی مثلاً ۱۸ سال کہ اسکے ایک دن قبل کا معاملہ اسکا صحیح نہین
رکہا جاتا اگرچہ دوسرے دن فرق نہین ہو جائیگا - مگر محض خیال انتشار احکام سے ایک ضابطہ اور قانون قرار
دیا ہے اور گویا ہماری ہی شریعت سے اخذ کیا ہی - بعد فی الجملہ تغیرات کے ۱۲ مترجم مدظلہ العالی

کیونکہ یہ ثابت و معلوم ہے کہ توبہ اور شفاعت وغیرہ سے عذاب و عقاب ترک واجب و فعل محرمات پر حتماً و جزماً ساقط ہو جاتا ہے۔ پس منتہائے امر یہ ہے کہ احادیث سے فقط اتنا ہی نکلتا ہے کہ طفل ممیز سے عقاب و عذاب تفضلاً رحمت خدا سے ساقط ہے اگرچہ وہ لڑکا تحصیل معارف حقہ مین کوشش نہ کرے اور یہ امر اسکا مستلزم نہین ہے کہ اوس پر تحصیل معرفت عقلاً واجب بھی نہو۔ اور اسی بیان سے ہمارے صاف ظاہر ہو گیا جو لڑکا صاحب عقل و تمیز ہوا اوسکا ایمان صحیح ہے اور اوسکو ثواب اوسکے ایمان پر ملیگا۔ اور یہی قول و مذہب ظاہرا ہمارے اصحاب و علماء کا ہے۔ جناب سید نور اللہ نور اللہ مرقدہ نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے صحت اسلام کی دلیلون کے اثنا مین جبکہ وہ حضرت ابتدائے بعثت رسول خدا مین کم سن تھے بیان کیا ہے کہ درجۂ نبوت مرتبۂ اسلام سے اعلے ہے۔ اور جبکہ کم سن لڑکے کا نبی ہونا جائز ہے تو اوسکے ایمان کا صحیح ہونا بدرجہ اولے جائز ہے اور یہ ثابت و متحقق ہے کہ حق تعالے نے شان مین حضرت یحیی علیہ السلام کے ارشاد فرمایا۔ واتیناہ الحکم صبیا (ہمنے بچپنی ہی مین اونکو علم و حکمت (نبوت) عطا کی) اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بچپنی کے قول کی حکایت پروردگار عالم نے قرآن مین فرمائی انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا (مین خدا کا بندہ ہون مجکو اوس نے کتاب دے اور مجھے نبی قرار دیا) اور شان مین حضرت یوسف کے اون کے بچپنی کی حالت مین فرمایا اوسوقت جب وہ نہایت عمیق کنوین مین ڈالے گئے۔ واوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم ھذا وھم لا یشعرون (اور وحی کے ہمنے طرف اوسکے تا خبر دے تو اونہین اونکی اس امر کی اور وہ نہین سمجھتے) اور فرمایا پروردگار عالم نے ففہمناھا سلیمان وکلا اتینا حکما و علما (اور سمجھا دیا اوسی ہمنے سلیمان کو اور سب کو (انبیا کو) دیا ہمنے حکم و علم) اور جب حضرت سلیمان نبی قرار دیئے گئے تھے اوسوقت مین اونکا گیارہ برس کا سن تھا جب یہ جائز ہے کہ کمسن لڑکا صاحب نبوت و وحی ہو تو یہ بھی بطریق اولی جائز ہے کہ صاحب ایمان ہو تمام ہوا کلام سید نور اللہ نور اللہ مرقدہ۔ پس اس مقام سے صاف ظاہر و آشکار ہو گیا کہ مقتضائے تحقیق یہ ہے کہ لڑکا جبکہ ممیز و عاقل ہوا تو ایمان لانے سے ثواب پائیگا اور ترک ایمان سے مستحق عقاب ہوگا عقلاً۔ لیکن بتصریح سے معلوم ہوا ہے کہ لڑکے پر اگرچہ معرفت حاصل نہ کرے) عذاب نہوگا (پس عقلاً معرفت کا وجوب طفل ممیز کیواسطے ثابت ہوا۔) ایک ہا دوسرا مقام (جو جنگل اور پہاڑ مین نشو و نما پائے اور رسول خدا کے مبعوث ہونیکی اوسکو خبر نہ پہنچی ہو اوس پر ایمان لانا اور معرفت کا حاصل کرنا واجب ہے یا نہین) تو اسمین اختلاف کا بنا اصل اختلاف اس امر کا ہے کہ وجوب معرفت عقلی ہے یا سمعی (شرعی) اور ہمنے ثابت کیا ہے کہ وجوب معرفت عقلی ہے پس معرفت واجب ہوگی اون لوگون پر جو قبل بعثت رسول خدا تھے اور اون پر بھی واجب ہے جنھون نے جناب رسالت مآب کا مبعوث ہونا نہین سنا۔[1]

---

[1] اسلئے کہ جب صاحب عقل و تمیز ہے تو نعمت منعم حقیقی لا اقل اپنی نعمت وجود کا ضرور خیال کریگا جسکا لازم یہ ہے کہ اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے اور اسکا لازم یہ ہے کہ اپنے خالق کے احکام کا خیال کرے اور دریافت کرے کہ کسکی معرفت وہ احکام ہم تک پہنچ سکتے ہین جس سے معرفت نبی و وصی نبی کا حاصل کرنا لازم و ضروری ہے اور یہ سب کلام عقلی ہین اسکی ضرورت نہین ہے کہ خبر کسی خاص نبی کے مبعوث ہونیکی ہے یا نہ سنے پس اگرچہ خبر بعثت نہ سنی ہو تو بھی معرفت اوس نبی کا حاصل کرنا واجب و لازم ہے اور علم و یقین حاصل کرنا چاہئے کہ کون نبی ہے

اور جو شخص اسکا قائل ہو کہ معرفت واجب ہی نہین ہو۔ یا قائل اسکا ہو کہ وجوب معرفت شرعی ہے جیسا کہ مذہب اشاعرہ کا ہو وہ لوگ اسکے بھی قائل ہین کہ اُن لوگون پر (جو صحرا مین رہے یا قبلِ زمانِ بعثت تھے یا خبر اونکو نہین ہوئی) معرفت واجب نہین ہے اور ہمنے اُن دونون قولون کا اور دونون مذہبون کا ضعیف و سخیف ہونا بیان کر دیا ہے۔ پس اگر تم کہو کہ کیا کہتے ہو تم اس قول حق تعالیٰ مین وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ہم عذاب نہین کرتے تا وقتیکہ رسول کو بھیجین) اور اس قول مین ولو انا اھلکنا ھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایاتک من قبل ان نذل ونخزی (اور اگر ہم ہلاک کرتے اونکو عذاب سے قبل و (یعنے قبل رسول بھیجنے کے) تو ضرور وہ کہتے کہ خداوندا کیون نہ تونے ہمارے پاس رسول کو بھیجا کہ ہم تیرے آیات کی پیروی کرتے قبل اسکے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے) اور اس قول حق تعالیٰ مین وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون (اور نہین ہلاک و برباد کیا کسی قریہ کو مگر اوسکے لئے (عذاب خدا سے) ڈرانیوالے اس قول پروردگار مین ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایاتک ونکون من المومنین (اور اگر پہنچتی ہو اونکو کوئی مصیبت خود اون کے ہاتھون کے کئے سے تو کہتے ہین کہ خداوندا کیون نہ بھیجا تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کہ ہم تیری آیتون تیری نشانیون کی پیروی کرتے اور مومنون مین داخل ہوجاتے ایمان لاتے) اور اس قول باری تعالیٰ مین وما کان ربک مھلک القری حتی نبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایاتنا وما کنا مھلکی القری الا واھلھا ظالمون (اور نہین ہے پروردگار تیرا ایسا کہ ہلاک و برباد کرے قریون کو تا وقتیکہ بھیجے بڑے بڑے قریون مین شہرون مین رسول کو کہ وہ رسول ہماری آیتین اور نشانیان اون سے بیان کرین اور نہین ہین ہم ہلاک کرنے والے قریون کے مگر اوسوقت کہ اہل قریہ ظالمین ہون) اور اس قول خداوند عالم مین ذالک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غافلون۔ (یہ اگر نہ ہوتا پروردگار تیرا ہلاک کرنے والا قریون ظلم سے اوس حال مین کہ اہل قریہ غافل ہوتے۔ (اور کیا کہتے ہو جواب مین) اُن احادیث کے جو تمھارے اماموں سے مروی ہین اون مین ایک یہ روایت ہے جو کتاب کافی مین اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ مین نے عرض کیا خدمت حضرت مین۔ کہ یا حضرت جناب رسول خدا سے لڑکون کے بارے مین بھی سوال کیا گیا تھا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہان سوال کیا گیا تھا جناب رسالتمآب نے ارشاد فرمایا اللہ اعلم بما کانوا عاملین (خدا جانتا ہے جو کچھ وہ (لڑکے) عمل کرین گے) اسکے بعد جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد کیا کہ اے زرارہ (راوی حدیث) تم سمجھے ارشاد رسالتمآب اللہ اعلم بما کانوا عاملین کو زرارہ کہتے ہین کہ مین نے کہا نہین یا حضرت مین نہین سمجھا۔ ارشاد فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ (اس قول مین اشارہ ہو) کہ خداوند عالم کی اُن لڑکون کے بارہ مین مشیئت ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جب روز قیامت ہوگا تو حق تعالےٰ تمام اطفال کو جمع کریگا اور اُن لوگون کو جو زمان فترت (قبل بعثت رسالتمآب) مین مرگیا ہوگا۔ اور اوس مرد ضعیف و کبیر السن کو جس نے جناب رسالتمآب کا زمانہ پایا لیکن وہ بے عقل ولا یعقل تھا اور اوس بہرے اور گونگے کو جو عقل سے بے بہرہ تھا اور اوس مجنون و بے وقوف کو جسے عقل و تمیز نصیب نہین ہوئی۔ پس

پس ہر گروہ پر انمین اپنی حجت تمام کریگا اسطرح کہ ایک ملک کو ملائکہ سے بھیجے گا کہ وہ خوب آگ ان کے لئے دہکا ئیگا پھر خداوند عالم ایک دوسرے فرشتے کو اونکے پاس بھیجے گا اور وہ فرشتہ کہے گا کہ تمھارے پروردگار نے تمکو حکم کیا ہے کہ اس آگ مین ثبات[1] اختیار کرو اور حکم خدا کے قبول کرنے مین ثابت قدم رہو - پس جو اوس آگ مین داخل ہو جائیگا وہ آگ اوسپر سرد ہو جائے گی اور وہ سلامت رہیگا اور داخل جنت کیا جائیگا اور جو شخص حکم خدا سے تخلف کریگا اور نجانیگا وہ داخل نار وجہنم کیا جائیگا - اور علی بن ابراہیم سے اور سکے اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے - علی بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُن لوگون کے بارہ مین سوال کیا جو زمان فترت مین مرگئے اور جنھون نے عقل ورشد کو نہین پایا - حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اونپر اس طرح حجت تمام کیجائے گی (کہ روز قیامت) اُنکے لیئے آگ بلند کیجائیگی اور اونسے کہا جائے گا کہ اس آگ مین داخل ہو پس جو اوسمین داخل ہوگا وہ آگ اوسپر سرد ہو جائے گی اور وہ سالم رہے گا

[1] بعض متعصبین فیچر و نکا یہ اعتراض ہے کہ ایسی تکلیف سخت کوئی عاقل کب تجویز کرسکتا ہے اور عاقل آگ مین کیون گرنے لگا اور ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة کیا یہان صادق نہین آتا اسکے جواب مین بالاجمال ہم یہ کہتے ہین کہ یہ اعتراض محض تعصب یا عدم علم سے ہے جب حق و باطل عیان اور بدیہی ہو گیا کہ بہشت و جہنم دونون آنکھون کے سامنے موجود ہین تو ضرور ہے کہ ایسی ہی تکلیف سخت سے امتحان لیا جائے اور جب شخص عاقل اعتقاد قدرت و علم خدا رکہتا ہے تو ضرور اوسکے حکم کی تعمیل کو واجب سمجھیگا اور ضرور اوسکو خیال آویگا کہ حکم کی تعمیل مین صلاح و نجات کا ہو گا - اور بالفرض اگر احتمال نجات بھی نہو تو مدعی محبت اکثر جان پر کھیل جاتے ہین ہندوستان مین بہت عورتین اپنے شوہرون کے ساتھ ستی ہوئی ہین اور ولا تلقوا بایدیکم جب صادق ہوگا جب بلا حکم حاکم ولا تلقوا ہوا اور جب اوسی کا حکم ہے تو ولا تلقوا وہان صادق نہین ہے جیساکہ جہاد مین بھی صادق نہین ہے کیونکہ بحکم شرع ہے علاوہ اسکے ہلاکت متصور ہی نہین ہے ہلاکت مین ڈالنا اوسوقت مذموم ہے جب عوض اوسکا اوس سے بہتر نہو اور جب عوض بہتر کا یقین بلکہ گمان ہو تو ہلاکت مین ڈالنا مذموم کسی عاقل کے نزدیک نہین امور دنیوی مین جیسے آنکھ کا قدح کرانا یا سلطان کے ہمراہ غنیم سے لڑنا بلکہ اسکا عوض چند روزہ اور نا تمام محض ظنی ہے اور عوض و نفع آخروی دائمی اور یقینی ہے خصوصًا جبکہ معائنہ بہشت و دوزخ کا ہو رہا ہے اور مطیع داخل بہشت ہو رہے ہین اور عاصی داخل جہنم پس کیونکر عاقل تجویز تعمیل حکم خدا نہ کرے گا اور یہ شبہ کہ آگ کا کام جلانا ہے تو جو بحکم خدا داخل ہو تو بھی بچا کیسا - اسکا جواب یہ ہے کہ تاثیر اور تاثر اشیاء کے شرائط و موانع ہین جب تک پورے موانع رفع نہون اور شرائط سب موجود نہون اثر و تاثر نہین ہوتا ایسے دنیا مین بہت چیزین ہین مثلًا کہ اون کے ضماد وغیرہ سے آگ اثر نہین کرتی پس روز قیامت ہو سکتا ہے کہ پروردگار عالم اُن مطیعون کے لئے کوئی وجود مانع یا فقدان شرط حاصل کر دے اور آگ تاثیر نہ کرے - جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے مین اسی دنیا مین بھی ایسا ہی ہوا ہے (فقلنا یا نار کونی بردًا و سلامًا) ہے - تفصیل کی گنجایش نہین ہے مختصر لکھا گیا ۱۲ - مترجم مدظلہ العالی -

اور جو انکار کریگا اوس سے حق تعالی کہیگا کہ آگاہ ہو جاؤ تمھین لوگ ہو جنکو مین نے حکم کیا اور تمنے میری نافرمانی کی۔ اور اسی اسناد سے روایت ہی (امام جعفر صادقؑ سے) تین فرقہ ہین جنپر حق تعالے اپنی حجت تمام کریگا ایک ابکم (گونگا) دوسرے طفل کمسن لڑکا۔ تیسرے وہ جو زمان فترت مین مرگیا ہو۔ پس اون کے لئے آگ بھڑکائی جائیگی اور اونسے کہا جائیگا کہ اس آگ مین داخل ہو پس جو شخص اوسمین داخل ہوگا اوسپر وہ برد و سلامتی ہو جائیگی اور جو اوس سے انکار کریگا اوس سے حق تعالے فرمائیگا کہ مینے تو تمکو حکم کیا اور تمنے میری نافرمانی کی اور اسی طرح کیا جواب ہے اس قول سے جناب رسول خدا کے کل شئی مطلق حتی یرد فیہ نھی وما حجبہ اللہ عن العباد فھو موضوع عنھم۔ (ہر شی جائز ہے جب اوسکی بارے مین نہی و ممانعت نہ وارد ہوا ور جسکا حکم خدانے بندون سے مجحوب رکھا اور بندون تک نہین پہنچا وہ اون سے اوٹھا لیا گیا ہے (یعنے اوسکے کرنیمین عذاب نہین ہے وہ حرام یا واجب اوپر نہین ہے) اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ سمع (آیتین اور روایتین) جب ظاہر مین مخالف ہون قطعیات و یقینیات کے تو ضرور ہے کہ ان آیات و روایات سے وہ معنے مراد لین جو مخالف نہون ان یقینیات اور قطعیات کے) اور ضرور ہی کہ حمل کرین ان روایات و آیات کو اونکی ظاہر کے خلاف پر جیسا کہ یہ معلوم ہے اور اسمین کوئی شک و شبہ نہین ہے۔ اور اسمین شک نہین ہے کہ ظاہر مین یہ آیتین اور روایتین قطعیات کے مخالف ہین ایک وجہ مخالفت یہ ہی کہ یہ مقتضی ہین عدم وجوب معرفت کے عقلاً حالانکہ ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ وجوب معرفت عقلی ہے دوسری وجہ مخالفت یہ ہی کہ یہ آیات و روایات مقتضی ہین اس امر کے کہ حسن و قبح عقلی نہون اور حسن وجوب کا اور قبح حرمت کا مستلزم نہو اور یہ دونون امر خلاف ہین اوسکے جو مذہب حق ہے اور جسپر فرقہ محقہ اہل تشیع ہے اور جو اوسکا تابع ہے اور خلاف ہی اوسکے جو حجت و دلیل و برہان سے ثابت و بیان ہوا اور تفصیل مقام و تحقیق مرام یہ ہے کہ حسن و قبح کا اطلاق تین معنون پر ہے ایک معنے یہ ہین کہ حسن صفت کمال ہے اور قبح صفت نقص ہی۔ کہتے ہین العلم حسن (علم حسن ہی) یعنے اوس شخص کے لیے جو اوس سے متصف ہو کمال ہے اور ارتفاع شان ہے۔ والجھل قبیح (اور جہل قبیح ہے) یعنے جو شخص اس سے متصف ہو اوسکے لیے نقصان ہے اور ارتفاع حال پست ترین ہی۔ دوسرے معنے یہ ہین کہ حسن ملائمہ غرض اور مطابقت مقصود ہی اور قبح منافرت غرض و عدم موافقت مطلوب ہی (جو مقصود و مطلوب کے موافق ہو حسن ہی اور جو مطلوب کے خلاف ہو وہ قبیح ہے) اور مطلب غرض سے مراد یا خود فاعل اور اوس کام کے کرنیوالے کی غرض ہے جیسا کہ بعض کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے یا مراد غرض سے مطلق غرض ہی سچا ہے کسی کا مطلب و غرض ہو جیسا کہ کتاب مواقف کے موافق ہی۔ اور تیسرے معنی یہ ہین کہ حسن وہ فعل ہی کہ جسکا کرنے والا مستحق ہو تعریف و مدح کا دنیا مین اور مستحق ہو ثواب کا آخرت مین۔ اور قبیح وہ فعل ہی کہ جسکا کرنیوالا مستحق ہو مذمت کا دنیا مین اور مستحق ہو عقاب کا آخرت مین اور کبھی اس تعریف مین سے قید استحقاق ثواب و عقاب کے نکالڈالتے مین[1] تاکہ شامل ہو

[1] بعد اس قید کے نکالنے کے یہ تعریف رہیگی حسن وہ ہی جسکا کرنیوالا مستحق تعریف و مدح کا ہو۔ قبیح وہ ہی جسکا کرنیوالا مستحق مذمت کا ہو۔ اور یہ تعریف پروردگار عالم کے افعال کو بھی شامل ہی اسلئے کہ جب تک استحقاق ثواب و عقاب کی لفظ

حاشیہ

افعال خدا کو بھی اور ہمارے اسی بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ تیسرے معنے حسن و قبح کے سوائے اسکے کہ افعال اختیاریہ ہی مین پڑ جائین اسکے غیر مین انکا پایا جانا ممکن ہی نہین۔ اسلئے کہ حسن و قبح کا ان معنون مین فعل ہونا یہ تو ظاہر ہی ہے کیونکہ وہ تو خود تعریف مین داخل ہے اور اسی ہی کی تو تعریف ہی کر رہے ہین۔ اب رہی یہ بات کہ وہ فعل اختیاری بھی ہے یہ اسلئے کہ فعل اضطراری (غیر اختیاری) پر مدح و مذمت خیال ہی مین نہین آتی۔ اور ہمارے اسی بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ فعل اختیاری جب معنی اول کی راہ سے حسن ہوگا تو ضرور ہے کہ تیسرے معنے کی راہ سے بھی حسن ہو۔ کیونکہ ہر فعل اختیاری جب کہ صفت کمال اپنے فاعل اور کرنے والے کے لیے ہوگا تو ضرور ہے کہ اوس فعل پر اوسکا فاعل مستحق مدح بھی ہوگا۔ اور اسی طرح اگر وہ فعل صفت نقص ہے تو اوسکے فاعل کی مذمت بھی ہوگی مثال اسکے جیسے عدالت۔ اور ظلم۔ اور نیکی و احسان کرنا اپنے محسن کے ساتھ۔ اور بدی و برائی کرنا اپنے محسن کے ساتھ کہ اور اسکو صاحب مواقف نے بھی قبول کیا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ مجھے فعل کے نقص مین اور فعل کے قبح عقلی مین کوئی فرق نہین معلوم ہوتا جو نقص فی الافعال ہے (فعل کا نقص ہے) وہی بعینہ فعل کا قبح عقلی ہے محض عبارت کا اختلاف ہے۔ تمام ہوا کلام صاحب مواقف۔

پس اسکا قائل ہونا کہ حسن و قبح افعال مین پہلے معنون کی راہ سے پائے جاتے ہین اور انہی حسن و قبح اونہین فعلون مین تیسرے معنے کی راہ سے انکار کرنا بدیہی البطلان ہے جسکا بطلان روشن و عیان ہے۔ و مستغنی عن البیان ہے اور اب اسکی احتیاج نہین ہے کہ ہم معنے ثالث کی راہ سے حسن و قبح کے ثابت کرنے مین دلیل لانے کی اور برہان قائم کرنیکی زحمت و تکلیف اوٹھائین اور جو شخص کہ اونہین حسن و قبح کا افعال مین بمعنی اول قائل ہے اوسپر بمعنی ثالث قائل ہونا لازم ٹھہرائین اور اوس پر الزام لگائین۔ مگر ازبسکہ مقصود ہمارا یہ ہے

بقیہ حاشیہ ۱۳۲ داخل بھی تو اوسکے افعال پر شامل نہ بھی کیونکہ وہ تو خود ثواب دیتا ہے عذاب کرتا ہے اوسکا ثواب دینوالا کون ہے ۱۲ ف۱ مثلاً اگر کوئی شخص سوتا ہوا ہو اوسکا سونےمین کسی بزرگ کے منھ پر مثل طمانچے کے لگ جائے تو کوئی اوس سونیوالے کی مذمت کا خیال نہ کرے گا ۱۲ مترجم مدظلہ العالی۔

ف۲ سبب یہ ہے کہ مسئلہ اگرچہ بدیہی ہے اور بہت ظاہر ہے مگر فرقۂ اشاعرہ جو اہل سنت و جماعت سے ہے وہ ایسے روشن امر کا منکر ہے اور بہت سے مسائل اصول دین اس مسئلہ پر مبنی ہین اور وہ ازبسکہ اس مسئلہ کے قائل نہین ہوتے بعض شبہون کے جنکا بیان کتاب مین آئیگا اور اون کا جواب یہی دیا جائے گا تو بہت سے مسائل اور عقائد مین اختلاف ڈال دیا اور دین کو باعث مضحکۂ عقلا قرار دے رکھا ہے۔ لہذا جناب مصنف اعلی اللہ مقامہ نے اس مسئلہ مین طول دیا اور حق کو بہت روشن و ظاہر فرما دیا۔ ۱۲ مترجم دام ... مجدہ

کر اس مقصد کی خوب تحقیق و تنقیح کرین لہذا ہمکو ضرورت ہوئی کہ استدلال سے کام لین اور حق کو ثابت کرین اور باطل کو مٹائین) جب یہ پہچان چکے تو اب یہ یقین جانو کہ امامیہ اور تمام فرقے اہل عدل کے اسی طرف گئے ہین اور سب کا مذہب یہی ہے کہ حسن و قبح بمعنی ثالث ثابت کرتے ہین اور سب کا مذہب یہی ہے کہ اگر وہ حسن و قبح عقل کے ذریعہ سے دریافت ہو جاے تو حسن مستلزم ثواب کو اور قبح مستلزم عذاب کو بھی ہوگا - پس ان امامیہ اور اہل عدل کے نزدیک (لا تشبیہ) مثال شارع کی مثل طبیب کے ہے پس دوا اور غذا مین جو واقع مین تاثیرات ہین اونکو مریض سے طبیب بیان کرتا ہے نہ یہ کہ دوا مین تاثیر پیدا کرتا ہے اور تاثیر کا بدل جانا اختلاف سے فصل کے اور مزاج کے ہونا نہ یہ کہ طبیب اوسکی تاثیرات مین تغیر دیتا ہو اور دوسری دوسری تاثیرین اوسمین ثابت کرتا ہو اور مقصود ہمارا اس تشبیہ سے تشبیہ تام نہین ہے - پس جن باتون کا توہم اس مقام مین کیا جاتا ہے وہ بیان وارد نہین ہوتین -

جناب شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب عدہ مین تحریر فرمایا ہے کہ احوال مکلف دو حال سے خالی نہین ہین یا وہ افعال حسنہ ہین یا قبیحہ ہین اور احوال حسنہ بھی اس سے خالی نہین ہین یا واجب ہین یا ندب و مستحب ہین یا مباح ہین - پس جس فعل کی تفصیلی جہت قبح عقل سے معلوم ہو جاے اوسکے حرام ہونے مین جو اہل علم و کامل ہین اون مین کسی طرح اختلاف نہین ہے اور اسکے مثال جیسے ظلم - اور کذب اور عبث - اور جہل - اور جو اوسکے مشابہ ہو - اور جس فعل کی جہت وجوب و حسن و خوبی بالتفصیل معلوم ہو جاے اوسکے وجوب مین بھی اختلاف نہین ہے - اور مثال اسکی جیسے امانت کے واپس دینے کا وجوب اور شکر منعم - اور انصاف و عدل - اور جو اسکے مشابہ ہو - اور جسکے جہت ندب و استحباب معلوم ہو اوسکے مستحب ہونے مین بھی خلاف نہین ہے مثال اسکی جیسے کسی کے ساتھ احسان و نیکی کرنا - اور ان چیزون مین ان صفتون کا ہونا جیسا ہے ہمنے ذکر کیا اس سبب سے ہے کہ متغیر ہونا حسن کا قبح کیطرف اور قبح کا حسن کیطرف صحیح نہین ہے - جو حسن ہے وہ حسن ہی رہیگا اور جو قبیح ہے وہ قبیح ہی رہیگا) تمام ہوا کلام جناب شیخ علیہ الرحمہ کا جسقدر کہ ضرورت تھی - اب اس کلام سے جناب شیخ علیہ الرحمہ کے ظاہر ہو گیا کہ حسن و قبح کو جب عقل دریافت کرلے تو حسن مستلزم وجوب کو اور قبح مستلزم حرمت کو ہے اور اسمین امامیہ مین اختلاف نہین ہے جناب سید نور اللہ شوشتری علیہ الرحمہ نے احقاق الحق مین تحریر فرمایا ہے کہ اس مقام مین دو امر بلکہ دو اصلین ہین ایک یہ کہ آیا فعل فی نفسہ کسی صفت پر شامل ہے کہ وہی صفت مقتضی اوسکے حسن یا اوسکے قبح کی ہوتی ہے اسی طرح پر حسن فعل یا قبح فعل اوسی کی صفت سے پیدا ہوتا ہے اور وہی صفت اوس فعل کے حسن کی یا قبح کے علت ہوتی ہے یا ایسا نہین - دوسری یہ کہ ثواب اخروی جو حسن فعل پر مترتب ہے حاصل ہوتا ہے یا عقاب اخروی جو قبیح فعل پر ملنا چاہیے یہ عقل ہی معلوم و ثابت ہوا ہے یا ایسا نہین ہے بلکہ شرع سے ثابت و معلوم ہوا ہے - پس فرقہ امامیہ

ملہ اگر کوئی توہم کرے کہ شارع حقیقی خدا ہے وہ خالق و موجد تاثیرات ہے پس ممکن ہے کہ جسکو قبیح سمجھے مثل استعمال سم اوسکو وہ واجب قرار دے اور اوسکی تاثیر مصلحت سے بدل دے پس مثال طبیب کے بیان درست نہوگی اوسکا جواب ہم دینگے کہ اگرچہ وہ تبدیل پر قادر ہے مگر یہ عادت اوسکی جاری نہین ہے بغیر معجزہ و ضرورت و تصدیق انبیاء وغیرہ وہ تبدیل تاثیرات کرے بلکہ جو مفاسد و مصالح کے تابع ہین انکا بیان کرتے ہین یعنی احکام حلال و حرام و واجب قرار دینا حافظ و طبیب

بیان معجزہ و تابع کرنا ہے پس تشبیہ محض بیان مین ہے نہ خلق و ایجاد مین — ۱۲ منہ عفی عنہ

اور تمام اہل عدل کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونون امر عقل سے معلوم ہوتے ہین اور انمین تلازم ثابت ہے اور اسی طرح بعض اساتذہ نے شرح زبدۃ الاصول مین تصریح کی ہے اور اون کے علاوہ اور علماء نے اور اور کتابون مین اسکو لکھا ہے اور تصریح کی ہے - اور فرقہ اشاعرہ (جو اہل سنت ہین) اونکا مذہب یہ ہے کہ وہ بالکل ان دونون امرون کی نفی کرتے ہین اور ان دونون باتون کا بالکل انکار کرتے ہین - اور کہتے ہین کہ نفس الامر و واقع مین سب فعل برابر ہین - کوئی فرق نہین ہے شیطان کو

یعنے جس فعل کا حسن تفصیلی عقل سے ثابت ہوگا وہ واجب بھی ہوگا اور اسکا کرنیوالا دنیا مین ممدوح اور آخرت مین مستحق ثواب ہوگا اور شرع بھی اُس فعل کے کرنیکا حکم کرتی ہے اور شارع کو وہ ضرور مطلوب ہے اگرچہ تصریح اوسکی زبان شارع سے نہوئی ہو - اور جس فعل کے کرنیکا شرع نے حکم کیا ہے وہ ضرور حسن اور اچھا ہے اگرچہ عقل نے تفصیل اوسکی جہت حسن نہ دریافت کی ہو بلکہ اگرچہ ظاہر نظر مین تو ہم خلاف بھی ہوتا ہو مگر عقل خالص قطعی اوسکے خلاف پر حکم قطعی نکرتی ہو تو بھی وہ فعل حسن ہی رہیگا - جبکہ اوسکے کرنیکا حکم شرع سے ثابت ہوگیا ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ہماری عقلین بسبب اپنے نقصان کے اوسکی پوری ماہیت وجہت حسن دریافت نہ کرسکین مگر شارع (یعنے خدا) جو عالم و واقف تمام اشیاء کے حالات سے ہے اوسکے حسن ذاتی کے سبب سے جو ہمین دریافت نہین ہوسکا حکم اوس فعل کے کرنیکا دے پس خلاصہ یہ ہوا کہ جس فعل کا حسن عقل بتفصیل دریافت کرلے وہ ضرور مطلوب شارع ہے اگرچہ تصریح اوسکی شارع سے نہ ہوئی ہو اور جس فعل کے کرنیکا شارع نے حکم بتصریح دیا ہے وہ ضرور حسن اور اچھا ہے اگرچہ عقل بسبب اپنے نقص کے اوسکی خوبی کا ادراک نہ کرسکے - اسی طرح جس فعل کے قبح کو عقل ادراک کرے وہ حرام ہے شرع مین بھی اور اوسکا فاعل مستحق عذاب اخروی ہے اور جس فعل کو شارع نے منع اور حرام فرمایا ہے وہ ضرور قبیح ہے اور اوسمین ضرور قبح ذاتی ہے اگرچہ عقل بسبب اپنی کمی اور نقصان کے اوسکے قبح کو دریافت نہ کرسکے - خیال کرنا چاہیئے کہ شارع نے مثلاً شراب وخمر حرام کیا اور ظاہر مین تو ہم ہوتا تھا کہ ایسے مقوی و مفرح شے مین کیا قباحت تھی جس سے حرام کیا - اب ہم دیکھتے ہین تو علاوہ اُن وجوہ کے جو علماء نے بیان فرمائے ہین مثل مغلوبیت عقل کے جو ایک شے نفیس ہے اور ایک آن کا زوال بھی اوسکا مذموم ہے حال کی محققین اور ڈاکٹرون نے ثابت کردیا ہے کہ اس سے بدتر و مضر بدن کوئی شے نہین ہے - اسی طرح ذبح حیوانات کا حکم شرع مین ہے جسکا حسن تفصیل ظاہر نتھا - لیکن اب اس زمانے مین حکمائے حال نے کمسٹری وکیمیاوی ذریعہ سے ثابت کردیا کہ مسلمانون کے یہان ذبح کا طریقہ بہت خوب ہے اور اتنا خون جتنا ذبح مین نکلا جاتا ہے اوسکا نکالنا ضرور اور مصلح ہے گوشت کا اور اسکا خلاف نہایت بدتر اور مضر ہے اسی طرح تعدد تزویج وطلاق وغیرہ کے مسائل جنپر بہت زمانے سے بحث ہو رہی ہے اب اکثر عقلا جب تعصب مذہبی سے قطع نظر کرلیتے ہین تو ضرور ان احکام شرع کو ممدوح اور مستحسن قرار دیتے ہین بس اسی طرح جمیع احکام شرعی جو شرع سے ثابت ہین ضرور ویسے ہین جیسے شرع سے ثابت ہین اگرچہ ہماری عقلین اونکی حسن وقبح کا ادراک نہ کرسکین - اور محض توہم خلاف سے ہرگز وہ باطل نہین ہوسکتے کیونکہ عقل نے اگر اُن احکام کے موافق اونکا ادراک نہین کیا ہے تو بھی خلاف مین قطع وجزم ہی نہین کیا ہے محض اپنے خیالی اور وہمی غیر قطعی حکم پر ہرگز ہرگز شرع پر معترض نہونا چاہیئے اور احکام خدا کی تصدیق کرنا چاہیئے اور تیرہویں دسویں قسم اختیار کرنا چاہیئے محض توہمات بیجا ہین اور احتمال لا احاصل اور غیر قطعی احکام ہین

سجدہ کرنیمین اور خدا کو سجدہ کرنیمین - اور کوئی فرق نہین ہے صدق وکذب مین - اور نکاح وزنا مین اور عدالت وظلم مین مگر اتنا ہے کہ ایک کو شارع نے واجب کیا ہے اور دوسرے کو حرام کیا - پس معنی اوس حسن کے یہ ہین کہ شارع نے اوسکو طلب کیا ہے اور معنے قبح کے یہ ہین کہ شارع نے اوسکو منع کیا ہے (جسکو شارع بجالانیکا حکم کرے وہ حسن ہے جسکو وہ منع کرے وہ قبیح ہے اگر وہ عدل کو منع کرتا قبیح تھا اور اگر ظلم کرنے کا حکم کرے وہ حسن ہے) اور گروہ حنفیہ ایک گروہ اہلسنت سے ہے جو تابع ابوحنیفہ ہے) جب اس قول کا بطلان بدیہی سمجھے تو اونہین نے کہا کہ حسن وقبح مین جن معنون سے نزاع ہو رہی ہے وہ حسن وقبح فعلون مین فی نفسہ ثابت تو ضرور ہے مگر یہ دونون حسن وقبح بندون کے لئے کسی حکم کے مستلزم نہین ہین بلکہ یہ موجب استحقاق حکم کے ہین حکیم سے جو مرجوح کو ترجیح نہین دیتا (یعنے حسن وقبح فعل مین پایا جاتا ہے اور خدا اوسکی صفت کے موافق حکم کرتا ہے بلا حکم خدا وہ واجب وحرام نہین ہوتا اور دیہ ہے کہ خدا قبیح کو واجب اور حسن کو حرام نہ فرمائے بلکہ ہر فعل کی صفت کے موافق اوسکا حکم کرتا ہے قبیح کو حرام اور حسن کو واجب کرتا ہے مثلاً) اور نظیر اسکی علت مستدعیہ ہے حکم اصل کے لیے اور مصلحت مقتضیہ ہے ملکون اور شہرون کے انتظام کے لیے - پس جب تک مجتہد یا بادشاہ حکم نہ کرے ۔ ہان کوئی حکم جاری نہین ہوتا لیکن یہ علت ومصلحت مرجح ہوتی ہے حکم مجتہد اور بادشاہ کی (کہ موافق اوسی علت حکم ومصلحت ملک کے مجتہد و بادشاہ حکم کرتا ہے اور بلا اوسکے حکم کے محض اوس علت ومصلحت کے دیکھنے سے مقلد ورعایا پابند نہین ہوتے) اور متمسک اور دلیلین اہل حق (شیعون) کے بہت امر ہین - (عقلی اور نقلی شرعی قرآن اور احادیث) (عقلی) اونہین سے ایک یہ ہے کہ مدح عدل واحسان پر اور مذمت ظلم وعدوان پر ضروری اور بدیہی ہے کہ ہر شخص کی عقل ووجدان سے اسکو جانتا ہے اور جو کہ تمام دینون اور مذہبون کو نہین مانتا وہ بھی اسکا حکم کرتا ہے اور اوسکو مانتا ہے - اور یہ امر اسکے منافی نہین ہے کہ یہ امور صفات کمال سے ہون یا صفات نقصان سے مخالف غرض ہون یا موافق غرض کے[1] جیسا کہ یہ امر جلی ہے کسی پر مخفی نہین ہے اور اونھین (عقلی دلیلو) مین (دوسری دلیل) یہ ہے کہ اگر اوس عاقل کو جنسے کبھی کسی شریعت کا نام بھی نہ سُنا ہو اور کسی حکم شریعت کو جانتا نہ ہو

[1] بلکہ جو افعال صفات کمال سے ہین اور حسن بمعنی اول ہین اونکا فاعل قابل مدح بھی ہے اور حسن بمعنی ثالث بھی ہے اور جو افعال صفات نقص ہین اور قبیح بمعنی اول ہین اونکا فاعل مذموم ومستحق مذمت ہے اور وہ قبیح بمعنی ثالث بھی ہین اسمین کسی طرح کی منافات نہین ہے بلکہ موافقت ہے - البتہ اگر حسن وقبح کو بمعنے ثانی لیا جاے یعنے حسن وہ ہے جو موافق غرض ہو قبیح وہ ہے جو مخالف غرض ہو تو ان معنون کے رو سے البتہ کبھی معنے ثالث کے موافقت ہوگی اور کبھی مخالفت مثلاً ظلم اگر موافق غرض ہو تو بمعنی اول بھی قبیح رہیگا اور بمعنی ثالث بھی اور اگر موافق غرض ہے تو اگرچہ اوس صاحب غرض کے لیے موافق مطلوب اور بمعنی ثانی حسن بھی ہے لیکن تمام عقلا کے نزدیک مذموم ہے اور اوسکے فاعل کی مذمت کرینگے اور ضرور قبیح بمعنی ثالث ہے پس منافات صدق قبیح مین بمعنی ثالث نہوی اگرچہ وہ موافق مطلوب وغرض بھی ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو بلا قصور قتل کر ڈالے اس غرض سے کہ مال اوسکا ملیگا اور قاتل مالدار وصاحب شوکت واقتدار ہو جائیگا تب بھی کوئی عاقل اوسکو ممدوح نہ سمجھیگا اور سب اسکی مذمت کرینگے اسی طرح اگر کوئی شخص حسن کو خلاف کرنا چاہے اگرچہ وہ بھی غرض ہو تو عقل عمل کو تب بھی حسن اوسکا بمعنے ثالث طرف نہیں ہوگا کوئی منافات نہیں بیچ حسن وقبح عقلی بمعنی ثالث کے کہ وہ فعل اونکی غرض کے

بلکہ وہ صحرا اور جنگل مین پیدا ہوا ہو۔ اور تمام عقیدون سے خالی ہو کوئی عقیدہ کسی طرح کا نرکھتا ہو اور سے
افتیار دین کہ اگر تم سچ بات کہو گے جب بھی تمکو دو اشرفیان شناو دینگے۔ اور اگر جھوٹ بولو گے جب بھی تمکو دو اشرفیان
دینگے اور کسی امر مین کوئی ضرر تمہارا نہین ہوگا خواہ سچ کہو خواہ جھوٹ بولو تو ضرور ہو کہ وہ سچ جھوٹ پر اختیار
کریگا (اور سچ ہی بولے گا) پس اگر اوسکی عقل کذب اور جھوٹ کی برائی اور صدق اور سچ کی حسن وخوبی کا حکم
نہ کرتے تو وہ اسمین فرق نہ کرتا اور ہمیشہ ایسے موقع مین صدق ہی کو اختیار نکرتا۔ (تیسرے دلیل عقلی) اونمین
سے یہ ہے کہ اگر حسن وقبح شرعی محض ہوتی تو شخص منکر شرع ہو وہ اس حسن وقبح کا حکم نکرتا اور یہ باطل ہے
اسلئے کہ تمام فرقہ براہمہ جو منکر تمام شریعتون کے ہین (اور پابند عقلی حکم کے) وہ بھی حسن وقبح کا حکم کرتے ہین
اور اس حکم کی نسبت بداہت عقل کیطرف کرتے ہین (چوتھی دلیل عقلی) اون مین سے یہ ہو کہ ضرورت وبداہت
عقل کرتی ہے کہ فعل عبث قبیح ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کو اجیر مقرر کرے کہ وہ آب فرات کو دجلہ مین
(یا گنگا پانی جمنا مین اولچ اولچ کے) پھینکا کرے۔ یا اجیر مقرر کرے کہ فلان شے جو یہان اس شہر مین دس روپیہ
کو بکتی ہے اسکو تولاد پھاند کے دوسرے دوسرے شہرون مین جو بہت دور دور ہین وہان لیجاکے اور
اسی دس روپیہ کی قیمت پر فروخت کر۔ اور اسی طرح قبیح ہونا ایسی تکلیف کا جسکی طاقت نہو۔ اور تکلیف دینا
اور حکم کرنا لنگڑے اپاہج سے کہ تو آسمان پر اوڑ جا (وہ بیچارہ زمین پر تو چل ہی نہین سکتا آسمان پر کیا اوڑیگا)
اور اوسکو تعزیر دینا اور ہمیشہ عذاب سخت سے سزا دینا کہ تو کیون نہین ہمارے حکم کو بجا لاتا کیون اوسکو ترک
کر رہا ہے اور قبیح ہونا مذمت عالم وزاہد کا اوسکے علم وزہد پر۔ اور حسن ہونا عالم وزاہد کی مدح کا۔ اسی طرح
قبیح ہونا مدح جاہل فاسق کا اوسکے جہل وفسق پر۔ اور حسن ہونا مذمت جاہل فاسق کا اوسکے جہل وفسق پر
اور جو مکابرا اسمین اور اسکا انکار کرے اوسنے اجلاے بدیہیات وعقلی ضروریات کا انکار کیا۔ اسلئے کہ یہ
حکم حسن وقبح ایسا ہے کہ اطفال اور بچون تک کو حاصل ہو۔ اور بعض ضروریات ایسے ہین کہ اونکو حاصل نہین
ہوتے (پس یہ حکم سب بدیہیات مین زیادہ روشن وجلی ہے کہ بچون پر مخفی نہین ہے) پانچوین دلیل عقلی
اونمین سے یہ ہو کہ حسن قبح اگر باعتبار سمع اور شرع کے ہوتے اور سواے شرع کے عقل سے معلوم نہوتے
تو خدا کے لئے کوئی شے قبیح نہوتی (ہر شے کو جو خدا چاہتا حکم دیتا اور وہ قبیح نہوتا اگرچہ وہ ظلم کا یا زنا کا
بھی حکم دیتا) اور یہ بھی ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو معجزون کا ظاہر کرنا ہاتھ سے کاذبون کے اور نبوت کا جھوٹا
دعوے کرنیوالون کے جائز ہوتا اور قبیح نہوتا اور اسکا جائز رکھنا باب معرفت نبوت کو مسدود کرتا ہے
(اسلئے کہ شناخت صدق دعواے نبوت کے معجزہ ہے پس اگر کاذب کے ہاتھ سے معجزہ کا ظاہر کرنا
جائز ہوتا تو پھر صادق وکاذب کی دعواے نبوت مین کوئی شناخت نرہتی) چھٹی دلیل عقلی) اونمین سے
یہ ہے کہ اگر حسن وقبح شرعی ہوتے تو یہ بھی حسن ہوتا کہ خدا حکم کرے کفر کا۔ اور تکذیب انبیا کا۔ اور
بتون کی تعظیم کا۔ اور مواظبت وعادت کرنیکا زنا کے اور سرقہ کی اور حسن وبہتر ہونا نہی کرنا عبادت
سے اسلئے کہ بنا براس تقدیر کے کوئی شے فی نفسہ قبیح وبری نہین ہے۔ پس خدا نے جسکا حکم
کیا وہ حسن وبہتر ہوگئے۔ (ساتوین دلیل نقلی) اونمین سے یہ ہے کہ حق تعالے نے ارشاد
فرمایا ہے واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ

(یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ مالا تعلمون) جب کسی بری بات کو کرتے ہین (اوران کی لوگ مذمت کرتے ہین) تو کہتے ہین ہمنے اپنے باپ دادکو یونہی کرتے دیکھا اور خدانے ہمکو اسکا حکم کیا ہے۔ (اوسکے جواب مین تم اے رسول ہمارے) کہو کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ خدا نہین حکم کرتا بری باتون کا کیا تم کہتے خدا پر اور الزام لگاتے ہو اوسپر) وہ بات جسکا تم علم ویقین نہین رکھتے (اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا بری بات کا حکم نہین کرتا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بری چیز حکم کے پہلے سے ہے جبکا وہ حکم نہین کرتا) دوسری آیت بجملہ دلیل نقلی یہ ہے (حق تعالے ارشاد فرماتا ہے ان للہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یہ بات تحقیق ہے کہ حق تعالے حکم کرتا ہے عدل واحسان کا اور ذوالقربی کو دینے کا اور نہی کرتا ہے فحشاء ومنکر وبغی (مثل سرقہ وزنا ولواطہ ودیگر بری باتون کے) اور مثل ان آیتون کے قرآن مجید مین بکثرت ہین (آٹھوین دلیل نقلی روایتین اور حدیثین ہین) اون مین وہ روایت ہے جو کافی مین اپنی اسناد سے ابوبصیر نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ فرمایا حضرت نے جس شخص کا زعم یہ ہے کہ حق تعالی حکم کرتا ہے بری باتونکا پس بتحقیق کہ اوسنے جھوٹ باندھا خدا پر۔ اور جو یہ گمان کرے کہ خیر وشر سب اوسکی طرف سے ہے۔ اوسنے جھوٹ باندھا خدا پر (دوسری روایت) اوسی کافی مین حفص بن قرط نے روایت کی ہے اونہین حضرت سے کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ارشاد کیا جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ جو شخص گمان کرے کہ خدا بد چیزون کا اور بری باتونکا حکم کرتا ہے پس بتحقیق کہ اوسنے جھوٹ باندھا خدا پر اخیر حدیث تک اور جب ان قطعی دلیلون سے ثابت ہوگیا کہ حسن وقبح عقلی ہین۔ اور یہ بھی معلوم ہوچکا کہ حسن وقبح نے کسی معنے مین نزاع ہے (یعنے معنے ثالث مین) پس ظاہر ہوگیا کہ حسن وقبح عقلی کا قائل ہونا۔ اور پھر یہ کہنا کہ حسن وقبح کو احکام وجوب وحرمت وغیرہ کو لازم نہین ہین یہ سوائے حنفی لوگون کے اور تو کسی کو لائق نہین ہے۔ اس لیے کہ معنے حسن فعل کے جیسا کہ سابق مین معلوم ہوا یہی استحقاق ہے اوس فعل کے کرنیوالے کو مدح وثواب کا اور اوسکا جدا ہونا معنے وجوب یا ندب سے ممنوع ہے اسواسطے کہ اگر وہ فعل ایسا ہے کہ اوسکے کرنے سے استحقاق مدح اور ثواب کا ہوتا ہو اور اوس فعل کے ترک کرنے سے استحقاق مذمت وعقاب کا ہوتا ہو تو وہی تو واجب ہے اور اگر ترک سے اوسکے استحقاق مذمت وعقاب نہو تو وہ فعل مستحب ہے اسی طرح قبح فعل یعنے فعل کا اسطرح پر ہونا کہ جسکے فاعل کو استحقاق مذمت وعقاب کا ہو وہ بغیر اوسکے حرام ہونیکے متصور ہی نہین ہوسکتا۔ پس اگر تم کہو کہ ہم یہ نہین تسلیم کرتے کہ معنے حسن وقبح کے جسمین نزاع ہے وہ یہ ہین کہ جسکا فاعل مستحق مدح وثوابکا ہو وہ حسن ہے اور جسکا فاعل مستحق مذمت وعقاب ہو وہ قبیح ہے بلکہ مراد تنہا استحقاق مدح ہے حسن مین اور تنہا استحقاق مذمت قبیح مین (بلا قید استحقاق ثواب وعقاب کے) یا یہ کہو کہ حسن وہ ہے کہ جو اوسکے حال سے واقف اور اوسپر قادر ومتمکن ہو اوسی اوس فعل کا کرنا ہوسکتا ہے۔ اور قبیح وہ کہ جو اوسکے حال قبح سے واقف ہو اور اوسپر قادر ومتمکن ہو اوسی اوس فعل کا کرنا بیجا ہے۔ یا یون کہو کہ قبیح وہ ہے جسکا کرنے والا مستحق مذمت نظر عقلیہ مین۔ تو ہم اس تمھارے قول کے جواب مین کہینگے کہ ہان ایسا ہی ہے کہ مدار حسن

جواب نقض حنفیہ

یہی ہے کہ وہ فعل ایسا ہے کہ جسکا کرنیوالا مستحق مدح یا مذمت کا ہوتا ہے اور اسی سبب سے افعال خدا
بھی متصف حسن وقبح سے ہو سکتے ہین۔ لیکن جبکہ ایسے فعل کا صادر ہونا اوس بندے سے فرض کرین جو اوسپر
قادر تھا اور اوسکے حسن یا قبح سے ماہر تھا تو ضرور استحقاق مدح مستلزم ہوگا استحقاق ثواب کا اور استحقاق
ذم بھی مستلزم ہوگا۔ استحقاق عقاب کا اوس بندے کے آقا اور مولے کیطرف جو حکیم علی الاطلاق ہے۔ اسلئے
کہ جب کوئی غلام کسی فعل شنیع وقبیح کا مرتکب ہو جیسے کسی پر ظلم کرے یا کسی کو ناحق قتل کرے تو وہ غلام
جسطرح جمیع عقلا کے جانب سے مستحق مذمت ہوگا اسی طرح اپنے مالک اور آقا کی جانب سے مستحق سزا و عقاب کا بھی ہوگا
اور اسی طرح جب وہ غلام کوئی اچھا کام کرے تو مالک کی طرف سے مستحق جزا و ثواب کا ہوگا جسطرح اور لوگون
کیجانب سے مستحق مدح ہوگا اور دوسرے عنوان اور دوسری وجہ سے ہم کہتے ہین کہ اسمین کسی طرح
کا شک وشبہہ نہین ہے کہ جو فعل ایسا ہو کہ اوسکا بجا لانا ممدوح ہو اور ترک اوسکا مذموم ہو حکیم کے نزدیک
تو ضرور اوس فعل کا واقع ہونا اوس بندے سے حکیم کو مطلوب ہوگا اور اوسکا ترک منہی عنہ اور ممنوع
ہوگا۔ اور اسی طرح فعل قبیح کا ترک اوسکو مطلوب ہوگا اور فعل اوسکا ممنوع ہوگا اور یہی معنے وجوب وحرمت کے
یہی تو ہین۔ تو اب ظاہر ہو گیا کہ حسن وقبح کے وہ معنے جس مین نزاع تھی خواہ جس عبارت سے بیان کرو ضرور
مستلزم وجوب یا ندب یا حرمت کو ہین۔ پس اگر ایک ان مین سے عقل سے دریافت ہو جاے تو مستقل عقل
اوسکی حاکم ہوگی اور اوسمین محتاج شرع سے سننے کی نہ ہوگی اور خود عقل ہی اوسکے وجوب یا ندب یا حرمت
کا حکم کر دے گی مثل عدالت کی (حسن و وجوب کی) اور احسان کی (حسن وندب کی) اور ظلم کی (قبح وحرمت
کی) پس شریعت ان کی موکد ہوگی۔ اور اگر عقل سے ادراک اوسکا نہ ہوا ہو اور وجوب فعل یا ندب یا حرمت
شریعت سے معلوم ہو تو یہ شرع سے معلوم ہونا اس امر کو ظاہر کرے گا کہ حقیقت و نفس الامر مین وہ شئے
حسن وقبیح تھی نہ یہ کہ حکم وجوب وندب سے شرع کے وہ شئے حسن ہوئی اور حکم حرمت سے قبیح ہوئی۔)
اور اسی جملہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اہل فترت (جو اوس زمانہ مین ہو جو بعد ایک نبی کے دوسرے نبی کے
ظاہر ومبعوث ہونے کے وقت تک ہوتا ہے۔ یا جو اوس زمانے مین تھا جو قبل بعثت جناب خاتم
المرسلین ہے بعد زمانہ حضرت عیسیٰ علےٰ نبینا وآلہ علیہ السلام کے) اور وہ شخص جو صحرا اور پہاڑون مین
نشو و نما پائی (اور کسی شریعت دین کے مبعوث ہونیکی خبر اوس تک نہ پہنچی) جب ایسا مرتکب ہو
افعال محرمہ عقلیہ کا (جسکو عقل حرام وقبیح سمجھتی ہے) یا ترک کرے واجبات عقلیہ کا تو وہ
فی الجملہ مستحق عقاب ہوگا یعنے اگر حق تعالے اوسکو عقاب کرے تو قبیح نہین ہے (کہ اوسنے
احکامات عقلیہ پر کیون عمل نکیا) لیکن اس استحقاق سے یہ لازم نہین ہے کہ خدا اوسکو عقاب
بھی ضرور کرے۔ کیونکہ یہان پر بہت اسباب ہین سقوط عقاب کے اگرچہ وہ مستحق عقاب ہے
جیسا کہ مخفی نہین ہے (مثل عفو ومغفرت وغیرہ کے) لیکن اگر ایسا ہو بلکہ وہ شخص ایسا تھا کہ اوسنے
محرمات ترک کیا اور واجبات (عقلیہ) کو بجا لاتا رہا اور قصد کرتا رہا اطاعت وامتثال امر رب ومولے کا کہ
جو اوسکو عقل سے معلوم ہوا کہ عقل بھی تو ایک حجت باطنی خدا کی جانب سے ہے درمیان
بندون کے اور خدا کے۔ پس اگر ہم قائل ہوئے اس امر کے کہ دنیا ہی فقط دار تکلیف ہے

اور سوا اسکے دار تکلیف نہین ہو جیسا کہ اکثر علماء کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے تو ہم ضرور قائل ہونگے
کہ وہ شخص اہل ثواب واہل جنت سے ہے۔ اور اگر مقتضا سے احادیث سابقہ کے موافق امر
ہوا کہ اُن حدیثون سے نکلتا تھا کہ اہل فترت کو اور اطفال کو تکلیف دیجائیگی آگ مین داخل ہونیکی
(جو خاص اونکے لیے مہیا کیجائیگی جو اوسمین داخل ہوگا وہ نجات پائیگا اور جو انکار کرے گا
وہ معصیت مین گرفتار ہوگا) تو پھر علم نکرسکین گے اوس شخص اہل ثواب واہل جنت ہونے کا
کیونکہ بندہ مستحق جنت نہین ہوتا کہ بعض امرون کو بجالائے اور بعض کو ترک کرے بسبب حبط
وموافات کے (کہ جو امر ترک کئے وہ ایسے عظیم تھے کہ اُن کے مقابل مین وہ فعل جو بجا لایا۔
کمتر تھے اور ثواب حبط وزائل ہوگیا یا ثواب اوس فعل اور عقاب اوس گناہ کا برابر رہا پس کیونکر
اسکو مستحق جنت کہہ سکین) جیسا کہ علم کلام کی کتابون مین شرح وبسط سے خوب لکھا ہوا ہے
اسطرح پر سزاوار ہی تحقیق اس مقام کی والحمد للہ والمنہ۔ اور متمسک اشاعرہ کا اور ان کی
دلیلین یہ ہین کہ بندون کے افعال اضطراری ہین پس حسن وقبح سے متصف نہونگے پس جزو
ثانی (افعال اضطراری کا حسن وقبح سے متصف نہونا) یہ تو اجماع اور ضرورت وبداہت عقل سے ثابت
ہے۔ اور جزو اول (بندون کے افعال کا اضطراری ہونا) تو اوسکا بیان یہ ہے کہ بندہ کسی کام کے کرنے مین
اوسکے ترک پر بھی قادر ہے یا ترک پر قادر نہین ہے پس نکرنے پر قادر نہونا یہی اضطرار ہے اور اگر نہ کرنے پر قادر
ہے تو فعل وترک دونو پر قادر رہا) اسصورت مین فعل اوسکا محتاج مرجح کا ہوگا یا نہین۔ اگر محتاج مرجح
کا نہوا تو ترجیح بلا مرجح لازم آئی اور یہ باطل ہے۔ اور پھر اثبات صانع کا باب بھی بند ہوجائیگا (کیونکہ
جب احتیاج مرجح کی نہوئے تو وجود ممکن بلا مرجح حاصل ہوگا اور احتیاج حدوث مین واجب الوجود کی نہ
رہے گی) اور اگر احتیاج مرجح کی ہے تو یہ مرجح اگر بندی کی جانب سے ہے تو پھر اس مرجح مین ہم کلام
کرینگے کہ یہ مرجح اوس سے کیونکر صادر ہوا (یعنی اس مرجح کے صادر کرنے مین اگر ترک پر قادر نہین ہے
تو اضطرار لازم آیا اور اگر ترک پر قادر ہے اور مرجح کے فعل پر بھی قادر ہے تو ترجیح بلا مرجح لازم ہے)
اور وہی پہلی قباحت لازم آئیگی اور ضرور ہوگا کہ اس مرجح کے لئے مرجح ہو) پس لازم آئیگا تسلسل اور
وہ محال ہے۔ یا لازم آئیگی انتہا ایسے مرجح کیطرف جسکا صدور وحصول اس بندہ کیطرف سے نہ ہو
اور جبکہ مرجح کا حاصل ہونا بندے کی طرف سے نہوا بلکہ اسکے غیر کیطرف سے (خدا کیطرف سے
ہوا) تو بندے کا اپنے کام مین مستقل نہونا ثابت ہوگیا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ترک پر بھی اوسکی قادر
نہین ہے کیونکہ جب دونون پہلو برابر ہون اوسوقت تو ترک کا وقوع ہو ہی نہین سکتا نہ کہ جب
یہ مرجوح ہو اسلیئے کہ شئے ممکن کا رجحان جب تک وجوب کے درجے تک نہین پہنچتا اوسوقت وہ ممکن
نہین پایا جاتا (اور ترک یہ بھی ایک فعل ممکن ہے پس جب تک درجہ وجوب تک اسکا رجحان نہ پہنچیگا
پایا نہین جائیگا خصوصاً جبکہ ترک کا مرجح نہوا اور فعل کا مرجح موجود ہے۔ پس فعل اس مرجح کے
پائے جانے سے یا لازم ہوگا پس اضطراری ہوگیا (کہ اب ترک پر اختیار باقی نہ رہا) یا وہ فعل
لازم نہوگا۔ پس صادر ہونا فعل کا اور صادر نہونا دونون صحیح رہیگا تو پھر وہی تردید اور شقین جو پہلے

ہوتی ہین عود کرینگی۔ اور اسیطرح بحث باقی رہیگی۔ جواب اس دلیل اشعریکا (ہم اثنا عشری دو طرح سے
دیتے ہین ایک نقضی دوسرا حلی) نقضی یہ ہے کہ خداوند تعالے کے فعلون مین بھی یہی اعتراض بعینہ جاری ہوتا
کہ اوسکے فعل مرجح کے سبب سے ہین یا بلا مرجح اگر بلا مرجح ہین تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے اور اگر مرجح کے
سبب سے ہین تو یا لازم ہین تو اضطراری ہوے یا لازم نہین تو پھر مرجح کی ضرورت ہے اور وہی بحث بالکل جاری
ہوگی) پس ضرور ہے کہ اوسکے فعل بھی اضطراری ہوئے (اختیاری نہون) فخر رازی نے اس نقضی کا جواب دیا
اور فرق نکالا اسطرح پر کہ بندے کا ارادہ حادث ہے تو وہ محتاج ہے ایک ایسے ارادہ کا جسکو خدا
پیدا کر دے اور بندی کے ارادے اور اختیار کو اوسمین دخل نہین ہے تاکہ تسلسل لازم نہ آئے جو بندہ
کے ارادون کو لازم ہے۔ اور ارادہ خدا کا قدیم ہے وہ محتاج دوسرے ارادہ کا نہین ہے۔ اگر
گویا مراد فخر رازی کی یہ ہے کہ ہم ایک دوسری طرح سے دلیل بیان کرتے ہین جسپر نقض افعال واجب الوجود
سے وارد نہین ہوتا۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر فعل بندے کا اوسکے اختیار و قدرت سے ہوتا تو بندہ
قادر ہوتا فعل پر اور اوسکے ترک پر اسلیئے کہ اگر قادر نہوتا ترک پر تو جبر لازم آتا لیکن لازم یعنے قادر ہونا
فعل و ترک پر باطل ہے اسلیئے کہ رجحان فعل کا ترک پر یا موقوف ہے مرجح کے پائے جانے پر
یا نہین ہے بنا بر ثانی کے لازم آتا ہے رجحان ایک کا دونون طرفون سے ممکن کے بلا مرجح کے اور
اور مسدود و بند کرتا ہے باب اثبات صانع کو اور ہو جائیگا وقوع فعل کا بدل ترک سے محض
اتفاق سے بغیر اختیار کے بندے سے۔

اس تقریر کا فخر رازی کے جواب جناب محقق طوسی علیہ الرحمہ نے دیا ہے۔ فرماتے ہین کہ یہ تقریر کافی
نہین ہے اوس پہلے نقض کے دفع کرنے مین اسلیئے کہ کہ سکتے ہین کہ خداوند عالم اپنے ارادہ قدیم
کے ساتھ اگر ترک پر اوس فعل کے متمکن نہوا تو موجب و مضطر ہوگا قادر مختار نہوگا (وہ فعل اضطراری ہوگا
اختیاری نہوگا) اور اگر ترک پر قادر رہیگا تو اگر اوسکا فعل مرجح پر موقوف نہوا تو پھر بھی لازم آیا
ممکن مرجح کا محتاج نہ ٹھہرا۔ اور اگر اوسکا فعل بھی مرجح کا محتاج ہوا اور اوس مرجح کے پائے جانے
سے لازم لازم واجب ہوگیا تو وہ فعل اضطراری ہوگا و بلا لازم و واجب نہوا تو پھر وہی تسلسل لازم آیا اور وہ
فرق جو مدلول مین تمنے بیان کیا باوجود اشتراک دلیل یہ دلیل ہی بلا دلیل ہے حاصل کلام اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ تمہارے
امر اس باب مین یہ ہے کہ فرق جو بندے کے فعل مین اور واجب الوجود کے فعل مین اسطرح پر کہ بندی
کا فعل محتاج ہے اول ارادہ حادثہ کا جسکو خدا اوس بندی مین پیدا کر دیتا ہے بخلاف فعل خدا کے کہ وہ
محتاج ہے اوس ارادہ واجب الوجود کا جو قدیم ہے اور جسکی نسبت خود اوسی ذات واجب الوجود
کیطرف ہے۔ اور یہ فرق اوس پہلے نقض کو دفع نہین کرتا اسلیئے کہ ہم کہتے ہین کہ وہ ارادہ قدیم جو زید
کے اک زمان معین مین پیدا کرنے سے متعلق ہوا (زید کو فلان زمانے مین پیدا کرے اسکا ارادہ
خدا نے کیا) تو دو حال سے خالی نہین ہے یا وہ ارادہ خدا کے اختیار سے ہے یا اختیار سے
نہین ہے بنا بر اول (اگر اختیار سے ہے) تو ضرور ہے کہ کسی مرجح کے سبب سے ہو اور اسکی طرح
پھر اوسی مرجح مین گفتگو ہوگی اور اگر وہ ارادہ خدا کے اختیار سے نہین ہے تو بھی دو حال سے

خالی نہین ہی یا وہ ارادہ زید کے صادر ہونیکو لازم و واجب کرتا ہے یا نہین - بنا بر شق اول کے اضطرار
لازم آیا اسلئے کہ پہلے سے فرض کرلیا ہے کہ اوس ارادہ مین مضطر و بلا اختیار ہی اور ارادہ کے
ساتھ زیدکا وجود ہونا ممتنع و محال ہے اور بنا بر شق ثانی کے (جب ارادہ سے زید کا صادر ہونا لازم
نہین ہے) تو ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مرجح ہو - او پھر اسی طرح اوس مرجح مین بحث ہوگی -
تو اب ظاہر ہوگیا اس بیان سے کہ جو صاحب مواقف نے رد کلام محقق طوسی رحمہ اللہ مین کہا ہے کہ رجوع
اوس فرق کے جو ارادہ عبد و ارادہ باریتعالے مین ذکر کیا گیا تخصیص مرجح کیطرف ہے ساتھ مرجح حادث
کے اس ہمارے قول مین کہ اوسکے فعل کی ترجیح محتاج ہے مرجح کی (پس بیان مراد مرجح سے مرجح
حادث ہی) تو اب استدلال کی تقریر اسطرح پر ہوگی کہ قادر ہونا عبد کا فعل اور ترک فعل پر اور موقوف
ہونا ترجیح کا مرجح پر واجب ہے کہ اوس عبد کی طرف سے نہو - وا لا ہی حادث ہوگا - اور پھر دوسرے
مرجح کا محتاج ہوگا اور یہ سلسلہ یونہین جاری رہیگا اور تسلسل ہو نہین سکتا پس ضرور ہے کہ مرجح قدیم کی
طرف اسکی انتہا ہو جو مرجح قدیم ازل سے متعلق ہو اس فعل حادث سے کہ وقت معین مین پایا جاے
اور یہ مرجح قدیم محتاج کسی دوسرے مرجح کا نہین ہی پس پروردگار عالم اپنے فعل مین مستقل و با اختیار
ہوگا اور نقض اوسکے فعل پر (مثل فعل عبد سے) نہو سکیگی (اس کلام صاحب مواقف کا بعد تو ضیح
سابق کے) کچھ فائدہ نہین ہے اسلئے وہی بقیہ نقض اب بھی وارد ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعد اس
مرجح قدیم کے اگر خدا کو اپنے فعل و ترک پر اختیار رہا تو ضرورت دوسرے مرجح کی ہے اور
اگر اس مرجح سے وہ فعل واجب لازم ہوگیا تو خدا مضطر و بلا اختیار اپنے فعل مین ہوا) اسی سبب
سے ایک جماعت علمار مخالفین نے بھی اس قول صاحب مواقف کو ضعیف ٹھرایا ہے مثل سید شریف
و توشجی وغیرہ کے -

دوسرا جواب حلی دلیل اشاعرہ سے یہ ہے کہ واجب ہونا فعل کا بسبب داعی و مرجح و ارادہ کے
منافی اختیار کے نہین ہے بلکہ اوس اختیار کو ثابت محقق کرتا ہے - اور اشاعرہ اسی طرح کے اور
رکیک وجہین نکالتے ہین بہت سی ہمنے اون مین کتاب اساس الاصول مین ذکر کی ہین اور اونکو رد کیا ہی
اور جب حقیقت حال معلوم ہوئی (کہ حسن و قبح اشیاء عقلی ہے اور بندہ اپنے فعل مین مختار ہے -)
تو ہم کہتے ہین (بیان مین اُن آیتون کے جن سے اسکے خلاف ظاہر مین معلوم ہوتا ہے) ہوسکتا ہے
کہ مراد آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ - الخ سے یہ ہو کہ ہم عذاب نہین کرتے (مخالفت سے) اُن امرونکے
جو سمعی ہین (اور رسول کے بیان سے معلوم ہوتے ہین) یا یہ کہا جائے کہ نفی کرنا عذاب کی از
راہ تفضل کے موجب عدم حرمت فعل و عدم استحقاق عذاب نہین ہے یا یہ کہا جائے کہ رسول عام
ہی کہ عقل ہو یا نبی ہو نیت - حضرت امام موسی بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ہشام لوگون پر خدا
کی جانب سے دو حجتین ہین ایک ظاہری اور دوسری حجت باطنی - حجت ظاہری رسول و انبیا
اور امام علیہم السلام ہین اور حجت باطنی عقلین ہین - مولانا طبرسی علیہ الرحمہ نے تفسیر مجمع البیان
مین اس آیت وماکنا معذبین کے لکھا ہے کہ نہین گرفتار کرتے ہم کسی قوم کو عذاب استیصال مین

کہ بالکل تمام قوم کو دنیا مین عذاب کرکے ہلاک کرین) مگر بعد اعذار وانذار کے کہ اچھی طرح اونکو آگاہ کر دیا جاتا ہے اور نیک و بد سمجھا دیا جاتا ہے اور عذر اونکا برطرف کر دیا جاتا ہے رسولون کو بھیج کے پس ظاہر اوسکا عدل ہے اگرچہ ہوسکتا ہے کہ اونسے مواخذہ کیا جائے دنیا مین اون باتون کا جو متعلق ہین عقل سے پس بنابراس تاویل کے یہ آیت عام ہوگی عقلیات و شرعیات کو (عذاب دینا لیے لیے) اور اکثر مفسرین نے لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ مراد آیت سے یہ ہے کہ وہ عذاب نہین کرتا دنیا مین اور نہ آخرت مین مگر بعد رسول کے بھیجنے کے اور یہ آیت مخصوص ہے اون امرون کے سمعی و شرعی ہین اور وہ باتین جو عقل سے ثابت ہوتی ہین اور جسمین عقل حجت ہے اور وہ ایمان لانا ہے خدا پر پس اسکے ترک پر عقاب و عذاب ہوسکتا ہے اگرچہ رسول کو نہ بھیجے اوس شخص کے نزدیک جو کہتا ہے کہ تکالیف عقلی تکالیف سمعی سے جدا ہوسکتی ہے علاوہ اسکے انکے محققین کہتے ہین کہ اگرچہ جائز ہے کہ ایسے شخص پر عذاب قبل بعثت رسل کیا جائے لیکن حق سبحانہ وتعالی ایسا نہین کرتا ہے بسبب زیادتی تفضل و کرم و احسان کے۔ تو اب اس آیت کا یہ حاصل ہوا کہ حق سبحانہ وتعالے کسی پر عذاب نہین کرتا تا وقتیکہ پیغمبر کو راہ حق کی ہدایت کرنے مین مبعوث نکرے تاحجت خوب ظاہر و آشکار ہو جاے اسلئے کہ جب ذہن حق کی طرف دعوت کی اور رسول نبی نے بھی دعوت کی تو وہ زیادہ موکد ہو گیا اور جو باتین بندے پر لازم تھین اونمین کوئی شک و ریب نہ رہ گیا۔ اور اسی کی پروردگار عالم نے آیت مین خبر دی اور یہ امر اسپر دلالت نہین کرتا کہ اگر وہ رسولون کو مبعوث نہ کرتا تو عذاب کرنا اچھا نہ ہوتا اگر وہ لوگ عقلی قبیحون کو بجالاتے مگر ہمان بعثت رسول کو اگر ہم لطف فرض کرین اور اسوقت مین عذاب اوسکی جانب سے اچھا نہ ہوتا وقتیکہ وہ لطف کو جو اوس شخص کے لیے ہو متوجہ نہ کرے تاکہ اوسپر اپنی حجت اس لطف سے تمام کرے۔ تمام ہوا کلام مولانا طبرسی علیہ الرحمہ کا اور اس کلام مین بعض بعض محل بحث و کلام ہے۔ لیکن اکثر اسکا مطابق حق و مقترن بالصواب ہے اب رہی آیت ولو کنا اھلکناھم بعذاب من قبلہ الخ پس ضرور ہے کہ یہ آیت کیجائے واجبات سمعیہ و محرمات غیر عقلیہ پر تاکہ مطابق ہو جائے براہین قطعیہ کے۔ اور ہدایت و قول حق تعالے۔ وما اھلکنا من قریۃ الخ پس یہ تو صاف دلالت کر رہی ہے عدم وقوع عذاب پر اور یہ منافی استحقاق عقاب نہین ہے اور علاوہ اسکے اس آیت کا حمل کرنا اسپر اولی ہے کہ انکو ہلاک نہین کیا بسبب ترک کرنے مقتضاے اوس امر سمعیہ کے۔ اور یہ آیت ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم الخ پس حال اسکا مثل آیات سابقہ کے ہے۔ اور اسی طرح سے یہ قول حق تعالے ہے۔ وما کان ربک مھلک القری الخ اور یہ قول حق تعالے۔ ذالک ان لم یکن ربک مھلک القری الخ۔ اسکی تفسیر مین مولانا طبرسی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ جو حق تعالے نے کیا یہ اپنی حجت ظاہر کرنے کے لئے تھا نہ اس سبب سے کہ یہ واجب تھا اسلئے کہ جو ظلم اونھون نے کیا اوسکے سبب سے وہ مستحق عذاب ضرور ہو گئے تھے۔ تمام ہوا کلام مولانا طبرسی علیہ الرحمہ۔ اب رہین وہ حدیثین جو دال ہین اس بات پر کہ اہل فترت (جو زمانہ وصول ظاہری مین یا قبل

بعثت رسول خدا سے تھے گو بروز قیامت تکلیف دیجائے گی کہ وہ داخل آتش ہون۔ بنابریں اتمام حجت ہو
اونپر اوامر ونواہی شرعیہ فرعیہ مین جو عقل سے دریافت نہین ہو سکتے کہ اونکا امتثال وہ کرتے ہین
یا نہین۔ نہ یہ کہ اہل فترت غیر مکلفین تھے۔ اصول دین کے اور اُن فروع دین کے جنکا حسن وقبح عقل با
الاستقلال دریافت کر سکتے جیسا کہ مدعی یہی ہے۔ اور یہ قول حضرت کا کل شیٔ مطلق حتی یرد فیہ النہی
(ہر شے جائز ہے جبتک اوسکے بارے مین نہی وارد ہو) تو مراد شے سے وہ شے ہے جسکی قباحت
عقل سے نہ معلوم ہو یقیناً وقطعاً (نہ وہ کہ جسکی قباحت دریافت ہو جائے) اسلئے کہ حتماً وجزماً حکیم
علیم امثال ظلم اور ناحق قتل کو جائز نہین رکھیگا۔ اور یہی مدا اسکے ہے یہ قول حضرت کا ما حجب اللہ
عن العباد فہو موضوع عنہم (جس شے کو خداوند عالم نے اپنے بندون سے پوشیدہ رکھا ہو
اوسکا مواخذہ اون سے اوٹھالیا گیا ہے) یہ ضرور اسکا اشعار کرتا ہے کہ جسکو خداوند عالم نے اپنے
بندون سے پوشیدہ نہین رکھا (بلکہ ظاہر کر دیا) اسطرح پر کہ دلیل عقلی یا سمعی اوسکی قباحت پر قائم کر دی
اوسکا مواخذہ بندون سے نہین اوٹھایا گیا۔ اور بہت سے آیتین اور روایتین اسپر دلالت کر رہی ہین
کہ استحقاق عذاب کا ہوگا اون باتون کے کرنے سے جو عقلاً قبیح ہین اگرچہ زمانہ فترت مین ہو۔ اونمین سے
یہ قول حق تعالےٰ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت (جب موؤدہ (جو لڑکے زندہ دفن کر دے
گئے) دریافت کیا جائیگا کہ کس جرم پر مار ڈالے گئے) یہ قول باریتعالے۔ قد خسر الذین قتلوا
اولادہم سفہا بغیر علم وحرموا ما رزقہم اللہ افتراء علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مہتدین (تحقیق
ضرور گھاٹا اوٹھایا اون لوگون نے جنھون نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بلا سمجھی مار ڈالا اور حرام کر لیا
(اوس) روزی کو (جو خدا نے اونھین دی تھی) افترا باندھ کے خدا پر ضرور وہ بھٹک گئے اور راہ
راست پر چلنے والون مین سے وہ نہین ہین) جناب مولانا طبرسی نے لکھا ہے کہ عرب کا دستور تھا
کہ وہ اپنی لڑکیون کو بخیال ضیق معاش مار ڈالتے تھے۔ اور علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ جب کسی
شخص کیہان لڑکی پیدا ہوتی تھی اور وہ اوسکا زندہ رکھنا چاہتا تھا تو اوسکو بالون کا جبہ پہناتا تھا
اور اونٹ گائے بکریان اوس سے جنگل مین چرواتا تھا۔ اور اگر اوسکا مار ڈالنا منظور ہوتا تھا تو اوسکو
رہنے دیتا تھا جب وہ لڑکی چھ برس کی ہوتی تھی تو اوسکی مان سے کہتا کہ اسکو نہلا دھلا کر کے اچھی
کپڑے پہنا اور خوشبو لگا کے خوب آراستہ کر اوسکے بعد اوس لڑکی کو اپنے ساتھ اپنے صحرا مین لیجاتا تھا
اور اوس جنگل مین ایک کنوان کھودتا تھا اور اوس کنوئین پر اوسی لیجا کر کہتا کہ اسمین دیکھ وہ جب اوسمین جھانکتی
تھی تو اوسکو کنوئین مین ڈھکیل کے اوس کنوئین کو پاٹ دیتا تھا اور زمین برابر کر دیتا تھا اور بعض نے
لکھا ہے کہ جب حاملہ کا زمانہ وضع حمل قریب ہوتا تھا تو ایک گڑھا کھودا جاتا تھا اور وہی مقام وضع حمل
قرار پاتا تھا اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اوسکو اوس گڑھے مین ڈال دیتے تھے اور اگر لڑکا پیدا ہوتا تھا
تو اوسکو سنبھال کے روک لیتے تھے (کہ گڑھے مین نہ گرنے پاتا تھا) جناب سید مرتضی علم الہدیٰ علیہ الرحمۃ
نے کتاب الدرر الغرر مین فرمایا کہ مجھکو خبر دی مرزبانی نے اونھون نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد یحییٰ بن صولی نے
کہ مجھ سے کہا محمد بن زکریا غلابی نے اور اون سے عباس بن بکار ضبی نے اور اون سے ابوبکر ہذلی نے

اور صولی کہتے ہین کہ مجہسے قاسم بن اسمعیل نے روایت کی ابو عثمان مازنی سے اور اونہون نے ابو عبیدہ سے - کہا اوسنے کہ صعصعہ بن ناجیہ جد فرزدق قافلہ بنی تمیم کے ساتھ حاضر خدمت جناب رسالتمآب ہوا - اور ایام جاہلیت مین صعصعہ وئید سے (زندہ لڑکے کو دفن کرنے سے) منع کیا کرتا تھا - بنی تمیم کو زندہ لڑکیان دفن نہ کرنے دیتا تھا - اور وہ اسپر قادر تھا - پہر جب زمانہ اسلام آیا - اور اوسکا فدیہ دیا گیا بعض روایات مین چار سو لڑکیونکا فدیہ دیا گیا اور بعض مین ہے کہ تین سو کا فدیہ دیا تو صعصعہ جب حاضر خدمت ہوا عرض کرنے لگا کہ یا حضرت مجکو کچھ وصیت ونصیحت فرمایئے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو وصیت ونصیحت کرتا ہون تمہاری ماں اور باپ اور بہن اور بہائی اور تمہارے قرابت دارون کے لیے (کہ اونسے حسن سلوک و نیکی کرو) اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ ارشاد فرمایئے حضرت نے ارشاد فرمایا - کہ وہ کیا بات تہی جو مین نے تمہارے بارے مین سنی ہے - اوسنے عرض کیا یا حضرت مین لوگون کو دیکہتا تہا کہ اچہی بات نکرتے تہے - اور کچھ میری سمجھ مین نہ آتا تہا کہ ٹہیک بات کیا ہے - مگر مین یہ سمجہتا تہا کہ یہ لوگ ٹہیک راہ پر نہین ہین - مین انکو دیکہتا تہا کہ یہ لڑکیون کو زندہ دفن کرتے ہین - تو مین سمجہا کہ یہ تو ضرور ہے کہ انکے پروردگار نے انکو اسکا حکم نہین کیا ہے - تو مین نے پہر انکو نہین چہوڑا کہ یہ ایسا کرین - اور جہانتک مجہسے ممکن ہوا کفارہ اور فدیہ دیا - اور مجمع البیان مین لکہا ہے - قتادہ نے کہا کہ قیس بن عاصم تمیمی خدمت جناب رسالتمآب مین حاضر ہوا - اور عرض کیا کہ مین نے ایام جاہلیت مین آٹھ لڑکیون کو زندہ دفن کیا ہے - حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کے کفارہ وعوض مین ایک غلام آزاد کر - مینے عرض کیا کہ میرے پاس اونٹ ہین - ہر ایک لڑکی کے عوض ایک ایک اونٹ جسکو چاہین حضرت عطا کر دین - تمام ہوا کلام جناب سید مرتضیٰ رہ -

پس یہ سب باتین دلالت کر رہی ہین کہ انسان سے عقلی قبیح چیزون کے کرنے کا مواخذہ ہوگا اگرچہ وہ لوگ زمانہ فترت وجاہلیت مین ہون یا اون تک بعثت نبی کی خبر نہ پہونچی ہو اور یہ دلالت کرتے ہین حسن وقبح اشیاء پر (زمانہ فترت مین بہی کہ حسن وقبح انکا عقلی ہے) اور اونہین دلیلون سے یہ قول حق تعالیٰ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل (کیا تمنے نہین دیکہا کہ اصحاب فیل کے ساتھ تمہارے پروردگار عالم نے کیا کیا) پس یہ سورہ جسمین حال اونکے ہلاک کرنے کا زمان فترت مین بیان ہوا ہے - بہت بڑی دلیل ہے اسکی کہ لوگ ایام فترت وزمانہ جاہلیت مین بہی مکلف تہے - اور امور محرمہ کے ارتکاب سے مستحق عقاب ہوتے تہے -

اور یہ قصہ مجمع البحرین مین لکہا ہے اور اور کتابون مین بہی مذکور ہے یہ ہمارے مطلوب کا کئی طرحسے مؤید ہے اگر خوف طول کا نہوتا تو ہم ذکر کر دیتے جو چاہے اوسکی طرف رجوع کرے - پس اگر یہ کہو کہ شاید نزول اصحاب فیل پر اس سبب سے ہوا ہو کہ وہ حضرت ابراہیم علیہم السلام کا حق کی طرف دعوت کرنا اور اونکا دعواے نبوت سن چکے ہون - تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ یہ تمہارے مقصود کے خلاف ہے اسلیے کہ مطلب تمکو یہ کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا کا اور اسکے مثل اور آیتین اور وہ روایتین جنسے نکلتا ہے کہ روز قیامت اہل فترت کو آگ مین داخل ہونیکی تکلیف دیجائے گی ان سب کا مقتضا یہ ہے کہ اہل فترت پر بالکل عذاب نہ کیا جائے - اور یہان پر تمنے عذاب کو تسلیم کر لیا اگرچہ عذاب کرنے کی حیثیت تمہارے نزدیک اور ہے اور ہمارے نزدیک اور ہے (مگر تم تو پہلے بالکل عذاب کا انکار کرتے تہے) والا اس بنا پر کوئی ایسا زمانہ نکلے ہی گا نہین کیونکہ

حضرت آدم ابو البشرؑ نبی تھے اور احکام خدا بیان کر چکے تھے اور اونکے وجود کا سب کو اقرار ہے پس زمانہ جاہلیت جسکے قبل نبی نہوا ہو کون نکلیگا اور کسکے بارے مین عدم تعذیب کو کہتے ہو) علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ ابن حجر مکی نے اس تمھارے احتمال کی رد مین کہا کہ یہ احتمال بہت بعید ہے۔ اسلیے کہ اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور جو اونکے بعد ہوے وہ عرب کے لیے رسول نہین مقرر ہوے تھے۔ اور رسالت حضرت اسمٰعیل اونکی موت سے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور کسی کی نبوت جو عام ہو حالت حیات و موت مین معلوم نہین ہوتی۔ تمام ہوا کلام ابن حجر مکی۔ اور یہ بھی ہے کہ ذکر قصہ اصحاب فیل سے مقصود اثبات تعذیب اہل فترت ہے فی الجملہ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ وہ آیتین اور وہ روایتین جنسے عدم تعذیب اہل فترت نکلتا ہے اونکا اونکے ظاہر پر حمل کرنا ممکن نہین ہے۔ اور اسیقدر ہمکو مخالف کی دلیل توڑنے لیے کافی ہے۔ اگرچہ ہمارے پورے مقصود کے لیے کافی نہو۔

پس اگر کوئی کہے کہ کیون نہین جائز ہے کہ عذاب کرنا اصحاب فیل وغیرہ کا مخصوص اونہین کے ہو۔ اور بنا اسکی کوئی امر ہو جسکو ہم نہین جانتے خدا کے نزدیک کوئی وجہ ہو جیسا کہ ابن حجر مکی بھی اسیکی طرف گیا ہے۔ کیونکہ اوسنے کہا ہے کہ وہ لوگ جنکا معذب ہونا صحیح ہے باوجودیکہ وہ اہل فترت سے ہین نقض مذہب اشاعرہ و اہل کلام و اصول و فقہاے شافعیہ پر نہین ہو سکتا کہ وہ قائل ہین عدم تعذیب اہل فترت کے۔ اور سبب اسکا یہ ہے کہ ہم دیکھتے اور نظر کرتے اوس لڑکے بچہ کی حالت مین جسکو حضرت خضر علی نبینا و آلہ علیہ السلام نے قتل کیا اور اوسکے کفر کا حکم کیا باوجودیکہ وہ بچہ تھا۔ اور اسکی وجہ خدا ہی کو معلوم تھی۔ اسی طرح یہ لوگ (اصحاب فیل وغیرہ) ہین کہ اونکے کفر کا حکم مخصوص ہے اگرچہ انکو خبر بعثت نہین ہوئی بسبب کسی وجہ جسکو خدا جانتا ہے اور اوسکا رسول بھی جانتا ہے۔ پس ان لوگون کے عذاب سے اعتراض و نقض نہ وارد ہوگا اوس امر پر جو حاصل ہوا ہے آیت سے اور جسپر یہ پیشوا (اہلسنت) چل رہے ہین کہ اہل فترت پر عذاب نہ کیا جائیگا۔ پھر ابن حجر مکی نے جسکا حاصل یہ ہے۔ کہ وہ چیز جسکو ہمنے جواب مین ذکر کیا حدیث مسلم کے (کہ جو شخص مر جاے زمانہ فترت مین جسپر عرب تھے بُتپرستی کرتا ہوا وہ آتش جہنم مین داخل ہوگا) اولیٰ ہے اس جواب سے کہ حدیث خبر واحد ہے معارض نہین ہو سکتی اوسکی جو قطعی ہے کہ اہل فترت پر عذاب نہوگا۔ یا یہ جواب کہ عذاب جسکا ذکر حدیث مین ہوا یہ مخصوص ہے فقط اون لوگون کے لیے جنہون نے ایسا تبدل و تغیر دین مین کیا جو قابل عذر نہین ہے جیسے عبادت بتون کی اور تغیر دینا شریعتون کا۔ اور گویا کہ اسکا قائل اون لوگون مین سے ہے جنکی رائے یہ ہے کہ وجوب ایمان کا عقل سے ثابت ہے۔ حالانکہ اکثر اہل سنت و جماعت کا قول ہے کہ نہ توحید اور نہ اوسکا غیر کوئی بھی واجب نہین ہے مگر بعد رسول کے بھیجنے کے اون لوگون کی طرف۔ اور یہ مقرر ہے کہ اہل عرب کی طرف بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے کوئی رسول نہین بھیجا گیا اور اونکی رسالت اونکے انتقال کے بعد ختم ہو گئے۔ پس کوئی فرق نہین ہے خواہ تبدل و تغیر کیا ہو اونہے یا نہ کیا ہو۔ سواے اون لوگون کے جنکا عذاب صحیح و ثابت ہو پس اس عذاب کا انحصار و اقتصار اونہین کے واسطے ہوگا اونکا قیاس دوسرونکے لیے

نہ کیا جائیگا کیونکہ بیان پر قیاس جائز نہین ہے تمام ہوا کلام ابن حجر مکی۔ اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ یہ خلاف ظاہر کے ہے کیونکہ ہمنے صاف وواضح دلیلون سے ثابت کر دیا کہ اہل فترت پر فی الجملہ عذاب کی تجویز ہو سکتی ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ فی الجملہ مکلف بھی ہین۔ اور اسمین شک نہین ہے کہ عذاب کا واقع ہونا ظاہر اسکا یہ ہے کہ جنپر عذاب ہوا وہ مستحق عذاب تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ غیر مکلف مستحق عذاب نہین ہے۔ علاوہ اسکے یہ ہے کہ وہ دلیلین جنپر اس قول کا اعتماد ہے اس سے جدا ہین یہ تو اوسکی مؤید ہے تائید مین اسکو ہمنے ذکر کیا ہے۔ اور قتل اوس لڑکے کا تو ممکن ہے کہ اس سبب سے ہو کہ ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ ممیز مکلف ہے ایمان لانے کا اور اسمین نظر ہے۔ (یعنے وہان ثابت ہوا تھا کہ ایمان اوسکا اگرچہ صحیح ہے اور ثواب اوسکو ملیگا لیکن عدم ایمان سے عذاب نہو گا تا بلوغ وکمال عقل اور یہان عذاب وقتل کا ذکر ہے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لڑکا بالغ ہو کہ لفظ غلام کا اطلاق بالغ پر بھی آیا ہے جیسا کہ مجمع البحرین مین لکھا ہے۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کرلین کہ وہ بالغ نہ تھا اور ممیز بھی نہ تھا پس فارق اس مقام پر موجود ہے۔ اسلیے کہ عدم تکلیف غیر عاقل کی قطعی ہے۔ بخلاف اہل فترت کے پس تکلیف اونکی عقلیات مین قطعی ہے نہ عدم تکلیف جیسا کہ ہمنے سابق مین خوب واضح طور سے بیان کر دیا پس اس مقام مین حمل کرنا خصوصیت خاصہ پر ضروری ہے نہ اوس مقام پر (تکلیف اہل فترت اور اونکے استحقاق عذاب مین) اور تعجب ہے حال پر محمد امین استرابادی کے کہ علماے مجتہدین پر توطعن وتشنیع کرتے ہین کہ یہ تابع ہین علماء عامہ کے استنباط احکام شرعیہ مین قواعد واصول فقہیہ سے اور مخالفت کی تمام علماے امامیہ کی اور متابعت کی مذہب حنفیہ کی اس مسئلہ مین کہ حسن وقبح وجوب وحرمت کو مستلزم نہین ہے۔ اور پیروی کی تمام اہلسنت کی اس بات مین کہ اہل فترت غیر مکلف ہین معارف واحکام عقلی مین اور جسکے ساتھ گرفت کی ہے جو دلیل اوسکی اپنے نزدیک ٹھہرائی ہے۔ وہ نہایت ضعیف وسست ہے۔ اور یہ بات کسی ذکی پر مخفی نہین ہے فوائد مدنیہ (جو کتاب تصنیف محمد امین استرآبادی ہے) جو چاہے اوسکو دیکھ لے۔

اور ہمارے مطلوب پر یہ بھی قول پروردگار عالم دلالت کرتا ہے۔ انّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما (ضرور ہے کہ خدا شرک کو نہ بخشے گا اور اسکے سوا بخشدیگا جسکو چاہے گا۔ اور جس شخص نے شرک کیا خدا کے ساتھ اسنے گناہ کا عظیم افترا کیا) اور یہ قول حق تعالے ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا (جسنے خدا کے ساتھ شرک کیا وہ ضرور بضرور بہت دور گمراہی وضلالت مین جا پڑا) اور یہ قول پروردگار ویقول یا لیتنی لم اشرک بربی احدا (اور مشرک کہے گا کہ کاشکے مین اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور شرک نکرتا) اور قول حق تعالے ومن یدع مع اللہ الٰہا اخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ انہ لا یفلح الکافرون (اور جو شخص کہ پکارتا ہے خداے برحق کے ساتھ اور خدا کو جسکی اوسکے لیے کوئی دلیل نہین ہے اوسکا محاسبہ اوسکے پروردگار ہی کے نزدیک ہوگا۔ اور یہ ضرور ہے کہ خدا کافرون کو فلاح نہ دیگا) اور مثل انہین آیتون کے اور آیتین ہین کہ یہ شامل ہین تمام کافرون اور مشرکون کو خواہ وہ زمان فترت

مین ہون یا اوسکے بعد - اور ہمارے مطلب پر یہ بہی قول حق تعالی دلالت کرتا ہے هو الذی بعث فی
الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا
من قبلهم لفی ضلال مبین (وہی وہ خدا ہے جسنے ان پڑہون مین اونہین مین سے رسول
مبعوث کیے جو اونپر اوسکے آیات کی تلاوت کرتے ہین اور اونکو پاکیزہ کرتے ہین اور اونکو تعلیم
کرتے ہین کتاب وحکمت کو اگرچہ وہ اسکے پہلے ظاہر بظاہر گمراہی مین پڑے ہوے تھے) پس اگر اہل
فترت کو ہم مکلف نہ فرض کرین تو ضرور یہ صحیح نہوگا کہ اونکو کہا جائے کہ گمراہی مین پڑے تھے (اسلیے
کہ جب وہ مکلف نہ تھے اور اونکو کسی چیز کا حکم نہ تہا تو گمراہی کیسی) اور یہ بہی قول حق تعالی ہماری
دلیل ہے وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا یطعمها الا من نشاء بزعمهم وانعام حرمت ظهورها
وانعام لا یذکرون اسم الله علیها افتراء علیه سیجزیهم بما کانوا یفترون وقالوا ما فی بطون
هذه الانعام خالصة لذکورنا ومحرم علی ازواجنا وان یکن میتة فهم فیه شرکاء سیجزیهم وصفهم
انه حکیم علیم (اور کہتے ہین وہ کہ یہ انعام چوپائے اور حرث کھیتیان ممنوع ومتروک ومحفوظ ہین نہ طعام پائے گا
اسکا مگر وہ شخص جسکو ہم چاہین اپنے گمان مین - اور انعام (چوپائے) حرام کیے گئے ہین پشتین اونکی اور چوپائے
جنپر وہ ذکر خدا نہین کرتے خدا پر افترا کرکے قریب ہے کہ خدا اونکو سزا دے اوسکی جو وہ افترا کرتے ہین -
اور کہتے ہین جو ان انعام کے شکم مین ہے وہ ہمارے مردونکے لیے خاص خالص ہے اور ہماری عورتون
اور ازواج کے لیے حرام ہے - اور اگر میتہ ہو تو پہر وہ اوسمین شریک ہین قریب ہے کہ خدا ان
باتون کی اونکو سزا دے اور وہ حکیم علیم ہے) پس یہ قول حق تعالے دلالت کرتا ہے کہ جو
شخص اس طرح کہے وہ اپنے ایسے قول پر مستحق عقاب ہوگا اور اوسپر عذاب ہوگا - بلکہ یہ
بہت ظاہر ہے کہ جو لوگ اس طرح کا بہتان اور افترا وطوفان خدا پر باندہتے تھے وہ زمان
فترت ہے مین بہت تھے - اور یہ قول حقتعالی ہے ولکن متعتهم واباءهم حتی نسوا الذکر وکانوا
قوما بورا (بہتے اونکو اور اونکے ابا واجداد کو عیش وآرام دیا یہان تک کہ وہ ہمارا) ذکر بہول
گئے (اپنے عیش وآرام مین بہول گئے) اور ہوگئے وہ قوم ہالک (حوالہ مالک) اور قول
پروردگار عالم ہے انما المشرکون نجس (سواے اسکے نہین ہے کہ جو مشرک (وکافر ہے وہ)
نجس (العین جسکا باطن وظاہر غیر طاہر ہے) اور ہمارے قول پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ تمام
علماے امامیہ کا اسبات پر اتفاق ہوا ہے - کہ کوئی شخص ابا واجداد رسول خدا وآئمہ
ہدا علیهم الصلوة والسلام والتحیہ والثنا سے مشرک وکافر نہ تہا - اور ہمیشہ اونکے انوار طیبہ
اصلاب طاہرہ وارحام مطہرہ مین رہے ہے یعنے اصلاب وارحام موحدین مین نہ کافرین مشرکین
مین پس اگر اہل زمان وفترت مکلف ٹھہرائے نجاتے تو زمانہ فترت کے مشرکین حکم نجاست
نہ پاتے - اور وہ بہی ہماری دلیل دعوا ہے جو کچھ مولانا طبرسی رہ نے فرمایا ہے - ہمارے علماے
اس قول سے حضرت ابراہیمؑ کے ربنا اغفرلی ولوالدی (خداوندا میری مغفرت کر اور میرے
مان اور باپ کی) استدلال کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے والدین کافر نہ تھے اسلیے کہ یہ ضرور ہے

کہ پہر کیون عذاب کیا خدا نے تمہارے گناہون سے آخر آیت تک - پس اس آیت کا ظاہر دلالت کر رہا ہے اونکے معذب ہونے کا اونکے بعد ... سے اگر

کہ انکے لیے روز قیامت مغفرت کا سوال کیا۔ پس اگر وہ دونو کافر ہوتے تو حضرت ابراہیمؑ خدا سے ہرگز یہ سوال نکرتے تمام ہوا کلام مولانا طبرسی رہ۔

پس یہ استدلال جبھی صحیح ہوسکتی ہے کہ جب مشرکین اہل فترت معفو وقابل عفو ہون (کیونکہ جب قابل عفو نہون تو سوال عبث وقبیح ہوگا اور عبث وقبیح نبی سے سرزد نہین ہوتا پس جب اسکو مان لیا جاے کہ مشرکین اہل فترت قابل عفو نہین ہین تو دعاے حضرت ابراہیم ضرور ایمان ابوین پر دلالت کریگی۔ تو اب یہ لازم وملزوم کی صورت مین ہوئی۔ پس دعاے حضرت ابراہیمؑ سے ایمان پر اونکے والدین کے جن علمانے استدلال کی ہے اسکا لازم یہ ہوا کہ مشرکین اہل فترت معفو نہین ہین اور مستحق عقاب ہین پس یہ استدلال انکا دلیل مطلوب ہوا)۔

اور یہ بہی ہماری دلیل ہے جو کافی مین اپنے اسناد سے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا حضرتؑ نے کہ کچھ لوگ خدمت بابرکت حضرت رسالتمآبؐ مین بعد اسلام لانے کے حاضر ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ جو باتین ہمنے ایام جاہلیت مین کی ہین کیا اونکا مواخذہ بہی بعد معرفت واسلام حاصل کرنے کے ہوگا۔ جناب رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو اچہی طرح اسلام لایا ہے جسکو صحیح تقین اپنے ایمان کا ہے اوس سے اون باتون کا جو زمان جاہلیت مین کین حق تعالی مواخذہ نکریگا۔ اور جو اچہی طرح اسلام نہین لایا اور صحیح یقین اپنے ایمان کا نہین رکھتا اوسکے پہلے اور پچھلے سب باتون کا مواخذہ خدا کریگا۔

اور یہ بہی کافی مین ہے فضل بن عیاض سے وہ کہتے ہین ہمنے سوال کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ جو شخص اچہی طرح اسلام قبول کرے کیا اوس سے مواخذہ ہوگا اون اعمال کا جو زمانہ جاہلیت مین کیے ہون حضرتؑ نے جواب دیا کہ فرمایا ہے جناب رسول خداؐ نے جو اچہی طرح اسلام قبول کرے حقتعالے اوس سے اون باتون کا مواخذہ نکریگا جو زمان جاہلیت مین ہوئین اور جسکا اسلام لانا بری طرح ہو (درست اسلام نہو) اوس سے اگلی اور پچھلی سب باتون کا مواخذہ ہوگا۔ اور اس طرحکی آیتین اور حدیثین بہت کثرت سے ہین۔ اور جو قول ہمنے اختیار کیا اوسکی تائید کرتی ہے وہ تحریر جسکو جناب سید علی بن طاوس رہ نے کتاب اقبال مین ذکر کیا ہے۔ کہ ایک شخص کا گذر ہوا ایک مرد نابینا واپاہج کی طرف سے اوسنے (کسی سے کہا کہ) یہ خدا سے دعائین کرتا اپنی صحت وعافیت کی بعض نے اوسکے جواب مین کہا کہ تم اسکو جانتے ہو یہ کون ہے۔ یہ وہ ہے کہ بریق کی بد دعا سے اس آفت وبلا مین مبتلا ہے۔ اور بریق کا نام عیاض بہی تہا۔ اوس پہلے شخص نے کہا کہ عیاض کو میرے پاس بلا لاؤ۔ عیاض کو بلایا اور اوس سے کہا کہ حکایت وقصہ بنی الضیعا (ایک قبیلہ تہا) کی بیان کر۔ عیاض نے کہا کہ وہ قصہ ایام جاہلیت کا ہے مین نہین چاہتا کہ اب اسلام کی حالت مین بیان کرون شخص اول نے کہا نہین تجکو لائق ہے کہ بیان کر۔ عیاض نے کہا کہ بنی الضیعا دس آدمی تھے اور اونکی بہن میرے تحت مین تہی اون لوگون نے چاہا کہ اوسکو مجھسے جدا کرلین مینے اونکو خدا کی اور اپنے حق قرابت ورحم کی قسمین دلوائین (کہ مجھسے جدا نکرو) اونہون نے نمانا اور مجھسے جدا کرلیا۔ مینے ماہ رجب کا جسکو خدا نے محترم کیا ہے انتظار کیا جب ماہ رجب داخل ہوا تو مینے

خدا سے دعا کی بار الہا مین تجھسے دعا کرتا ہون کہ بنی الضیعا مین سب کو ہلاک کر ایک شخص کو اندھا اپاہج باقی رکھ۔
پس سب ہلاک ہوگئے کچھ شخص باقی ہے۔ شخص اول نے کہا کہ مینے آجتک سواے ایسی بات عجیب و غریب کبھی نہین سنی
یہ سنکر اونمین ایک اور شخص نے کہا کہ کہیے تو اس سے زیادہ عجیب بات مین بیان کرون۔ شخص اول نے کہا
بیان کر کہ سب آدمی سنین۔ اوسنے کہا کہ مین ایک قبیلہ عرب مین تہا وہ سب کے سب اتفاق سے مر گئے میرے
سوا اور کوئی اوس مقام پر نہ تہا مینے اون سب کا مال میراث پایا۔ مین اوس مقام کو چہوڑ کر ایک دوسری جگہ
دوسرے عرب کے قبیلہ مین جنکو لوگ بنی مؤمل کہتے تھے جا بسا اور وہان رہنے لگا۔ بہت زمانہ تک مین وہان رہا۔
پھر اون لوگون نے چاہا کہ سب مال میرا مجھسے چھین لین مینے اونکو خدا کی قسم دلائی مگر اونہون نے نہ مانا اور بغیر میرا مال
چھینے نہ رہے۔ اونمین ایک شخص تہا اوسکا نام ریاح تہا اوسنے اونکو سمجہایا کہ اے بنی مؤمل یہ شخص تمہارا ہمسایہ
یہ تمہاری پناہ مین آیا تمکو نہ چاہیے کہ اسکا مال چھینو۔ اونہون نے ایک نہ مانا میرا مال چھین لیا مینے ماہ مبارک
رجب کا انتظار کیا۔ جب ماہ رجب آیا تو مینے خدا سے دعا کی کہ بار الہا بنی مؤمل نے مجھسے بہت شقاوت و
قساوت کے بڑے ظلم کیے انکے سرون کو پتہر سے کچل دے یا کسی لشکر سے انہین نیست و نابود کر دے مگر
ریاح کہ اوسے کچھ نہین کیا اوسکو بچا لے۔ اتفاقاً وہ لوگ سب کے سب ایک پہاڑ کی طرف جا رہے تھے
کہ پہاڑ اون پر بہت پڑا اور وہ سب کچل گئے مگر ریاح بچ گیا اوسکو خدا نے زندہ رکھا۔ شخص اول نے کہا
کہ مینے آجکی طرح کبھی ایسی عجیب بات نہین سنی تھی۔ یہ سنکر تیسرے شخص نے کہا۔ اگر کہیے تو مین
ایک بات اس سے بہی زیادہ عجیب سناؤن۔ شخص اول نے کہا بیان کر تاکہ سب لوگ سنین۔ اوس
تیسرے شخص نے کہا کہ میرے باپ اور چچا نے اپنے باپ کی میراث پائی۔ میرے چچا نے جو کچھ اوسکو ملا تہا
بہت جلد صرف کر ڈالا۔ میرا مال باقی رہا۔ میرے چچا کے لڑکون نے چاہا کہ میرا مال مجھسے چھین لین مینے
اونکو خدا کی اور اپنے حق قرابت و رحم کی قسمین دین اونہون نے کچھ نہ مانا اور میرا مال چھین لیا۔ مین
انتظار مین رہا جب ماہ رجب المرجب داخل ہوا مین نے خدا سے دعا کی کہ بار الہا بنی خناعہ (نام ہے
قبیلہ کا) نے مجھپر ظلم و ستم کیا میرا حق مجھسے لے لیا تو اب انپر اپنا قہر و غضب نازل فرما۔ اور وہ دس
آدمی تھے اتفاقاً وہ ایک کنوئین مین تھے کہ وہ کنوان بیٹھ پڑا اور وہ سب زندہ درگور ہوے وہی
اونکی قبر ہو گیا۔ شخص اول نے کہا بخدا اسقدر آج تک کبھی ایسی عجیب بات نہین سنی تمام ہوا موضع
حاجت اوس کتاب کا۔

(اب اس مقام پر یہ بھی) جاننا چاہیے خدا آپکو ارشاد و ہدایت کرے۔ جناب شیخ صدوق محمد بن بابویہ
رحمہ اللہ نے کتاب اکمال الدین و تمام النعمہ مین لکہا ہے کہ حدیث بیان کی مجھسے احمد بن ہارون قاضی نے اور
جعفر بن محمد بن مسرور نے اور علی ابن الحسین بن ساذویہ مؤذن رضی اللہ عنہم نے یہ سب کہتے ہین
کہ ہمسے بیان کیا محمد بن عبد اللہ جعفر بن جامع حمیری نے اونہون نے کہا کہ مجھسے بیان کیا میرے باپ نے بسند
محمد بن الحسین بن زیاد زیات کی روایت محمد بن سنان کی مفضل بن عمر سے۔ مفضل بن عمر کہتے ہین کہ
مین نے سوال کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر اس سورہ والعصر ان الانسان
لفی خسر حضرت نے فرمایا کہ مراد العصر سے زمانہ خروج حضرت قائمؑ ہے ان الانسان لفی خسر سے

مراد ہمارے دشمن ہین الا الذین امنوا سے مراد یہ ہے کہ ہمارے آیات و علامتون اور نشانیون کا ایمان رکھتے ہین و عملوا الصالحات سے مراد ہے مواساۃ و نیکی برادران ایمانی سے وتواصوا بالحق سے مراد امامت ہے وتواصوا بالصبر سے مراد فترت ہے - فرمایا اس کتاب کے مصنف (جناب صدوق رہ) نے کہ ایک گروہ قائل فترت کا ہے (یعنے یہ زمانہ غیبت امام علیہ السلام زمان فترت ہی) اور اسپر احتجاج لاتے ہین اور اپنے زعم مین سمجھتے ہین کہ امامت منقطع ہوگئی (اب اس زمانہ مین کوئی امام نہین ہے) جس طرح نبوت و رسالت ایک نبی کے بعد دوسرے نبی تک اور ایک رسول کے بعد دوسرے رسول تک اوسی طرح امامت بہی منقطع ہوگئی ہے بعد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے - پس اب مین کہتا ہون (یعنے محمد بن بابویہ جناب صدوق رہ فرماتے ہین) اور خدا ہی توفیق کا عطا کرنے والا ہے کہ یہ قول مخالف ہے حق کے - اسلیے کہ بہت کثرت سے روایتین وارد ہوے ہین کہ زمین خالی نہین ہوسکتی حجت خدا سے روز قیامت تک - اور نہ کبہی خالی رہی ہے حضرت آدم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے وقت سے اسوقت تک - اور یہ اخبار کثیرہ متتابعہ مین جنکا ذکر اس کتاب مین ہمنے کیا ہے اور تمام فرقہ شیعہ اور اونکے طبقات مین مشہور و معروف ہین جنکا کوئی انکار نہین کرتا اور نہ جسکو کوئی رد کرتا ہے اور نہ جسکی کوئی تاویل کرنیوالا تاویل کرتا ہے - اور بتحقیق ثابت ہے کہ زمین نہین خالی ہوگی امام سے جو زندہ اور معروف ہو - خواہ ظاہر و مشہور ہو خواہ غائب و مستور ہو - اور ہمیشہ اجماع و اتفاق اس بات پر رہا ہے کبہی اختلاف نہین ہوا اس زمانہ تک - پس سلسلۂ امامت منقطع نہین ہے اور نہ اوسکا انقطاع جائز ہے بلکہ وہ سلسلہ امامت اسوقت تک متصل ہے اور متصل رہیگا جب تک رات دن متصل ہین (محمد بن بابویہ شیخ صدوق رہ فرماتے ہین)

حدیث بیان کی مجھسے میرے والد رحمہ اللہ نے کہ کہا مجھسے سعد بن عبد اللہ نے کہا اونہون نے کہ بیان کیا مجھسے محمد بن عیسے بن عبید نے کہا اونہون نے کہ مجھسے بیان کیا علی بن حکیم نے اور علی بن حسین نے بسند نافع الوراق ہارون بن خارجہ سے - ہارون ابن خارجہ کہتے ہین کہ کہا مجھسے ہارون بن سعد عجلی نے کہ اسمعیل (فرزند امام جعفر صادق ع) نے تو انتقال کیا جسکی طرف تم خیال رکھتے (کہ امام یہی ہونگے بعد امام جعفر صادق کے) اور حضرت امام جعفر صادق ع کبیر السن ہین زمانہ وفات اب قریب ہے تو تم لوگ بغیر امام کے رہجاؤگے (معلوم ہوتا ہے کہ ہارون بن سعد عجلی شیعہ نہ تہا اسنے بہت بے ادبانہ الفاظ سے تعبیر کی تہی مین نے ترجمہ ادب سے لکہا ہے) ہارون بن خارجہ کہتے ہین کہ اوسوقت میری سمجہہ مین نہ آیا کہ اوسکا مین کیا جواب دون پس یہ حال مینے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق ع سے بیان کیا اور اوسکی گفتگو عرض کی - حضرت نے ارشاد فرمایا افسوس افسوس واللہ واللہ یہ امر منقطع نہوگا جب تک کہ رات اور دن منقطع نہون اب جسوقت تم اوسکو دیکہنا تو اوس سے کہنا کہ یہ موسے بن جعفر علیہما السلام جوان ہونگے انکی وہ تزویج کرینگے انکے اولاد ہوگی اور یہی موسی بن جعفر ع اونکے بعد اونکے خلف و جانشین ہونگے انشاء اللہ تعالی - پس حضرت ابو عبد اللہ ع نے خدا کی قسم کہائی ہے کہ یہ امر (امامت) منقطع نہوگا جب تک رات اور دن منقطع نہون - اور فترات رسولون کے درمیان مین جائز تہی - اسلیے کہ رسول شرائع ملت و تجدید ملت و بعض سے بعض کے نسخ کے لیے مبعوث ہوتے تہے - اور انبیاء و آئمہ ع اس طرح پر نہین ہوتے اور یہ حجت

اونکے لیئے نہین ہوتی - اسلیے کہ اونکے سبب سے کوئی شریعت منسوخ نہین ہوتی کوئی تجدید ملت نہین ہوتی -
اور بہ تحقیق ہمکو معلوم ہے کہ درمیان حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ
کے درمیان مین اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے درمیان اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
و آلہ کے درمیان مین بہت کثرت سے انبیا و اوصیا ہوے ہین - اور یہ سب امر خدا کو یاد دلانے والے تھے
اور حفاظت کرنے والے تھے اور پہونچانے والے تھے - اپنے انبیا کی امت کو اون چیزون کو جو حقتعالے
نے اونکے نزدیک قرار دین تہین وصیتون اور کتابون اور علمون سے اور خدا کی طرف سے جو کچھ رسول
لائے تھے - اور ہر نبی کا کوئی وصی ہوتا تھا جو اوسکے علوم و وصایا کی حفاظت کرتا رہتا تھا اور مذکر اوسکا
رہتا تھا - پس جبکہ ختم کیا پروردگار عالم نے رسالت کو جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر تو اب
نہین جائز ہے کہ زمین خالی رہے کسی وصی ہادی مذکر سے جو قائم رکھے اونکے امور کو اور پہونچائی اونکی طرف
سے جو اوسکے سپرد ہوا ہے - حافظ رہے اوسکا جو اوسکی امانت مین دیا گیا ہے دین خدا سے -
پس اسی سبب سے حق تعالی نے امامت کو منسوقہ منظومہ متصلہ (سلسلہ وار) قرار دیا ہے جب تک
کہ امر خدا متصل ہے - اسلیے کہ یہ نہین جائز ہے کہ آثار انبیا و رسل کے مٹ جائین اور علم ہدایت شیم
جناب رسالتمآب جہک جائے - اور اونکی ملت و شریعت اور اوسکے فرائض و سنن و احکام منتج جائین یا
منسوخ ہو جائین - یا دوسرے کے احکام اور اوسکی شریعت جاری ہو اسلیے کہ انکے بعد کوئی رسول
اور نبی نہین ہے (نبوت و رسالت کا انبیر خاتمہ ہے) - اور امام نہ رسول ہے نہ نبی ہے اور نہ کسی شریعت
و ملت کی طرف سوائے شریعت و ملت محمد مصطفےٰ کے دعوت کرتا ہے تاکہ امام مین اور اوسکے بعد دوسرے
امام مین فترت جائز ہو - پس فترات ایک رسول اور دوسرے رسول کے درمیان مین جائز ہین -
اور امامت مین فترة جائز نہین ہے - پس اسی سبب سے واجب ہے کہ ضرور امام ہو کہ جسکے ساتھ
حجت خدا تمام ہو - اور ایک رسول اور دوسرے رسول کے درمیان مین اگرچہ فترة جائز ہے لیکن
واجب ہے کہ اس درمیان مین کوئی امام اور وصی ضرور ہوتا رہے تاکہ خدا کی حجت تمام ہو - اور وہ
ادا کرتا رہے اپنے رسول کی جانب سے اوسکو جو خدا کی جانب سے وہ رسول لایا - اور لوگون کو یاد
دلاتا رہے اور آگاہ کرتا رہے جس چیز سے وہ غفلت کرین - اور بیان کرے اونسے جسکے وہ جاہل ہون
تاکہ وہ سمجہین اور جانین کہ خدا نے اونکو مہمل نہین چھوڑا ہے اور اونکی یاددہی سے اعراض نہین کیا
ہے - اور اونکو اونکے دین کے شبہ مین نہین چھوڑا ہے - اور جو فرائض اونکے لیے مقرر کیے ہین
اونمین حیرت مین نہین ڈالا ہے - پس نبوت و رسالت امر سنت ہے خدا کی جانب سے - اور
امامت فریضہ ہے اور سنت منقطع ہوئی ہے اور ترک اوسکا اکثر حالات مین جائز ہے - اور فرائض
زائل نہین ہوتی پس نہ منقطع ہونگے وہی (فرائض) بعد محمد مصطفےٰ ص کے -
اور سب فریضون اور واجبات مین جو زیادہ جلیل و عظیم مرتبہ رکھتا ہے وہ امر امامت ہے جسکے
سبب سے سب فرائض و سنن ادا ہوئے ہین جسکے سبب سے کمال دین و تمام نعمت ہے -
اور آئمہ آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہین - کیونکہ بعد حضرت کے نبی نہین ہے - تاکہ اٹھائے زمین

وہ بندون کو اونکے دین کی حجت پر۔ اور راہ اونکی سبیل نجات پر اونکو لازم رکھین۔ اور بچائین اونکو اونکے مقامات ہلاکت سے اور بیان کرین اوننے فرائض خدا کو جو بندون سے چھوٹ گئے ہون۔ اور کتاب خدا سے اونکی ہدایت امور رشد مین کرتے رہین۔ تاکہ دین اونکے سبب سے محفوظ رہے اونمین شبہہ نہ عارض ہو۔ اور اونکے سبب سے فرائض خدا ادا ہون اونمین باطل نہ داخل ہو۔ اور احکام خدا جاری رہین جنکو تبدیل نہ لاحق ہو اور جنکو تغیر نہ زائل کرسکے۔ پس رسالت اور نبوت سنن ہین۔ اور امامت فرض ہے۔ اور فرائض خدا جو جناب محمد مصطفےٰ کے سبب سے ہمپر جاری ہوئے وہ ہمپر لازم ہین ہمپر ثابت ہین نہ وہ منقطع ہونگے اور نہ وہ متغیر ہونگے اور نہ بدلین گے روز قیامت تک۔ باوجود ان باتون کے ہم اون اخبار کو جو وارد ہوئے ہین۔ کہ درمیان حضرت عیسےٰ اور جناب محمد مصطفےٰ کے زمان فترت تہا نہ کوئی نبی اوسمین تہا اور نہ وصی۔ رد نہین کرتے اور اونکا انکار نہین کرتے۔ اور ہم کہتے ہین کہ یہ اخبار صحیح ہین لیکن تاویل اسکی وہ نہین ہے جسکی طرف ہمارے مخالف گئے ہین کہ انقطاع ہوگیا تہا انبیا اور آئمہ اور رسولون کا۔ بلکہ معنی فترت یہ ہین کہ اوس درمیان مین کوئی رسول و نبی اور وصی نبی ظاہر و مشہور نہ تہا جس طرح سابق مین تہے۔ اور اسی امر پر کتاب منزل من اللہ رب) دلالت کررہی ہے کہ مبعوث کیا محمد مصطفےٰ کو حین فترة من الرسل (اوسوقت جب فترة رسولون سے تہا) نہ فترة وخلو نبیون اور وصیون سے تہا۔ درمیان بعثت حضرت کے اور درمیان حضرت عیسےٰ کے انبیا اور آئمہ تہے اگرچہ پوشیدہ و مستور تہے اونمین مین سے خالد بن سنان عبسے نبی تہے۔ جنکی نبوت کو نہ کوئی رد کرنے والا رد کرتا ہے اور نہ کوئی منکر انکار کرتا ہے کیونکہ برابر اخبار متواترہ خاص و عام سے اس بارہ مین موجود ہین اور سب کے نزدیک مشہور ہے۔ اور اونکی بیٹی نے زمانہ جناب رسالتمآب پایا اور حضرت کے پاس آئین۔ اور اونکی بعثت مین اور ہمارے نبی ص کی بعثت مین پچاس سال کا زمانہ گذرا تہا۔ اور وہ خالد بن سنان بن بغیث بن مُرَیطہ بن مخزوم بن مالک بن غالب بن قطیعہ بن عبس تہے تمام ہوا موضع حاجت (کتاب کمال الدین و تمام النعمت مصنفہ جناب صدوق سے) پہر اسکے بعد جناب صدوق علیہ الرحمہ نے ایک کلام طولانی اپنی اثبات مطلوب مین ذکر فرمایا ہے۔ اور جب یہ تمکو معلوم ہوچکا تو بنا بر اسکے مین کہتا ہون کہ فترت اون معنون سے جو قبل بعثت نبی تہی اس زمانہ مین بہی یعنی زمانہ غیبت امام ع مین بلکہ اکثر اماموں کے زمانہ مین بہی حاصل ہے۔ اسلیے کہ وجود حجت خدا جسطرح اس زمانہ مین ثابت ہے لیکن غائب و مشہور نہین اوسی طرح قبل بعثت نبی ص بہی ثابت ہے۔ پس اگر ہم اسکے قایل ہون کہ اہل فترت کو دار دنیا مین تکلیف نہین ہے جیسا کہ وہ مقتضا ہے اون اخبار و احادیث کا جنسے تکلیف اہل فترت دار آخرت و روز قیامت مین نکلتی ہے تو لازم آتا ہے کہ ہم بہی اس زمانہ مین مکلف نہون اور یہ باطل ہے باتفاق سب کا اتفاق ہے کہ اس زمانہ مین ہم ضرور مکلف ہین) تو اب یہ بات معین ہوگئی کہ اون احادیث کو اونکے ظاہر کے خلاف پر حمل کرین (اور محمل صحیح اوسکے سابق مین بیان ہوئی)۔ خلاصہ یہ کہ مقتضا سے ادلہ قطعیہ و براہین یقینیہ کا یہ ہے کہ تکلیف اون مسائل اصولیہ و فروعیہ کے جنکے احکام کا

عقل مستقلاً ادراک کرلے متیقن الوقوع ہے (اور ضرور ہم اصول دین و فروع دین کے جنکا حکم عقل کرے مکلف ہین) خواہ مکلف زمان فترت مین ہو یا نہ۔ آوازہ بعثت نبی م اوسکے کان تک پہنچا ہو یا نہ۔ اور جو سمعی دلیلین حدیثین یا آیتین اس حکم قطعی عقلی کے خلاف ہون اونکی تاویل واجب ہے اور اونسے وہ معنی مراد لین جو موافق حکم عقل کے اور اون ادلہ نقلی کے ہون جو مطابق حکم عقلی کے ہین۔ اور جو مسائل اس طرح پر نہون (کہ عقل اونکی احکام کو مستقلاً ادراک نکر سکے) تو بنابر اسکے کہ زمین حجت خدا سے روز قیامت تک خالی نہین رہیگی۔ اور وہ خدا کی جانب اور رسول کی طرف سے اون احکام کو جو اونکی حفاظت و امانت مین دیے گئے ہین بندگان خدا کو پہنچاتے ہین۔ اور جس سے لوگ غفلت کرتے ہین اونکو آگاہ کرتے ہین اور جسکو نہین جانتے اوسکو بیان کرتے ہین خواہ بلاواسطہ یا بواسطہ ثقات و معتمدین کے جبکہ وہان کوئی دلیل قطعی موجود نہو۔ اور اس بنا پر کہ طلب علم فریضہ واجب ہے ہر مسلم و مسلمہ پر۔ ^[۱] اور یہ کہ جاہل مسئلہ معذور نہین ہے (پس بنابر انکے قائل ہونا کہ سمعیات کی تکلیف بھی جائز ہے بعید نہین ہے۔ ہان اگر کسی شخص کے لیے ہم جائز رکھین اور فرض کرین کہ اوس شخص کو تحصیل علم مسائل فرعیہ ممکن ہے نہین ہے پس ظاہر یہ ہے کہ وہ شخص اون فرعیات کا مکلف نہوگا (جیسے فرض کرین کوئی شخص صحرا اور کوہستان مین جہان کوئی مسلمان نہین پہنچا پرورش پائی اور اپنی عقل سے مسائل اصولیہ و فروعیہ پر جسپر اوسکی قطعی عقل حکم کرے نہ وہی عمل کرے اور دیگر مسائل فروعیہ و سمعیہ سے واقفیت نہوسکے تو وہ معذور رہیگا) یہ وہ بیان تہا جو میری عقل مین آیا اور مینے حکم لگایا۔ اور پروردگار عالم عالم ہے حقیقت حال کا۔

المقدمۃ السابعۃ

سالوان مقدمہ تحقیق معنی وجود مین اور جو اس سے متعلق ہو

جاننا چاہیے کہ اصل اول اصول دین سے اور اعلی درجہ کا مقصود اور ضروری مطلوب مباحث اصول دین مین وہی بحث توحید ہے۔ اور بحث توحید سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسی ذات ثابت

---

^[۱] بلکہ اس زمانہ مین واجب ہے اسلیے کہ اول تو یہ وہ زمانہ فترت نہین ہے جو قبل بعثت رسولخدا م تہا کیونکہ یہ بہی معلوم ہوا کہ وہ فترت اصطلاحیہ درمیان دو رسولون کے ہوتی ہے نہ انبیاء و ائمہ و اوصیاء مین اور اب زمانہ رسالت و نبوت ختم ہوا پس فترت ائمہ و اوصیاء مین جائز نہین ہو۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ غیبت امام مین مشابہت اوس زمانہ سابق سے ہی مگر شیوع دین و ملت و احکام شریعت اسدرجہ پر ہے کہ کسیکو محل کلام نہین ہے اور علماے ملت اور حاملان قرآن بہ تفسیر ائمہ بکثرت اسوقت تک موجود ہین پس بہت فرق ہے زمانہ قبل بعثت اور اس زمانہ غیبت مین۔ پس اگر زمان فترت جو قبل بعثت تہا اوسمین ایسے سمعیات جنکے احکام کو عقل مستقلاً ادراک نکرے واجب العمل نہ جانین تو بعید نہین ہے نہ اس زمانہ مین کہ اگرچہ حجت خداے ناطق ظاہر نہین ہے مگر حجت خداے صامت بہ تفسیرات حجتہاے ناطق موجود و ظاہر ہے۔ پس عمل سمعیات پر اور تکلیف اوسکی واجب و لازم ہے بلکہ ہم کہتے ہین اوسوقت مین بہی جو لوگ عارف و عالم اونکے تھے انبیا یا اوصیاء و ائمہ اونپر تحصیل اونکی واجب ہے عقلاً۔ اور وہ لوگ جو جاہل قاصر تھے اونکا حکم متعلق بعدم استبعاد جواز ہو سکتا ہے فتدبر ولا تغفل ۱۲ مترجم دامت معالیکم۔

کرین جو - واجب الوجود ہو - واجب الوجود ہونے مین اوسکا کوئی شریک نہو - الہ واحد (جو مستحق عبادت ہو) ثابت کرین - اور جو جو خدا ٹھہرائے جاتے ہین اونکی نفی ہو کہ سواے اوسکے کوئی خدا نہین ہے - اس عالم کے پیدا کرنے والے کا اثبات کرین - اس عالم کے پیدا کرنے مین کوئی اوسکا شریک نہین ہو - اور یہ باتین نہین ہوسکتین جب تک کہ ہم پہلے وجود کے معنون کا خیال نکرین اور اوسکی تحقیق اور جو اوس سے متعلق ہے اوس سے بحث کرین - پس اسی سبب سے ضرورت ہوی کہ یہ مقدمہ اوسکے معنون اور تحقیق مین قرار دیا جائے - مقدمہ بیان بداہت معنی وجود مین فی الجملہ - جاننا چاہیے کہ اکثر محققین حکماء و متکلمین بلکہ صوفیین بہی اور شیخ الرئیس ابو علی اور رازی اور حکیم محقق طوسی علیہ الرحمۃ اور انکے سوا اور سب کہتے ہین کہ تصور وجود کا بدیہی ہے اس طرح پر کہ اپنے ماعداہ اور سب سے امتیاز اسکا ہوتا ہے - اور وجدان سلیم اور فہم مستقیم اسکا حکم لگاتا ہے - اسلیے کہ ہر شخص افراد انسان سے یہان تک کہ بیوقوف اور بچے تک وجود کے معنے سمجھتے ہین - جسکو فارسی مین ہستی کہتے ہین (اور اردو مین - ہونا) اور حکم کیا جاتا ہے کہ مثلاً زید گھر مین ہے اور موجود ہے یا موجود نہین ہو بلکہ ممکن ہے کہ دعوا کرین کہ بہائم چوپائے اور حیوانات حشرات الارض بہی سب کے سب (وجود کے معنے سمجھتے ہین) اور اپنی طبیعت کے موافق کسی چیز کا ہونا یا اپنے مخالف کا ہونا یا نہونا سمجھتے ہین - شیخ الرئیس نے شفا مین کہا ہے - اشیاء اولیہ (جنکے حصول مین دلیل و نظر کی ضرورت نہو) جو خود متصور ہوتے ہین - وہ چیزین تمام سب امرون کے لیے عام و شامل ہین - جیسے موجود - شئے - واحد - وغیرہ - اسی سبب سے یہ ممکن ہی نہین ہے کہ انہین سے کسی کا بیان کیا جائے اور اوسمین دور لازم نہ آئے (کہ پہرا دلٹ پہیر کر وہی بیان مین آئے) یا کسی زیادہ روشن و زیادہ معروف و مشہور سے بہ نسبت اسکے اسکی تعریف کی جائے - اور اسی سبب سے جسنے قصد کیا کہ انہین سے کسی کی تعریف کرے اور کسی کا بیان کرے وہ ضرور اضطراب مین پڑا - مثلاً جو شخص کہتا ہے کہ حقیقت کی موجود وہ ہے کہ فاعل و منفعل ہو (کسی مین یہ اثر کرتا ہو اور کسی نے اسمین اپنا اثر کیا ہو) یہ بات تو ضرور موجود مین ہوتی ہے لیکن فاعل (اثر کرنے والا) منفعل (جس نے اثر قبول کیا) یہ تو دونو موجود ہے کے قسمون سے ہین بلکہ موجود تو زیادہ معروف و مشہور ہے فاعل و منفعل سے (اور لوگ جاہل تک موجود کو تو سمجھ جاتے ہین اور فاعل و منفعل کو کچھ بہی نہین سمجھتے کہ موجود کو فاعل و منفعل بہی ہونا واجب ہے - (شیخ ابو علے سینا کہتے ہین) مجکو تو اسوقت تک یہ صاف نہین معلوم ہوا مگر محض قیاس سے پس کیا حال کہا جائے اوس شخص کا جو قصد کرتا ہے بیان کا کسی ظاہر شئے کے اوسکی اوس صفت سے جو خود محتاج بیان ہے اور جسکا وجود خود اوسی شئے کی طرف منسوب ہے - اور اسی طرح (تعریف شئے مین) قول اوس شخص کا جو کہتا ہے کہ شئے وہ چیز ہے جس سے خبر دینا صحیح ہو - اور ظاہر ہے کہ صحت اور صحیح ہونا یہ شئے سے مخفی تر ہے اور خبر بہی خود اخفی ہے شئی سے (اور یہ بہی دونو قسمین ہی ہین شئے کی -) پس ان الفاظ سے کیونکر شئے کی تعریف ہوسکتی ہے -

بلکہ خود صحت وخبر کی تعریف مین شے اور ما اور امر وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے جو گویا مرادف شے کے نام کی ہے۔ تو اب کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ شے کی تعریف حقیقی کرین اوس سے جسکی تعریف خود شے ہی سے کی جاتی ہے۔ ہان اس طرح کبھی تنبیہ ہو جاتی ہے مگر تعریف حقیقی نہین ہوتی۔ اسلیے کہ اگر کہا کہ الشئ ہو ما یصح الخبر عنہ (شے وہ ہے جس سے خبر دینا صحیح ہو) تو گویا یہ کہا الشئ ہو الشئ الذی یصح عنہ الخبر (شے وہی وہ شے ہے جس سے خبر دینا صحیح ہو) کیونکہ ما اور الذی۔ اور الشئ کے معنی ایک ہی ہین۔ تو یہ بات ہوی کہ شے کی تعریف شے ہی سے کی گئی۔ مگر ہم اسکا انکار نہین کرتے کہ باوجود فساد تعریف کے۔ ایک طرحکی تنبیہ اور آگاہیت تو ضرور اس سے ہو جاتی ہے اور ہم کہتے ہین معنے موجود اور معنے شے کا تصور فی نفسہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ دونو ضرور دو معنے ہین۔ پس موجود۔ اور مثبت۔ اور محصل۔ یہ اسم مترادف ہین ایک ہی معنے کے لیے (یعنے ایک چیز ہین)۔

اور اسمین شک نہین ہے کہ جو اس کتاب کو پڑہے گا ضرور انکے معنے اوسکے نفس مین حاصل ہو جاینگے تمام ہوا کلام شیخ الرئیس۔ اور اسی طرح اور (محققین) نے بھی کہا ہے۔ اور قول رئیس کا نقل کر دینا کافی ہے۔ اور اسی طرحسے اکثر محققین نے کہا ہے کہ یہ ہی بدیہی ہے کہ وجود کی ماہیت بھی بدیہی ہے مگر فخر رازی نے اسمین اختلاف کیا ہے۔

لیکن جزم کرنا۔ وجود کے تصور بکنہ کی بداہت پر عسیر و دشوار ہے۔ کیونکہ اسوقت تک امکان اوسکے تصور بکنہ کا (کہ کنہ وحقیقت وماہیت وجود کا تصور کر سکین) ثابت ہی نہین ہوا ہے چہ جائیکہ اوسکے بدیہی ہونے کو کہا جائے۔ اور اب اس مقام مین تین مسئلہ ہین۔

پہلا مسئلہ۔ وجود باری تعالی کی کیفیت وحالت مین متکلمین وحکما وصوفیون مین اختلاف واقع ہو پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وجود ممکن کے بارے مین سب کا اتفاق ہے کہ وجود زائد ہے ممکن کی ماہیت پر ذہن مین اور خارج مین وجود عین ماہیت ہے یعنے خارج مین کوئی تمیز وجود مین اور ماہیت مین نہین ہے اور اسکی تصریح شارح مقاصد نے بھی کی ہے۔ (اس اتفاق کے بعد) اختلاف کیا ہے بہ نسبت وجود باری تعالی کے۔ پس متکلمین کے نزدیک یہ ہے کہ باری تعالے کے لیئے ذات وحقیقت ہے جو عقل سے دریافت نہین ہو سکتی اور وہ ذات خود بالذات مقتضی ہے وجود خاص کی جو مغائر ہے ذات کی بحسب مفہوم کے ذہن مین نہ وجود خارجی مین مثل ممکنات کے۔ اور حکما وفلاسفہ کے نزدیک یہ ہو کہ ماہیت وحقیقت ذات باری تعالی وجود خاص ہے جو قائم بذاتہ ہے ذہن وخارج دونون مین اور اوسکو احتیاج اسکی نہین ہے کہ کسی فاعل نے اوسکو پیدا کیا ہو یا کسی محل کا محتاج ہو کہ اوس مین قائم ہو۔ اس وجود کی حقیقت تمام ممکنات کے وجود کی حقیقت سے مخالف ہے۔ اگرچہ مشارکت رکھتا ہے اون ممکنات سے اس طرح پر کہ وجود مطلق کو عارض ہے۔ اس وجود باری کو تعبیر کرتے ہین وجود بحت (خالص) سے اور وجود بشرط لا شے (یعنے وجود اس شرط سے کہ کوئی شے اوسکے ساتھ نہو) یعنے وہ وجود محض ایسا ہے کہ کسی ماہیت مین قائم نہین ہے

اگرچہ عقل ہی مین ماہیت سے قائم ہو (ایسا بھی نہین) جیسا کہ وجود ممکنات مین ہے (کہ عقل اور ذہن مین ماہیت مین قائم ہے اور وہ ماہیت وجود سے علیحدہ شے ہے اگرچہ خارج مین کوئی فرق وجود وماہیت مین نہین بخلاف وجود باری تعالی کے کہ وہ وجود ہی وجود ہے کوئی ماہیت اوسکے علاوہ نہین ہے نہ ذہن مین نہ خارج مین یہ قول حکما وفلاسفہ کا ہے) اور نزدیک صوفیہ کے جو موحد ہین یہ ہے کہ واجب تعالی وہی وجود مطلق ہے اور وجود مطلق یہ واحد شخصی ہے (جسکی ماہیت مین فرق نہین ہی) اور خود بخود موجود ہے۔ اور (اوس واحد شخص مین) یہ کثرت اور فرق جو موجودات مین معلوم ہوتا ہے یہ اضافتون اور نسبتون کے سبب سے ہے (جیسے وجود زید کا وجود عمر کا ایسی نسبت سے امتیاز وفرق ہوا ورنہ سب موجودات اور خدا کا وجود ایک ہی ہے (اور انشاء اللہ تعالی عنقریب اسکی توضیح کیجائیگی۔

دوسرا مسئلہ۔ دلیل متکلمین کی۔ اور بیان اوسکا یہ ہے کہ اگر وجود واجب خالی ہوتا ماہیت سے اور مقارن ماہیت نہوتا تو اس صفت کا حصول اگر اوسکے لیے خود اپنی ہی ذات کے سبب سے ہے تو چاہیے کہ تمام موجودات ایسے ہی ہون کیونکہ مقتضاے ذات سے تخلف وعلیحدگی نہین ہوسکتی پس لازم آئیگا تعدد واجب کا (بلکہ لازم آئیگا کہ سب ہی موجودات واجب الوجود ہون) اور اگر اس صفت کا حصول (تجرد ماہیت سے) اوسکے غیر کے سبب سے ہے تو لازم آئیگی احتیاج واجب الوجود کی اپنے وجوب مین غیر کی طرف۔ جواب اسکا یہ ہے کہ (یہ صفت تجرد) بالذات اوسکو حاصل ہے اور سبب اسکا وہی وجود خاص ہے جسکی حقیقت تمام موجودات کی حقیقت سے مخالف ہے۔ اور یہ بھی متمسک اور دلیل اونہین متکلمین کی ہے۔ کہ واجب تعالی مبدا ہے تمام ممکنات کا پس اگر وجود مجرد ہو تو یہ مبدا ممکنات ہونا اگر اوسی وجود کی ذات کے سبب سے ہو تو لازم آئیگا کہ ہر موجود اسی طرح پر مبدا ممکنات ہو۔ اور یہ محال ہے اسلیے کہ محال ہے کہ وجود زید کا مثلاً خود اپنے ہی وجود کی علت ہو بلکہ اپنی علتون کی علت ہو۔ اور اگر اپنی ذات کی سبب مبدائیت نہو بلکہ وجود ساتھ قید تجرد کے مبدا ہو تو لازم آئیگا مبدا کا مرکب ہونا بلکہ عدم اوسکا لازم آئیگا۔ اسلیے کہ ایک جز اوسکا یعنے تجرد (اور خالی ہونا ماہیت سے) یہ صفت عدمی ہے۔ اور اگر بشرط تجرد ہو کہ (تجرد کو قید داخل وجز قرار ندین) تو لازم آئیگا کہ جائز ہو ہر وجود کا مبدا ہونا واسطے ہر وجود کے مگر یہ کہ یہان وہ شرط مبدائیت پائی جائے۔ اور یہ معلوم ہے کہ کسی شے کا بھی مبدا ہونا اپنی ذات کے لیے اور اپنی علتون کے لیے بالذات ممنوع ومحال ہے نہ اس سبب سے کہ شرط مبدائیت کی نہین پائی جاتی۔ اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ مبدائیت اوسکی اوسی وجود ہی کی ذات کے سبب سے ہے جسکی ماہیت مخالف ہے تمام وجودات کی حقیقت وماہیت کی پس لازم نہ آئیگا کہ ہر وجود اسی طرح پر مبدا ہو۔ اسی طرح متکلمین نے اور بھی وجہین لکھین ہین اپنے متمسک مین اور بمناسب کا یہ ہے کہ وجودات خاصہ مین اور اوس وجود مطلق مین جو سب کو عارض ہے فرق نہین کیا (حالانکہ اسمین فرق ہے) اسی سبب سے ہمنے اسے بیان پر اقتصار واختصار کیا۔

اور امام رازی نے ایک دلیل اونکے مطلوب پر بیان کی ہے اور خیال کیا اپنے زعم مین کہ اسپر وہ اعتراض نہین ہونے ۔ تقریر اوسکی یہ ہے کہ وجود طبیعت نوعیہ ہے ۔ (جسکی ماہیت نہین بدلتی فقط عوارض کے سبب سے اوسکے افراد مین فرق ہوتا رہتا ہے) اسلیے کہ تمنے بیان کیا کہ وجود کا مفہوم واحد ہے اور سب مین مشترک ہے ۔ اور طبیعت نوعیہ اپنے لوازم سے جدا نہین ہوتی بلکہ جو ایک فرد کے لیے واجب ہوتا ہے وہی دوسری فرد کے لیے ضرور و لازم ہوتا ہے کیونکہ مقتضی سے مقتضا اور موثر سے اثر جدا نہین ہوتا ۔ اور اسی پر بہت سے قاعدون کی بنا تمنے رکھی ہے ۔ پس وجود اگر اقتضا کریگا عروض اور لاعروض کی (یعنے ماہیت سے مقارن ہو یا تجرد و خالی رہے) تو واجب و ممکن دونون مین یہ بات ہوگی ۔ اور اگر مقتضی کسی شئے کا ان دونو عروض و لاعروض سے نہوگا تو محتاج ہوگا واجب اپنے وجوب مین طرف شئے منفصل و امر خارج کے ۔ اور جواب اسکا یہ ہے کہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ وجود کی طبیعت نوعیہ ہے ۔ اور خالی اتحاد مفہوم مین باعث اسکا نہین ہے کہ طبیعت نوعیہ ہو ۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ مفہوم واحد اون بہت سی چیزون پر صادق آئے جنکے حقیقت و لوازم مختلف ہین ۔ جیسے نور کہ وہ صادق آتا ہے نور شمس وغیرہ پر باوجودیکہ وہ نور شمس مقتضی ہے العبار اعشی کا (جسکو رتوندی ہو رات کو ندیکھ سکتا ہو وہ نور شمس مین آفتاب کی روشنی مین دیکھنے لگتا ہے) بخلاف تمام نورون کے (کہ مثلاً چاند کی روشنی یا چراغ کی روشنی رتوندی والے کو مفید نہین ہوتی) پس جائز ہے کہ وجودات خاصہ کی حقیقتین مختلف ہون ۔ وجود واجب تعالی کے لیے تجرد واجب ہو اور ماہیت سے ملنا ممتنع ہو ۔ اور ممکن بالعکس (ماہیت سے مقارنت اور ملنا واجب ہو اور تجرد ممتنع ہو) اور اشتراک رہے صدق مفہوم وجود مطلق مین سب وجودات خاصہ پر جس طرح عرضی لازم اپنے معروضات لازمہ پر صادق آتا ہے جیسے نور کا اطلاق سب نورون پر ہوتا ہے ۔ نہ مثل صدق ذاتی کے اپنے نہ مثل حقیقت کے تاکہ طبیعت نوعیہ قرار پائے جیسے انسان اپنے افراد کے لیے ۔ یا بعض جزر ماہیت کے کہ ترکیب لازم آئے مثل حیوان کے اپنے انواع کے لیے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرق نہ کیا اون چیزون مین جنکی حقیقتین مختلف ہین اور ایک مفہوم عرضی مین شریک ہین اور اون چیزون مین جنکی حقیقتین متفق ہین یا جز ذاتی کے مفہوم مین شریک ہین ۔ (حالانکہ مفہوم عرضی کے اشتراک اور ذاتی کے اشتراک مین فرق ہے) ۔

تیسرا مسئلہ ۔ بیان متمسک و حجت حکماء مین ۔ فلاسفہ و حکمانے بیان کیا ہے ۔ کہ وجود واجب اگر اوسکی ذات و ماہیت سے زائد ہوگا تو لازم آئیگا ۔ ایک ہی شئے کا قابل و فاعل ہونا ایک ہی وقت مین ۔ وجود شئے کا مقدم ہونا اپنے ہی وجود پر ۔ اور اسکا محال ہونا ضروری و بدیہی ہے ۔ وجود واجب کے زائل ہونے کا ممکن ہو جانا ۔ اور یہ بھی ضروری محال ہے ۔ بیان ان سب کا یہ ہے (بیان پہلے امر کا) ماہیت قابل ہے کہ وجود اسکو عارض ہوتا ہے اور فاعل بھی ہوگی اس سبب سے کہ خود اوسکی مقتضی بھی ہے ۔ (بیان دوسرے امر کا) وجود اسوقت محتاج ہوگا ماہیت کا جیسے عارض کو احتیاج ہوتی ہے معروض کی پس وجود ممکن ہوگا کیونکہ یہ محتاج ہوا غیر کا اور جب ممکن ہوا تو محتاج ہوا علت کا اور ماہیت اسکی علت ہے نہ غیر کیونکہ یہ محال ہے

کہ واجب تعالی محتاج ہو غیر کا اور جو علت ہوتی ہے وہ ضروری مقدم ہوتی ہے اپنے معلول پر پس ماہیت اپنے وجود کے ساتھ مقدم ہوگی اپنے وجود پر (بیان تیسرے امر کا) اور وجود جبکہ محتاج ہوا غیر کا (یعنے ماہیت کا) تو ممکن ہوا۔ اور جب ممکن ہوا تو اوسکا زوال ذات واجب تعالی سے ممکن ہوا۔ اور جواب اسکا یہ ہے کہ پہلی بات کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ محال ہو ایک ہی شے کا فاعل و قابل ہونا۔ اور دلیل اسکے نادرست ہے۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں تسلیم کرتے ماہیت کا وجود کے ساتھ ہی مقدم ہونا اپنے وجود پر۔ اور یہ جب لازم آتا ہے۔ کہ جب علت کا وجود کے ساتھ مقدم ہونا اپنے معلول پر لازم ہو اور یہ ممنوع ہے اور دعوائے ضرورت و بداہت اسمین مسموع نہیں ہے۔
بلکہ ضروری یہ ہے کہ علت مقدم ہوتی ہے اپنے معلول پر اوس جہت مین جس جہت سے وہ علت ہو۔ اگر علت جہت وجود ہے تو وجود کے ساتھ مقدم ہوگی اور اگر علت جہت ماہیت ہے تو ماہیت کی جہت سے مقدم ہوگی۔ اور مثال اسکی وہ لوازم ہین جو نفس ماہیت کی طرف مستند ہوتے ہین اور نسبت پاتے ہین کہ ماہیت کی ذات ہے ذات بغیر اعتبار وجود و عدم کے اون لوازم پر مقدم ہوتی ہے۔ جیسے ثلثہ اور تین بنظر طرف فردیت اور طاق ہونیکے (کہ ماہیت ثلثہ مقتضی فردیت ہے خواہ وجود ماہیت کا یا ہو یا ہو) اور یہ مثل قابل (قبول کرنیوالا) کے ہے کہ تقدم اوسکا مقبول پر ضروری ہے لیکن کبھی تقدم ہوتا ہے ماہیت ہی ماہیت کی جہت سے بلا اعتبار وجود و عدم وجود کے جیسے ماہیتین ممکنات کی اپنے وجود کے لیے۔ (یعنی یہ نہیں ہے کہ ممکنات کی ماہیات وجود سے علیحدہ کہین نہین کہ وجود سے ملا کر موجود کر دی گئین بلکہ اثر فاعل اور پیدا کرنے والے کا یہی ہے کہ وہ شے ممکن خارج مین موجود ہو گئی اور کوئی امتیاز اوس ماہیت و وجود مین خارج مین نہین تہا اور نہ تقدم تہا محض عقل ہی مین امتیاز ہوتا ہے کہ ممکن کی ماہیت غیر وجود ہے اور وہ ماہیت ممکن قابل وجود ہے اور ماہیت قابلیت کی راہ سے مقدم ہے وجود سے نہ کہ وجود ماہیت اور ماہیت موجودہ مقدم ہے)۔ اور تیسرے امر کا جواب یہ ہے کہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ وجود جب محتاج ہو ماہیت کا تو ممکن الزوال ہوگا بنظر طرف ذات کے اور یہ تو جب لازم آتا کہ جب ذات اوسکی مقتضی نہوتی۔ اور مراد واجب الوجود سے اور کچھ نہین ہے سوائے اسکے کہ ممتنع ہے زوال اوسکا بنظر طرف ذات کے اور یہ مضر اسکو نہین ہے کہ اوسکے وجود کو احتیاج اوسیکی ذات کی ہو۔ اس طرح پر شرح مقاصد مین لکہا ہے۔
اب جاننا چاہیے کہ جو مین کلام آئمہ علیہم السلام سے سمجہا ہوں اور یہی مذہب اثناعشریہ ہے وہ یہ ہے کہ واجب تعالی اپنے موجود و حی و عالم ہونے مین اور اسکے سوا اور صفات ذاتیہ مین سوائے اپنی ذات کے کسیکا محتاج نہین ہے یہان تک کہ وجود و صفات و علم جو غیر ذات ہے کسیکا بھی محتاج نہین ہے بلکہ وہ بنفس ذات خود موجود ہے اور بنفس ذات عالم و حی وغیرہ ہے پس جب یہ حال ہے تو کوئی شک اسمین نہین ہے کہ اوسپر صادق آتا ہے کہ وہ موجود بھی ہے اور وجود بھی یعنے اوسیکے سبب سے موجودیت ہے۔ بخلاف ممکن کے کہ اوسپر صادق آتا ہے کہ موجود ہے اور یہ صادق نہین آتا کہ وجود ہے یعنے اوسکے سبب سے موجودیت ہے کیونکہ اوسکی ذات اپنی نفس کی

موجودیت کا سبب نہین ہے والا لازم آتا کہ وہ واجب ہو نہ ممکن۔ اسی طرح صادق آتا ہے خدا پر کہ وہ عالم بہی ہے اور علم بہی ہے یعنے مبدء انکشاف وسبب ظہور ہے بخلاف ممکن کے کہ وہ عالم ہے اور علم نہین ہے یعنے مبدء او سبب انکشاف نہین ہے بلکہ مبدء اعلم ممکن مین وہ علمی صورتین ہین جو اوسکی ذات سے زائد ہین اور اسی طرح سے حال حیات کا اور تمام صفات کا ہے۔ اور گویا یہی مراد ہے اوس حدیث سے جو کتاب التوحید مین اپنی سند کے ساتھ ہشام بن سالم سے مروی ہے ہشام کہتے ہین مین حاضر خدمت بابرکت حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق ؑ ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم صفات خدا قرار دیتے ہو۔ مین نے عرض کیا جی ہان فرمایا بیان کرو مین نے عرض کیا خدا سمیع و بصیر ہے حضرت نے فرمایا کہ اس صفت مین تو اور مخلوقات بہی شریک ہین مین نے عرض کیا کہ پہر کیونکر صفات بیان کرون۔ فرمایا ہو نور لا ظلمۃ فیہ وعلم لا جہل فیہ وحق لا باطل فیہ (وہ نور ہے جس مین ظلمت نہین وہ علم ہے جسمین جہل نہین وہ حق ہے جسمین باطل نہین) ہشام کہتے ہین کہ جب مین وہان سے باہر نکلا تو مجہسے زیادہ کوئی عالم مسئلہ توحید نہ تہا (یعنے ایسی توحید خالص کا پابند ہوا کہ مجہسے شاید کوئی زیادہ ایسا خالص اعتقاد نہ رکہتا ہوگا) ۵ فرمایا ہے جناب مولانا مجلسی رہ نے بحار مین کہ مراد نور سے وجود ہے کہ وہ منشاء ظہور ہے۔ پس سزا وار ولائق ہے صاحب فطنت وصاحب ورع وتدین کو جو دین کا پابند ہو کہ اس حد سے تجاوز نکرے اور اپنے نفس کو مہلکہ مین نہ ڈالے اسلیئے کہ عقول ناقصہ وضعیفہ کے لیے اس سے زیادہ اور ترقی کرنے کی کوئی راہ نہین ہے۔ اور افکار فلسفیہ اور اونکے تخیلات سے کچھ مرض جہل کو فائدہ نہین ہو سکتا اور نہ تشنہ تحقیق سیراب ہوتا ہے۔ اور جو شخص پوری بحث دیکہنا چاہے اور مذہب صوفیہ کی سیر دیکہنا منظور ہو اور وحدت وجود پر جو اونہون نے اپنے نزدیک دلیل لکہی اور جو اوسپر اعتراضات ہین تفصیل سے معلوم کرنا چاہیے اوسکو چاہیئے کہ ہماری کتاب شہاب ثاقب کی طرف رجوع کرے یہ ساتوان مقدمہ آخر مقدمات ہے جنکا قبل شروع مسائل توحید ذکر کرنا مقصود تہا۔ اب ہم مسائل مین اس مقصد (توحید) کی شروع کرتے ہین اور خدا سے استعانت طلب کرتے ہین۔

الحمد للہ علی احسانہ ترجمہ مقدمات سبعہ تمام ہوا گویا انہین مقدمات مین جناب جدی العلام اعلی اللہ مقامہ نے تمام مسائل واعتقادات امامیہ اثنا عشریہ کو نہایت تحقیق واستدلال سے ذکر کر دیا ہے جو شخص ان ساتون مقدمون کو بنظر غور وتامل سے دیکہے گا اور انصاف کریگا اوسکے لیے یہ کافی ہے توحید خالص۔ صفات خدا علم وقدرت وغیرہ وغیرہ عدل وحسن وقبح اشیاء واختیاریت افعال عباد وغیرہ نبوت وعصمت انبیاء امامت وبیان غیبت ومعاد وحشر ونشر بلکہ اکثر فروعیات بلکہ بیان اختلاف اخباری واصولی وضرورت اجتہاد وتقلید کونسی شے ان مقدمات مین ذکر نہین ہوئی صاحب بصارت وبصیرت کے لیے بہت کافی ووافی ہے۔ اب حق تعالی سے دعا کرتا ہون کہ مجکو توفیق عطا کرے کہ مین تمام کتاب کا ترجمہ حضرات مومنین کی خدمت مین پیش کر سکون وما توفیقی الا باللہ